معارف المشکوٰۃ

ولانا سید عبدالرؤف عالی
مرتب مخطوطات دارالعلوم دیوبند

ارشاداتِ نبوی کا حسین گلدستہ

مشکوٰۃ المصابیح

عام فہم اردو ترجمہ اور دلِ نشین تشریح کے ساتھ
جسمیں قدیم معانی و مطالب اور جدید تشریحات و معارف
کے قیمتی پھول بہت سلیقے سے سجائے گئے ہیں۔
اور مشکوٰۃ کی مقبولِ عام شرح **مظاہرِ حق**
کو پہلی بار زبان و بیان کے نفیس ترین سانچے
میں ڈھالا گیا ہے

ناشر:- اشاعت منزل دیوبند یوپی

اللہ نور السموات والارض مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح

مظاہرِ حق (جدید)

یعنی

معارف المشکوٰۃ

حدیث کی مقبول ترین کتاب

مشکوٰۃ المصابیح

اردو ترجمہ و تشریح، قدیم مطالب و معارف اور جدید علمی اضافات کے ساتھ جسے پہلی بار اس دور کے فکر و ذہن اور عصری تقاضوں کے پیشِ نظر عام فہم زبان میں مرتب کیا گیا ہے

افادات — از — بز ٦

مولانا سید عبد الرؤف عالی

ابن

فظ القرآن والحدیث علامۂ وقت مولانا سید عبد اللطیف صاحب ناظم مظاہر علوم سہارنپور

ناشر

اشاعت منزل دیوبند یو۔پی

قیمت دو روپے

(پرنٹنگ پریس دیوبند)

ہندو پاک میں جملہ حقوق محفوظ ہیں

مکتبہ عثمانیہ 2280 بازار

کالونی کراچی 5

باب ماجاء فی ترک الصلوٰۃ ۔ نسائی ۔ کتاب الصلوٰۃ ۔ باب الحکم فی تارک الصلوٰۃ ۔ ابن ماجہ ۔ ابواب الاقامۃ ۔ باب ماجاء فی من ترک الصلوٰۃ حدیث ۵۳۰ ۔ مسلم ۔ کتاب التوبہ ۔ باب قولہ تعالیٰ
ان الحسنات یذہبن السیئات حدیث ۵۳۱ ۔ احمد ۔ مطبوعہ مصر قدیم ص ۱۶۹ ج ۵ حدیث ۵۳۲ ۔ احمد ۔ حدیث ۵۳۳ ۔ احمد ۔ دارمی ۔ کتاب الرقاق ۔ باب فی المحافظۃ علی الصلوٰۃ
بیہقی حدیث ۵۳۴ ۔ ترمذی ۔ ابواب الایمان ۔ باب ماجاء فی ترک الصلوٰۃ حدیث ۵۳۵ ۔ ابن ماجہ ۔ حدیث ۵۳۶ ۔ مسلم ۔ کتاب الصلوٰۃ ۔ باب اوقات الصلوٰۃ الخمس
حدیث ۵۳۷ ۔ مسلم ۔ کتاب الصلوٰۃ ۔ باب اوقات الصلوٰۃ الخمس حدیث ۵۳۸ ۔ ابوداؤد ۔ کتاب الصلوٰۃ باب فی المواقیت ۔ ترمذی ۔ ابواب الصلوٰۃ باب ماجاء فی مواقیت الصلوٰۃ
حدیث ۵۳۹ ۔ بخاری ۔ کتاب بدء الخلق ۔ باب ذکر الملائکۃ ۔ مسلم حدیث ۵۴۰ ۔ مالک ۔ وقت الصلوٰۃ ۔ حدیث ۵۴۱ ۔ ابوداؤد ۔ کتاب الصلوٰۃ ۔ باب وقت صلوٰۃ
نسائی ۔ کتاب الطہارۃ ۔ آخر وقت الظہر ۔ حدیث ۵۴۲ ۔ بخاری ۔ کتاب المواقیت ۔ باب وقت الظہر عند الزوال ۔ باب تاخیر الظہر الی العصر ۔ باب ما یکرہ من النوم قبل العشاء ۔ مسلم ۔ کتاب المساجد
ومواضع الصلوٰۃ ۔ باب استحباب التبکیر بالصبح حدیث ۵۴۳ ۔ بخاری ۔ مسلم ۔ کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ ۔ باب بیان استحباب التبکیر بالصبح حدیث ۵۴۴ ۔ بخاری ۔ کتاب الصلوٰۃ باب السجود
علی الثوب فی شدۃ الحر ۔ کتاب الاذان ۔ باب وقت الظہر عند الزوال کتاب النہی ۔ باب بسط الثوب فی الصلوٰۃ للسجود ۔ مسلم ۔ کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ باب استحباب تقدیم الظہر فی اول الوقت فی غیر شدۃ الحر
حدیث ۵۴۵ ۔ بخاری ۔ کتاب المواقیت باب الابراد بالظہر عند شدۃ الحر کتاب بدء الخلق ۔ باب صفۃ ابواب الجنۃ ۔ مسلم ۔ کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ ۔ باب استحباب الابراد بالظہر
حدیث ۵۴۶ ۔ بخاری ۔ کتاب المواقیت ۔ باب وقت العصر ۔ کتاب الاعتصام ۔ باب ما ذکر النبی ۔ مسلم ۔ کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ ۔ باب استحباب التبکیر بالعصر حدیث ۵۴۷ ۔ مسلم ۔ کتاب
المساجد ومواضع الصلوٰۃ باب استحباب التبکیر بالعصر ۔ حدیث ۵۴۸ ۔ بخاری ۔ کتاب المواقیت ۔ باب اثم من فاتتہ العصر ۔ مسلم ۔ کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ باب التغلیظ فی تفویت صلوٰۃ
العصر حدیث ۵۴۹ ۔ بخاری ۔ کتاب المواقیت ۔ باب اثم من ترک العصر ۔ حدیث ۵۵۰ ۔ بخاری ۔ کتاب المواقیت باب وقت المغرب ۔ مسلم ۔ کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ
باب بیان اول وقت المغرب حدیث ۵۵۱ ۔ بخاری ۔ کتاب المواقیت ۔ باب فضل العشاء ۔ باب النوم قبل العشاء ۔ مسلم ۔ حدیث ۵۵۲ ۔ بخاری ۔ کتاب الصلوٰۃ
باب فی کم تصلی المرأۃ من الثیاب ۔ کتاب المواقیت ۔ باب وقت الفجر ۔ کتاب الاذان ۔ باب خروج النساء الی المساجد ۔ مسلم ۔ کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ ۔ باب استحباب التبکیر بالصبح حدیث
۵۵۳ ۔ بخاری ۔ کتاب المواقیت ۔ باب وقت الفجر ۔ کتاب التہجد ۔ باب من تسحر فلم ینم ۔ کتاب الصوم ۔ باب قدر کم بین السحور وصلوٰۃ الفجر حدیث ۵۵۴ ۔ مسلم ۔ کتاب المساجد ومواضع
الصلوٰۃ ۔ باب کراہیۃ تاخیر الصلوٰۃ عن وقتہا المختار حدیث ۵۵۵ ۔ بخاری ۔ کتاب المواقیت باب من ادرک رکعۃ من الفجر ۔ باب من ادرک رکعۃ من العصر ۔ مسلم ۔ کتاب المساجد ومواضع
الصلوٰۃ ۔ باب من ادرک رکعۃ من الصلوٰۃ حدیث ۵۵۶ ۔ بخاری ۔ کتاب المواقیت باب من ادرک من العصر قبل الغروب ۔ باب من ادرک من الفجر رکعۃ ۔ حدیث ۵۵۷ ۔ بخاری
کتاب المواقیت باب من نسی صلوٰۃ ۔ مسلم ۔ کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ ۔ باب قضاء الصلوٰۃ الفائتۃ حدیث ۵۵۸ ۔ مسلم ۔ کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ باب قضاء صلوٰۃ الفائتۃ
حدیث ۵۵۹ ۔ ترمذی ۔ ابواب الجنائز ۔ باب فی تعجیل الجنازۃ حدیث ۵۶۰ ۔ ترمذی ۔ ابواب الصلوٰۃ ۔ باب ماجاء فی الوقت الاول من الفضل حدیث ۵۶۱ ۔ احمد ۔ ترمذی
ابواب الصلوٰۃ ۔ باب ماجاء فی الوقت الاول من الفضل ۔ ابوداؤد ۔ کتاب الصلوٰۃ ۔ باب فی المحافظۃ علی الصلوٰۃ حدیث ۵۶۲ ۔ ترمذی ۔ ابواب الصلوٰۃ باب ماجاء فی الوقت الاول من الفضل
حدیث ۵۶۳ ۔ ابوداؤد ۔ کتاب الصلوٰۃ باب وقت المغرب ۔ دارمی ۔ کتاب الصلوٰۃ ۔ باب وقت المغرب حدیث ۵۶۴ ۔ احمد ۔ ترمذی ۔ ابن ماجہ ۔ ابواب
المساجد والجماعات ۔ باب وقت صلوٰۃ العشاء حدیث ۵۶۵ ۔ ابوداؤد ۔ کتاب الصلوٰۃ ۔ باب وقت العشاء الآخرۃ حدیث ۵۶۶ ۔ ابوداؤد ۔ کتاب الصلوٰۃ ۔ باب وقت العشاء الآخرۃ ۔ دارمی
کتاب الصلوٰۃ ۔ باب وقت العشاء حدیث ۵۶۷ ۔ ترمذی ۔ ابواب الصلوٰۃ ۔ باب ماجاء فی الاسفار بالفجر ۔ ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ ۔ باب وقت الصبح دارمی ۔ کتاب الصلوٰۃ ۔ باب الاسفار بالفجر
نسائی ۔ حدیث ۵۶۸ ۔ بخاری ۔ باب الشرکۃ فی الطعام والنہد ۔ مسلم ۔ کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ الدلیل استحباب تاخیر العصر حدیث ۵۶۹ ۔ مسلم کتاب المساجد
ومواضع الصلوٰۃ ۔ باب وقت العشاء وتاخیرہا حدیث ۵۷۰ ۔ مسلم ۔ کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ ۔ وقت العشاء وتاخیرہا ۔ حدیث ۵۷۱ ۔ ابوداؤد ۔ کتاب الصلوٰۃ ۔ باب وقت العشاء
الآخرۃ ۔ نسائی ۔ کتاب المواقیت ۔ باب آخر وقت العشاء حدیث ۵۷۲ ۔ احمد ۔ ترمذی ۔ ابواب الصلوٰۃ باب ماجاء فی تاخیر العصر حدیث ۵۷۳ ۔ نسائی ۔ کتاب المواقیت ۔ باب تعجیل
الظہر فی البرد حدیث ۵۷۴ ۔ ابوداؤد ۔ کتاب الصلوٰۃ ۔ باب اذا اخر الامام الصلوٰۃ حدیث ۵۷۵ ۔ ابوداؤد ۔ کتاب الصلوٰۃ باب اذا اخر الامام الصلوٰۃ حدیث ۵۷۶ ۔ بخاری ۔ کتاب
الاذان ۔ باب امامۃ المفتون والمبتدع ۔ حدیث ۵۷۷ ۔ مسلم ۔ کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ ۔ باب فضل صلوٰۃ الصبح والعصر ۔ حدیث ۵۷۸ ۔ بخاری ۔ مسلم ۔ کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ
باب فضل صلوٰتی الصبح والعصر ۔ حدیث ۵۷۹ ۔ بخاری ۔ کتاب المواقیت ۔ باب فضل صلوٰۃ العصر ۔ کتاب بدء الخلق ۔ باب ذکر الملائکۃ ۔ کتاب الرد علی الجہمیہ ۔ مسلم ۔ کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ ۔ باب
فضل صلوٰتی الصبح والعصر حدیث ۵۸۰ ۔ مسلم ۔ کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ باب فضل صلوٰۃ الجماعۃ حدیث ۵۸۱ ۔ بخاری ۔ مسلم ۔ کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ باب فضل صلوٰۃ الجماعۃ
بخاری ۔ کتاب الاذان باب فضل التہجیر الی الظہر ۔ مسلم ۔ کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ باب فضل صلوٰۃ الجماعۃ حدیث ۵۸۳ ۔ مسلم ۔ کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ باب فضل ص
الصلوٰۃ ۔ باب ماجاء فی الصلوٰۃ الوسطیٰ ہی صلوٰۃ العصر حدیث ۵۸۶ ۔ ترمذی ۔ ابواب الصلوٰۃ ۔ باب ماجاء فی الصلوٰۃ الوسطیٰ انہا صلوٰۃ العصر حدیث ۵۸۷ ۔ ترمذی ۵۴
الصلوٰۃ الوسطیٰ حدیث ۵۹۱ ۔ ابن ماجہ ۔

DATA ENTERED

۱۳۳۸۱

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ
پانی کے مسائل۔	۵
بلی کے جھوٹے پانی کا حکم۔	۱۰
نماز میں اشارہ کرنا۔	۱۱
درندوں کا جھوٹا پانی۔	۱۱
پانی میں اگر کوئی پاک چیز مل جائے حدیث ع۴۴۸۔	۱۲
بڑے تالابوں کا پانی پاک ہے حدیث ع۴۵۰	۱۳
دھوپ میں گرم شدہ پانی کا حکم۔	۱۳
ناپاکی دور کرنے کے احکام۔	۱۳
کتا اگر برتن میں منہ ڈالدے۔	۱۴
ناپاک زمین کو پاک کرنے کا طریقہ۔	۱۴
منی ناپاک چیز ہے۔	۱۵
بچے کے پیشاب کا کیا حکم ہے۔	۱۶
رنگنے کے بعد چمڑا پاک ہوجاتا ہے۔	۱۶
لڑکی اور لڑکے کے پیشاب میں معمولی فرق۔	۱۷
جوتے کو راہ کی گندگی اگر لگ جائے	۱۸
راہ کی گندگی سے اگر دامن آلودہ ہوجائے	۱۸
درندوں کے چمڑے کا استعمال۔	۱۹
اگر جوتوں میں خشک نجاست لگ جائے۔	۲۱
حلال جانور کا پیشاب ناپاک ہے	۲۱

عنوان	صفحہ
موزوں پر مسح کا بیان۔	۲۱
موزوں پر مسح کی مدت۔	۲۲
وقت سے پہلے عبادت کی تیاری مستحب ہے۔	۲۳
پگڑی پر مسح۔	۲۳
امام کے لئے معصومیت شرط نہیں	۲۳
امام کے ساتھ اگر کوئی رکعت چھوٹ جائے۔	۲۳
امام کا انتظار مستحب ہے۔	۲۴
موزوں پر مسح کی مدت کب سے شمار ہوگی۔	۲۴
ناپاکی کی حالت میں موزے نکالدیں	۲۴
موزوں پر مسح کس جگہ کریں۔	۲۴
موزوں پر مسح کا طریقہ	۲۵
موزوں کی مختلف قسمیں۔	۲۵
عقل دین کے تابع ہے۔	۲۶
موزوں پر کب مسح کرنا درست نہیں۔	۲۶
تیمم کا بیان۔	۲۸
تیمم کے لئے کیسی مٹی استعمال کی جائے۔	۲۸
تیمم غسل جنابت کے قائم مقام ہے۔	۲۹
تیمم کی مدت۔	۳۰
پانی استعمال نہ کر سکے تو تیمم کی	

عنوان	صفحہ
اجازت ہے۔	۳۱
تیمم سے نماز پڑھنے کے بعد اگر پانی مل جائے۔	۳۱
تیمم کی حد	۳۲
تیمم کے دیگر مسائل۔	۳۲
تیمم کی شرطیں۔	۳۳
تیمم کا طریقہ۔	۳۳
غسل مسنون۔	۳۳
جمعہ کے دن غسل سنت ہے۔	۳۴
مردے کو نہلانے کے بعد غسل کر لینا سنت ہے۔ حدیث ع۵۹۰۔	۳۵
اسلام قبول کرنے والے کیلئے غسل کرنا سنت ہے۔	۳۵
حیض کا بیان۔	۳۶
ایام حیض۔	۳۷
ایام حیض میں بیوی سے پرہیز۔	۳۹
حائضہ عورت سے میل جول۔	۳۹
حالت حیض میں بیوی سے تعلق کی نوعیت۔ حدیث ع۵۰۹	۴۰
حالت حیض میں صحبت کا کفارہ۔	۴۱
مستحاضہ کا بیان۔	۴۲
استحاضہ کے بارے میں ہدایات۔	۴۳

عنوان	صفحہ
حیض اور استحاضہ کا فرق	۴۳
مستحاضہ کے متعلق تفصیلی احکام حدیث ۵۱۹	۴۴
مستحاضہ کے مسائل۔	۴۷
نماز کا بیان۔	۴۷
اسکی مصالح اور حکمتیں۔	۴۸
نمازیں صغیرہ گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں۔	۵۰
قرآن سے پانچوں نمازوں کا ثبوت۔	۵۱
ایک صحابی کا احساس ندامت حدیث ۵۳۳	۵۱
بہترین اعمال کونسے ہیں۔	۵۲
ترک نماز پر تنبیہ۔	۵۲
نماز اسلام کا بنیادی شعار ہے۔	۵۳
تارک نماز گنہ گار ہے مگر کافر نہیں۔	۵۳
ایک مسلم معاشرے کی بنیادی خصوصیات	۵۳
بچوں کو نماز کی تاکید۔	۵۴
منافقین کو مسلمان سمجھنے کی مصلحت۔	۵۴
اللہ کے نزدیک مقبول نماز۔	۵۶
نماز کی حفاظت۔	۵۶
قیمتی نصیحتیں۔	۵۷
اوقات نماز۔	۵۷
ظہر کا وقت۔	۵۸
عصر کا وقت۔	۵۸
مغرب کا وقت۔	۵۹
عشار کا وقت	۵۹
فجر کا وقت۔	۵۹
سورج اور شیطان۔	۵۹
مغرب اور عشار کے درمیان سونیکا حکم۔ حدیث ۵۴۰۔	۶۳
اوقات نماز کا ایک دوامی نقشہ اور شمسی حساب۔	۶۴
نماز ابتدائی وقت میں پڑھنا۔	۶۵
نماز جلدی اور دیر سے پڑھنے کی مصلحت۔	۶۶
اپنے پہنے ہوئے کپڑے پر سجدہ۔	۶۷
دوزخ کے سانس لینے کی حقیقت۔	۶۷
عصر کی نماز کی اہمیت۔	۶۹
عصر اور مغرب کی نماز کا درمیانی وقفہ حدیث ۵۵۰	۷۰
مغرب کی نماز اول وقت میں پڑھنا۔	۷۰
عشار کی نماز کا مناسب وقت۔	۷۰
نمازیں اور ظالم حکام۔ حدیث ۵۵۴	۷۱
اسلام فتنے کو پسند نہیں کرتا۔	۷۱
طلوع وغروب شمسی اور فجر و عصر کا وقت۔ حدیث ۵۵۵	۷۲
قضا نمازوں کا کفارہ۔	۷۳
قضا نماز جب یاد آجائے فوراً ادا کرو۔	۷۴
فرض نماز۔ نماز جنازہ اور بیوہ کے نکاح میں تاخیر نہیں کرنی چاہئے۔	۷۴
نماز اللہ کی رضا اور اس کی مغفرت کا ذریعہ ہے۔	۷۵
مغرب کی نماز میں تاخیر مناسب نہیں۔	۷۶
عشار کی نماز میں تاخیر مستحب ہے۔	۷۶
صبح کی نماز کا مستحب وقت۔	۷۷
عصر کی نماز کا مستحب وقت۔	۷۷
عشار کی نماز امت محمدیہ کے لئے مخصوص ہے۔	۷۸
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز۔	۷۸
ظالم حکام اور نماز کی ادائیگی۔	۷۸
نیکی میں تعاون کرو اور برائی سے الگ رہو۔	۸۱
اوقات نماز کے فضائل۔	۸۱
عشار اور فجر کی نماز کی فضیلت۔	۸۲
دن اور رات کے فرشتے۔	۸۲
بندے اور رب کے درمیان عہد۔	۸۳
عشار اور فجر میں سستی علامت نفاق ہے	۸۳
عشار اور صبح کی نماز کا ثواب۔	۸۴
غیر اسلامی تہذیب سے بچنے کی ہدایت۔	۸۴
صلوٰۃ وسطیٰ عصر کی نماز ہے۔	۸۵
فجر کی نماز میں فرشتوں کی حاضری۔	۸۵
صبح کا نمازی لشکر اسلام کا علمبردار ہے۔	۸۷
مراجع المشکوٰۃ۔	۸۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جز ششم

جز ششم

باب احکام المیاہ

پانی کے مسائل

پانی زندگی کی ضروریات میں ہوا کے بعد دوسری بنیادی ضرورت ہے جس سے ہر انسان کو سابقہ پڑتا ہے۔ اسلام نے زندگی کی ضروریات کو نہ صرف یہ کہ تسلیم کیا ہے بلکہ ان کو ٹھیک ٹھیک استعمال کرنے کے سلسلے میں ایسی جامع ہدایات دی ہیں جو ایک طرف انسانی معاشرہ کو شائستگی و پاکیزگی کا بہترین معیار بخشتی ہیں، دوسری طرف وسائل حیات کے استعمال ان کی تفہیم اور ان سے استفادہ کا منصفانہ، اطمینان بخش اور بہترین تصور دیتی ہیں پھر اس کا سب سے زیادہ عظیم پہلو یہ ہے کہ اسلام زندگی کی ان ضروریات کو مقاصد حیات نہیں سمجھتا بلکہ وسائل حیات ہی کے عنوان سے یاد کرتا ہے جن سے مقاصد حیات کی تکمیل و تحصیل میں انسان کو مدد ملتی ہے۔

طہارت و پاکیزگی کی اہمیت اور اس کی ضروری تفصیلات کے بعد اب پانی کے متعلق بنیادی احکام بیان کئے جا رہے ہیں کہ طہارت جسمانی کا تعلق پانی ہی سے ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

(۴۳۸) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَبُوْلَنَّ اَحَدُکُمْ فِی الْمَآءِ الدَّآئِمِ الَّذِیْ لَا یَجْرِیْ ثُمَّ یَغْتَسِلُ فِیْہِ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِمُسْلِمٍ قَالَ لَا یَغْتَسِلُ اَحَدُکُمْ فِی الْمَآءِ الدَّآئِمِ وَھُوَ جُنُبٌ

Marfat.com

قَالُوْا كَيْفَ يَفْعَلُ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ يَتَنَاوَلُهُ تَنَاوُلًا۔

پہلی فصل

ترجمہ :- حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص بھی بند پانی میں پیشاب نہ کرے (کہ پیشاب کرنے کے بعد) پھر اسی پانی میں غسل کرے۔ بخاری۔ مسلم۔ مسلم کی ایک (دوسری) روایت میں ہے کہ تم میں سے جو شخص ناپاک ہو اسے بند پانی میں غسل نہ کرنا چاہئے۔ لوگوں نے ابوہریرہ سے پوچھا کہ اے ابوہریرہ پھر (غسل) کس طرح کرے۔ انھوں نے فرمایا کہ اس پانی میں سے (چلّو) لے لے کر نہا وے۔ بخاری کتاب الوضوء باب البول فی الماء الدائم۔ مسلم کتاب الطہارۃ۔ باب النہی عن البول فی الماء

تشریح :- بند پانی سے مراد پانی کی تھوڑی مقدار ہے اس لئے اسے بند پانی سے تعبیر کیا کہ اس میں کوئی گندگی اور نجاست شامل ہو جائے تو وہ نجاست بہہ کر کسی اور طرف منتقل نہیں ہو سکتی جیسے چھوٹا سا حوض یا برساتی پانی کا کوئی گڑھا کہ اسکا پانی اسی کے اندر بند رہتا ہے۔ اس کے برخلاف بہنے والا پانی ندی یا دریا ہے کہ جس میں گندگی اگر شامل ہو تو کسی ایک جگہ نہیں ٹھہرتی بلکہ بہہ کر کہیں سے کہیں پہونچ جاتی ہے لیکن بڑے تالاب، جھیل، یا سمندر کو بند پانی نہیں کہا جائے گا، وہ کثیر پانی کے حکم میں ہے۔ چونکہ وہ معمولی گندگیوں سے متغیر نہیں ہوتا۔ پاک پانی کے استعمال کے لئے قرآن کی یہ آیت رہنمائی کرتی ہے ویُنَزِّلُ عَلَیْكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّیُطَهِّرَكُم بِهِ یعنی اللہ آسمان کی (جانب) سے تم پر پانی برساتا ہے تاکہ اس کے ذریعہ تم پاکی حاصل کرسکو علماء کے نزدیک بالاتفاق پانی کی وہ تمام قسمیں جن پر عرف عام میں پانی کا اطلاق ہوتا ہے پاک ہیں اور ان کے ذریعے پاکی حاصل کی جاسکتی ہے بشرطیکہ کسی گندگی کے اثرات اس پانی پر اتنے غالب نہ ہو جائیں کہ پانی کا اصل ذائقہ، اس کا اپنا رنگ اور اس کی اصل بو باقی نہ رہے۔ پانی کے ان اوصاف میں سے اگر ایک سے زیادہ وصف بدل جائیں تو وہ پانی وضو اور طہارت کے لئے استعمال نہیں ہو سکتا۔ ماء کثیر کی یہ تعریف کی گئی کہ پانی کی وہ مقدار جس میں نجاست کی آمیزش سے پانی کے اوصاف پر کوئی اثر نہ پڑے۔ اب مختلف احادیث کی روشنی میں فقہاء نے کثیر پانی کی ایک مقدار معین کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کی تفصیل اگلی فصل میں آرہی ہے۔ اس حدیث کے تحت قلیل پانی کے اندر پیشاب پاخانہ کرنے کی ممانعت ظاہر ہوتی ہے۔ لیکن بعض علماء کے نزدیک اگرچہ ماء کثیر نجاست شامل ہونے کے باوجود نہانے کے قابل رہتا ہے، تاہم اس میں گندگی ڈالنے سے پرہیز کرنا چاہئے کہ اس طرح لوگوں میں اس کا رواج نہ پڑ جائے اور ایک وقت اس میں اتنی گندگی شامل ہو جائے کہ پانی کے اپنے اوصاف باقی نہ رہیں۔ گویا تھوڑے پانی میں پیشاب پاخانہ کرنا تو حرام ٹھہرا اور زیادہ پانی میں مکروہ۔ بند پانی کی شرط کا منشا یہ ہے کہ اگر بہنے والا پانی ہو یا کوئی بہت بڑی جھیل وغیرہ ہو جو ماء کثیر کے حکم میں آجاتی ہے اس میں نجاست اگر پڑ جائے تو بالعموم ناپاک نہیں ہوتی۔ شیخ ابن حجر مکی نے علماء کی رائے نقل کی ہے کہ رات کے وقت مطلقاً پانی میں پیشاب وغیرہ نہیں کرنا چاہئے تھوڑا پانی ہو یا زیادہ، کیونکہ رات کے وقت پانی پر جنات قیام کرتے ہیں۔ حدیث کے آخری ٹکڑے سے معلوم ہوا کہ ناپاک شخص اگر پانی کے اندر ہاتھ ڈال کر پانی لے تو وہ پانی مستعمل نہیں ہوتا، اور اگر دھونے کی نیت سے پانی کے اندر ہاتھ ڈال دے تو پھر وہ پانی مستعمل کی تعریف میں آجاتا ہے۔

مستعمل پانی سے امام شافعیؒ اور امام اعظمؒ کے نزدیک دوبارہ طہارت حاصل نہیں کی جاسکتی۔ اور امام مالک وغیرہ کے

Marfat.com

نزدیک ماء مستعمل سے دوبارہ طہارت حاصل کرنا مکروہ ہے۔ اور اس کی موجودگی میں تیمم جائز نہیں۔ اور داؤد ظاہری وغیرہ کے نزدیک ماء مستعمل میں اور مطلق پانی میں کوئی فرق نہیں۔ مستعمل پانی وہ ہے جس کے ذریعہ سے آدمی پاک ہوتا ہے۔ خواہ پاکی وضو کی ہو یا غسل کی۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک، ماء مستعمل پاک ہے۔ لیکن اس کی پاکی اس درجہ کی ہے کہ اس کی چھینٹ وغیرہ کپڑوں پر پڑ جائے تو کپڑا ناپاک نہیں ہوتا۔ مگر اس پانی سے دوبارہ وضو یا غسل نہیں کیا جا سکتا۔

(٤٣٩) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّبَالَ فِي الْمَآءِ الرَّاكِدِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

ترجمہ:۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ رکے ہوئے پانی میں پیشاب کیا جائے۔ مسلم۔

(٤٤٠) وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ ذَهَبَتْ بِيْ خَالَتِيْ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ ابْنَ اُخْتِيْ وَجِعٌ فَمَسَحَ رَاْسِيْ وَدَعَا لِيْ بِالْبَرَكَةِ ثُمَّ تَوَضَّاَ فَشَرِبْتُ مِنْ وَضُوْئِهٖ ثُمَّ قُمْتُ خَلْفَ ظَهْرِهٖ فَنَظَرْتُ اِلٰى خَاتَمِ النُّبُوَّةِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ مِثْلَ زِرِّ الْحَجَلَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

ترجمہ:۔ حضرت سائبؓ بن یزید فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) مجھے میری خالہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئیں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ میرا بھانجہ بیمار ہے، تب آپؐ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لئے برکت کی دعا فرمائی۔ اس کے بعد وضو فرمایا تو میں نے آپ کی وضو کا (بچا ہوا پانی یا مستعمل) پانی پی لیا۔ پھر میں آپ کی پشت کی طرف جا کھڑا ہوا تو میں نے آپ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان مہر نبوت دیکھی جو چھپر کھٹ کے لٹو کی طرح تھی۔ بخاری۔ مسلم۔

تشریح:۔ وضو کے لفظ سے حدیث میں دو معنی ہو سکتے ہیں۔ یا تو وہ پانی جو وضو کرنے کے بعد برتن میں باقی رہا، یا وہ جس سے اعضاء وضو دھوئے گئے۔ حدیث میں مہر نبوت کی مقدار اور ہیئت بتلائی گئی۔ گذشتہ آسمانی کتابوں میں رسول اللہ کی نبوت کی ایک علامت اس مہر نبوت کو بھی قرار دیا گیا تھا۔ آپ کے ظہور کے بعد اس علامت سے آپ کے آخری نبی ہونیکی تصدیق ہوئی۔ اس مہر کے اندر یہ الفاظ ثبت تھے وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ اور اوپر کی سطح پر یہ منقوش تھا تَوَجَّهْ حَيْثُ مَا كُنْتَ فَاِنَّكَ مَنْصُوْرٌ یعنی جدھر بھی تم رخ کرو گے کامیاب ہو گے۔ اس میں علماء کی مختلف رائے ہے کہ یہ مہر کس وقت ظاہر ہوئی۔ یا تو پیدائشی تھی یا پیدائش کے بعد فوراً ابھر آئی یا پھر جب آپ کا سینہ چاک کیا گیا تب پیدا ہوئی۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

(٤٤١) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمَآءِ يَكُوْنُ فِي الْفَلَاةِ مِنَ الْاَرْضِ وَمَا يَنُوْبُهٗ مِنَ الدَّوَابِّ وَالسِّبَاعِ فَقَالَ اِذَا كَانَ الْمَآءُ قُلَّتَيْنِ لَمْ يَحْمِلِ الْخَبَثَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَفِيْ اُخْرٰى لِاَبِيْ دَاوٗدَ فَاِنَّهٗ لَا يَنْجُسُ۔

دوسری فصل

ترجمہ:۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پانی کے بارے میں پوچھا گیا

Marfat.com

جو جنگل کے علاقے میں (بارش وغیرہ کا جمع) ہوتا ہے، اور جس سے جانور اور درندے (سب ہی) سیراب ہوتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب پانی دو بڑے مٹکوں کی بقدر ہو تو وہ ناپاک نہیں ہوتا۔ احمد۔ ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ دارمی۔ ابن ماجہ۔ اور ابوداؤد کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ وہ پانی ناپاک نہیں ہوتا۔

تشریح :۔ قلہ مٹکے کو کہتے ہیں۔ جس میں ڈھائی مشک پانی آتا ہے اس حساب سے دو مٹکوں میں پانچ مشک پانی اور وزن سوا چھ من کے قریب ہوتا ہے۔ امام شافعی کے نزدیک اس حدیث کے مطابق اتنا پانی نجاست گر جانے سے اسوقت تک ناپاک نہیں ہوتا جب تک اس کا رنگ، بو اور ذائقہ نہ بدل جائے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ حدیث صحت کے اعتبار سے اس معیار کی نہیں ہے۔ صاحب سفر السعادۃ جو بڑے درجے کے محدث ہیں لکھتے ہیں کہ علماء کی ایک جماعت کے نزدیک یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور ایک کے نزدیک صحیح ہے۔ علی بن مدینی جو امام حدیث اور بخاری کے استاد ہیں، کہتے ہیں کہ یہ حدیث رسول اللہ سے ثابت نہیں۔ علماء کے نزدیک یہ حدیث اپنے الفاظ کے اعتبار سے اجماع صحابہ کے مخالف ہے، ایک حبشی زمزم کے کنوئیں میں گر پڑا تو ابن عباسؓ اور ابن زبیرؓ نے اس کا سارا پانی نکلوایا اور کسی صحابی نے اس پر نکیر نہیں کی۔ علماء سلف نے لکھا ہے کہ حقیقت میں نجس اور پاک پانی کی مقدار اور حد کے سلسلہ میں شوافع اور احناف دونوں کے پاس کوئی مرفوع حدیث نہیں ہے۔ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اگرچہ صحیح ہے مگر لفظ قلہ کے معنی خود مختلف ہیں۔ اس کے معنی مٹکے کے علاوہ مشک کے بھی ہیں۔ اور پہاڑ کی چوٹی کو بھی قلہ کہتے ہیں۔ چونکہ یقینی طور پر معلوم نہیں کہ یہاں کیا مراد ہے اس لئے احناف اس حدیث پر عمل نہیں کرتے جس کا مفہوم خود محتمل ہے۔ علماء ظاہریہ کے نزدیک تو پانی کسی حال میں ناپاک نہیں ہوتا خواہ اس میں کتنی ہی ناپاکی مل جائے اور اس کی بو، رنگ اور ذائقہ کتنا ہی بدل جائے کیونکہ وہ اس حدیث کے الفاظ کو دینی دلیل قرار دیتے ہیں کہ اَلْمَاءُ طَهُوْرٌ لَا يُنَجِّسُهٗ شَيْءٌ یعنی پانی پاک ہے اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔ یہ حدیث بیر بضاعہ کے بارے میں ہے حالانکہ دوسرے تمام ائمہ کے نزدیک زیادہ پانی تو ناپاک نہیں ہوتا مگر تھوڑا پانی ضرور ناپاک ہو جاتا ہے۔ کیونکہ الماء طہور سے زیادہ پانی مراد ہے۔ اب تھوڑے اور زیادہ پانی کی مقدار میں علماء کے نزدیک اس بنا پر اختلاف ہوا کہ اس سلسلہ میں مختلف احادیث آئی ہیں۔ امام مالک کے نزدیک جس پانی کا رنگ، بو اور مزہ نجاست گرنے سے نہ بدلے وہ پانی زیادہ کہلائے گا۔ اور جو بدل جائے وہ کم۔ امام شافعیؒ اور احمدؒ کے نزدیک پانچ مشک پانی، کثیر پانی ہے اور جو اتنا نہ ہو وہ قلیل پانی ہے۔ امام اعظم اور احناف نے ان سب مختلف احادیث کی روشنی میں ان کے مضمون اور مفہوم میں مطابقت پیدا کرنے کے لئے یہ مسلک اختیار کیا کہ جو پانی اتنا ہو کہ اس کے ایک کنارے کو حرکت دینے کے دوسرے کنارے کا پانی متحرک نہ ہو وہ ماء کثیر ہے ورنہ قلیل ہے۔ اس مسلک کو زیادہ واضح اور معین کرنیکے لئے بعد کے علماء نے دہ در دہ پانی ماء کثیر قرار دیا یعنی اتنا پانی جو دس ہاتھ لمبا چوڑا ہو۔

(۴۴۲) وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَنَتَوَضَّأُ مِنْ بِئْرِ بُضَاعَةَ وَهِيَ بِئْرٌ يُلْقٰى فِيْهِ الْحِيَضُ وَلُحُوْمُ الْكِلَابِ وَالنَّتْنُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمَاءَ طَهُوْرٌ لَا يُنَجِّسُهٗ شَيْءٌ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَائِيُّ۔

ترجمہ :۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ (ایک بار) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ یا رسول اللہ کیا ہم بضاعہ کے کنویں سے وضو کر لیا کریں اور اس میں حیض کے آلودہ کپڑے، کتوں کا گوشت اور گندگی ڈالی جاتی ہے، آپ نے ارشاد فرمایا (اس کنویں کا) پانی پاک ہے، اسے کوئی چیز ناپاک نہیں بناتی (جب تک اس کی بو، رنگ اور ذائقہ نہ بدل جائے)

احمد۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابوداؤد۔

تشریح :- بضاعہ مدینہ کے ایک کنویں کا نام ہے وہ ایسے مقام پر تھا جہاں سے ایک نالہ گذرتا تھا جس کی رو میں ہر قسم کی گندگی بہہ کر آتی تھی وہ اس کنویں کے پانی میں بھی مل جاتی، ورنہ لوگ براہ راست اس کنویں میں ایسی گندی چیزیں نہیں ڈالتے تھے۔ اور پھر صحابہ کے بارہ میں تو یہ تصور بھی نہیں ہو سکتا۔ لیکن چونکہ اس کنویں میں پانی بہت تھا اور اس کے نیچے سے چشمہ جاری تھا اسلئے یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ اس کنویں کا پانی ایک باغ کی طرف نہر کی طرح رواں تھا۔ آپ نے اسی بنا پر ارشاد فرمایا کہ اس کا پانی پاک ہے۔ مار کثیر کا حکم رکھتا ہے ورنہ یہ مطلب نہیں کہ پانی تھوڑا ہو یا بہت وہ کسی طرح ناپاک ہی نہیں ہوتا۔ آپ کے ارشاد کا منشا یہ ہے کہ پانی اپنی فطرت میں ناپاک نہیں ہے۔ ایک روایت میں احناف کا یہ قول بھی نقل کیا گیا ہے وہ کنواں جو کسی چشمہ سے نکلتا ہو بہنے والے پانی کی حیثیت رکھتا ہے۔

(۴۴۳) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ سَاَلَ رَجُلٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا نَرْکَبُ الْبَحْرَ وَنَحْمِلُ مَعَنَا الْقَلِیْلَ مِنَ الْمَآءِ فَاِنْ تَوَضَّاْنَا بِهٖ عَطِشْنَا اَفَنَتَوَضَّأُ بِمَآءِ الْبَحْرِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هُوَ الطَّهُوْرُ مَآؤُهٗ وَالْحِلُّ مَیْتَتُهٗ رَوَاهُ مَالِكٌ وَالتِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْ دَاؤُدَ وَالنَّسَآئِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِیُّ۔

ترجمہ :- حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ہم سمندر میں (کشتی پر) سوار ہوتے ہیں اور (سمندر کا پانی نمکین ہونے کی بنا پر) ہم اپنے ساتھ (شیریں) پانی تھوڑی مقدار میں لے لیتے ہیں اگر ہم اس پانی سے وضو کریں تو پیاسے رہ جائیں (اس بنا پر) کیا ہم سمندر کے پانی سے وضو کر لیا کریں (یا تیمم کریں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سمندر (کا پانی) پاک ہے اور اس کا مردار حلال ہے۔ مالک۔ ترمذی۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ ابن ماجہ۔ دارمی

تشریح :- میت آپ سے آپ مرنے کا نام ہے۔ بغیر ذبح کئے جو جانور مر جائے اس میں صرف مڈی اور مچھلی حلال ہے مچھلی کا شکار کرنا اور پانی سے اسے باہر نکالنا ہی اس کا ذبح کرنا ہے۔ جو مچھلی سمندر میں گرمی یا سردی کی زیادتی سے مر جائے وہ تو حلال ہے اور جو خود بغیر کسی ناگہانی آفت کے طبعی موت مرے وہ احناف کے نزدیک حلال نہیں۔ دوسرے دریائی جانوروں میں علماء کا اختلاف ہے۔

(۴۴۴) وَعَنْ اَبِیْ زَیْدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهٗ لَیْلَةَ الْجِنِّ مَا فِیْ اِدَاوَتِكَ قَالَ قُلْتُ نَبِیْذٌ قَالَ تَمْرَةٌ طَیِّبَةٌ وَّمَآءٌ طَهُوْرٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَزَادَ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ فَتَوَضَّاَ مِنْهُ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ اَبُوْ زَیْدٍ مَجْهُوْلٌ وَصَحَّ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ لَمْ اَكُنْ لَیْلَةَ الْجِنِّ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

ترجمہ :- حضرت ابی زید عبداللہ ابن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے جنوں (سے ملاقات) والی رات میں فرمایا کہ تمہارے مشکیزے میں کیا ہے۔ انھوں نے کہا کھجور کا شربت ہے۔ آپ نے فرمایا کھجور پاک ہے اور اس کا پانی پاک ہے۔ ابوداؤد۔ احمد اور ترمذی نے اتنا مزید بیان کیا ہے کہ پھر رسول اللہ نے اس نبیذ سے وضو فرمایا۔ اور ترمذی کہتے ہیں کہ ابوزید مجہول راوی ہے۔ اور عبداللہ ابن مسعود سے علقمہ کی روایت صحیح ہے (جس میں) انھوں نے فرمایا میں جنوں والی رات میں رسول اللہ کی ہمراہ نہیں تھا۔ (مسلم)

تشریح :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح انسانوں کے لئے آخری نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں اسی طرح سب جنات

Marfat.com

کے لئے بھی آپ خاتم النبیین ہیں، آپ نے ان کو دعوت اسلام دی۔ چنانچہ متعدد بار جنات آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے اسلام کی دعوت سنی اور اسلام قبول کیا۔ جنات والی رات سے اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ جب جنوں کا ایک وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے ان کے سامنے قرآن پڑھا اور اسلام کی دعوت پیش کی۔ انھوں نے یہ سب حال واپس جاکر اپنی قوم سے بیان کیا۔ اس کی پوری تفصیل سورۂ جن میں مذکور ہے۔ ترمذی کا منشا یہ ہے کہ ابن مسعود کا اس رات رسول اللہ کے ہمراہ ہونا صحیح حدیث سے ثابت نہیں اس لئے نبیذ سے وضو کرنے کا واقعہ بھی ثابت نہیں۔ نبیذ کی صورت یہ ہے کہ کھجور کو چند روز پانی میں بھگو کر رکھتے ہیں، اس کا شربت سا بن جاتا ہے جس میں ایک خاص قسم کی تیزی پیدا ہوجاتی ہے۔ جب تک وہ تیز و تند ہو کر نشہ آور نہ ہوجائے اس وقت تک حلال ہے۔ رسول اللہ کے لئے نبیذ اسی طرح تیار ہوتا تھا۔ اس میں تیزی آنے سے پہلے آپ اسے استعمال فرمالیتے تھے۔ اس شربت سے وضو کرنے میں اختلاف ہے۔ امام اعظم ابوزید کی اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں کہ اگر خالص پانی نہ ملے تو نبیذ سے وضو جائز ہے اور جب نبیذ موجود ہو تیمم نہ کرے۔ شوافع کے نزدیک یہ حدیث ضعیف ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ امام صاحب کا مسلک صحیح ہے حدیث کا ضعیف ہونا بھی درست نہیں۔ صاحب آکام المرجان لکھتے ہیں کہ جنات کا وفد سات مرتبہ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا بقیع غرقد میں جو وفد آیا تھا اس وقت ابن مسعود رسول اللہ کے ساتھ تھے ——— رسول اللہ نے انھیں الگ ایک جگہ دائرہ کھینچکر بٹھا دیا تھا کہ اس دائرہ سے باہر نہ نکلیں۔ ابن مسعود کا جو قول ترمذی نے نقل کیا ہے کہ میں جنات والی رات میں رسول اللہ کے ہمراہ نہیں تھا۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جنات سے گفتگو کے وقت ابن مسعود رسول اللہ کے پاس موجود نہ تھے۔ یا یہ کہ جب آپ تشریف لے چلے اس وقت وہ ہمراہ نہ تھے بعد میں یا رات کے آخری حصے میں رسول اللہ سے ملے۔

(۴۴۵) وَعَنْ كَبْشَةَ بِنْتِ كَعْبِ ابْنِ مَالِكٍ وَكَانَتْ تَحْتَ ابْنِ اَبِي قَتَادَةَ اَنَّ اَبَا قَتَادَةَ دَخَلَ عَلَيْهَا فَسَكَبَتْ لَهُ وَضُوْءً فَجَاءَتْ هِرَّةٌ تَشْرَبُ مِنْهُ فَاَصْغَى لَهَا الْاِنَاءَ حَتّٰى شَرِبَتْ قَالَتْ كَبْشَةُ فَرَاٰنِي اَنْظُرُ اِلَيْهِ فَقَالَ اَتَعْجَبِيْنَ يَا ابْنَةَ اَخِي قَالَتْ فَقُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّهَا لَيْسَتْ بِنَجَسٍ اِنَّهَا مِنَ الطَّوَّافِيْنَ عَلَيْكُمْ اَوِ الطَّوَّافَاتِ رَوَاهُ مَالِكٌ وَاَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ۔

ترجمہ :۔ حضرت کبشہ بنت کعب بن مالک جو ابن ابی قتادہ کی بیوی تھیں وہ کہتی ہیں کہ ابوقتادہ (ان کے خسر) ان کے پاس آئے تو میں نے (برتن میں) ان کے لئے وضو کا پانی رکھا، اتنے میں بلی آکر اس سے پینے لگی۔ ابوقتادہ نے بلی کے لئے برتن کو ٹیڑھا کردیا کہ اچھی طرح پی لے، کبشہ کہتی ہیں کہ میں ان کی طرف دیکھ رہی تھی، تو ابوقتادہ نے مجھے دیکھا اور کہا، اے میری بھتیجی کیا تجھے تعجب ہو رہا ہے۔ وہ کہتی ہیں میں نے کہا، بے شک، تب انھوں نے کہا کہ بلا شبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلی پلید نہیں ہے کیونکہ وہ تمہارے یہاں آنے جانے والوں میں سے ہے، یا یہ کہا کہ آنے جانے والیوں میں سے ہے۔ مالک۔ احمد۔ ترمذی۔ ابوداؤد نسائی۔ ابن ماجہ۔ دارمی۔

تشریح :۔ بلی گھریلو جانوروں میں سے ہے، رات دن گھروں میں گھسی پھرتی ہے۔ جس طرح عام نوکر چاکر گھروں میں آتے جاتے ہیں اسی طرح وہ بھی ہے کہ گھر کے موذی جانوروں کو مار دیتی ہے، اس طرح خدمت بھی کرتی ہے۔ یا یہ منشا ہو کہ خادموں کی خبر گیری کرنا کار ثواب ہے۔ اسی طرح ان بلیوں کی دیکھ بھال بھی موجب ثواب ہے۔ طوافین کا مطلب نر اور طوافات کا مطلب مادہ حدیث کا حاصل یہ ہے کہ بلی کو اگر نجس قرار دیا جائے تو بڑی مشکل پیش آئے۔ اسی بنا پر امام شافعی کے نزدیک بلی کا جھوٹا بالکل پاک ہے،

امام اعظم کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے۔ اس کے سوا اور پانی نہ ہو تو اس سے وضو کرے تیمم نہ کرے۔ اگر پاک پانی کی موجودگی میں بلی کے جھوٹے پانی سے وضو کر لیا جائے تو جائز تو ہے مگر مکروہ ہے کہ ایک حدیث میں بلی کو درندہ کہا گیا ہے اور درندہ نجس ہوتا ہے اب ان دو حدیثوں کے باہمی اختلاف کو ختم کرنے کے لئے امام اعظم نے اس کے جھوٹے کو ناپاک تو قرار نہیں دیا مگر مکروہ تنزیہی کے درجے میں رکھا کہ وقت ضرورت اسے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ ابو قتادہ نے عرب کے رواج کے مطابق بیٹے کی بہو کو بھتیجی کہا اگرچہ حقیقت میں وہ چچا نہ ہوں مگر آپس میں اسلامی اخوت کی بنا پر یہ رشتہ ضرور قائم ہو جاتا ہے

(۴۴۶) وَعَنْ دَاوُدَ بْنِ صَالِحِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ اُمِّهٖ اَنَّ مَوْلَاتَهَا اَرْسَلَتْهَا بِهَرِيْسَةٍ اِلٰى عَائِشَةَ قَالَتْ فَوَجَدْتُهَا تُصَلِّيْ فَاَشَارَتْ اِلَيَّ اَنْ ضَعِيْهَا فَجَاءَتْ هِرَّةٌ فَاَكَلَتْ مِنْهَا فَلَمَّا انْصَرَفَتْ عَائِشَةُ مِنْ صَلَاتِهَا اَكَلَتْ مِنْ حَيْثُ اَكَلَتِ الْهِرَّةُ فَقَالَتْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّهَا لَيْسَتْ بِنَجَسٍ اِنَّمَا هِيَ مِنَ الطَّوَّافِيْنَ عَلَيْكُمْ وَاِنِّيْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّاُ بِفَضْلِهَا رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ۔

ترجمہ :۔ حضرت داؤد بن صالح بن دینار اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھیں ان کی مولی نے (یعنی جس کی وہ باندی تھیں اس نے) ہریسہ دیکر حضرت عائشہؓ کی خدمت میں بھیجا وہ کہتی ہیں کہ میں نے انھیں نماز پڑھتے ہوئے پایا تو انھوں نے میری طرف اشارہ کیا کہ اسے رکھ دے، اتنے میں بلی آئی اور اس میں سے کھانے لگی۔ جب حضرت عائشہؓ نماز سے فارغ ہوئیں انھوں نے وہیں کھایا جہاں سے بلی نے کھایا تھا۔ اور فرمایا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ بلی ناپاک نہیں ہے کیونکہ وہ تمہارے یہاں آنے جانے والوں میں سے ہے۔ اور بے شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلی کے جھوٹے پانی سے وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (ابوداؤد)۔

نماز میں اشارہ کرنا نماز میں ہاتھ یا سر کا فروتنا اتنا اشارہ جائز ہے جتنا حضرت عائشہ نے کیا۔ کوئی ایسا فعل جو نماز کے اندر مناسب نہیں عمل کثیر کہلاتا ہے، یہ مفسد نماز ہے۔ اسی طرح نماز میں کوئی کلمہ زبان سے کہدینا بھی نماز کو فاسد کر دیتا ہے۔ جن علماء کے نزدیک بلی کا جھوٹا پاک ہے ان کے لئے یہ حدیث دلیل ہے۔ لیکن احناف مختلف احادیث کے پیش نظر چونکہ بلی کے جھوٹے کو مکروہ تنزیہی قرار دیتے ہیں اس لئے اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ رسول اللہ نے محض بیان جواز کے لئے بلی کا جھوٹا پانی وضو کے لئے استعمال فرمالیا۔ علماء نے ان احادیث سے بلی پالنے کا استحباب بھی ثابت کیا ہے۔

(۴۴۷) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَتَوَضَّاُ بِمَا اَفْضَلَتِ الْحُمُرُ قَالَ نَعَمْ وَبِمَا اَفْضَلَتِ السِّبَاعُ كُلُّهَا رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ۔

ترجمہ :۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ جو پانی گدھوں کا جھوٹا ہو کیا ہم اس سے وضو کر لیا کریں، آپ نے فرمایا ہاں (کر لیا کرو) اور جو پانی کسی بھی درندے کا جھوٹا ہو (وہ بھی پاک ہے) شرح السنۃ۔

درندوں کا جھوٹا پانی اس حدیث کے مطابق امام شافعی کے نزدیک کتے اور خنزیر کے سوا سب درندوں کا جھوٹا پاک ہے احناف کے نزدیک ناپاک ہے، ان کے منہ کا لعاب اس میں شامل ہو جاتا ہے اور لعاب گوشت سے پیدا ہوتا ہے جو نجس ہے۔ جن احادیث سے درندوں کا جھوٹا پاک معلوم ہوتا ہے ان کی صحت میں اختلاف ہے۔ اور اگر وہ صحت کو بھی پہونچیں تو ان میں پانی کی معمولی مقدار مراد نہیں بلکہ پانی کے تالاب اور چشمے ہیں جن سے جنگل میں درندے بالعموم پانی پیتے ہیں۔ جس کی تصریح یحییٰ اور ابو سعید کی اگلی احادیث سے معلوم ہوتی ہے۔ اگر اس حدیث کے معنی کو مطلق رکھا جائے

تو کتے اور خنزیر کا جھوٹا بھی پاک ہونا چاہئے حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔ اس بنا پر اس حدیث کا وہی مفہوم صحیح ہے جو احناف نے مراد لیا ہے۔

چونکہ گدھوں اور خچروں کے جھوٹے پانی کے استعمال کے متعلق احادیث مختلف ہیں، کسی سے حرمت اور کسی سے اباحت معلوم ہوتی ہے، اس لئے ان کا جھوٹا مشکوک ہے، صاحب مرقاۃ نے دونوں قول نقل کئے ہیں، جائز ہونے کے بھی اور ناجائز ہونے کے بھی، صحابہ میں بھی یہ مسئلہ مختلف فیہ تھا۔ ابن عمرؓ نجس کہتے تھے۔ اور ابن عباس کے نزدیک پاک تھا۔

دراصل درندوں کا لعاب نجس ہے، اس بنا پر مسئلہ یہ ہے کہ کتا اگر آدمی کا جسم یا کپڑا غصے میں پکڑ لے تو وہ حصہ ناپاک نہیں ہوتا، اور اگر کھیل کود میں پکڑے جیسا کہ جانوروں کی عادت ہوتی ہے تو وہ حصہ ناپاک ہو جائے گا کہ غصہ میں وہ صرف دانتوں سے گرفت کرتا ہے اور دانتوں میں رطوبت نہیں ہوتی اور کھیلنے کی حالت میں ہونٹوں سے پکڑتا ہے جو رطوبت سے تر ہوتے ہیں۔

(۴۴۸) وَعَنْ اُمِّ هَانِئٍ قَالَتِ اغْتَسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ وَمَيْمُوْنَةُ فِيْ قَصْعَةٍ فِيْهَا اَثَرُ الْعَجِيْنِ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ۔

ترجمہ:۔ حضرت ام ہانیؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور (آپ کی بیوی) حضرت میمونہ رضی نے لگن میں غسل کیا جس میں گندھے ہوئے آٹے کا اثر تھا۔ نسائی۔ ابن ماجہ۔

چونکہ امام شافعی کے نزدیک لگن میں آٹے کا اثر زیادہ نہیں تھا۔ اس لئے اس سے غسل جائز تھا، اور احناف کے نزدیک پاک چیز سے پانی میں کچھ تغیر بھی ہو جائے تو جب تک پانی گاڑھا نہ ہو اس وقت تک اس سے وضو جائز ہے

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

(۴۴۵) عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ اِنَّ عُمَرَ خَرَجَ فِيْ رَكْبٍ فِيْهِمْ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ حَتّٰى وَرَدُوْا حَوْضًا فَقَالَ عَمْرٌو يَا صَاحِبَ الْحَوْضِ هَلْ تَرِدُ حَوْضَكَ السِّبَاعُ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَا صَاحِبَ الْحَوْضِ لَا تُخْبِرْنَا فَاِنَّا نَرِدُ عَلَى السِّبَاعِ وَتَرِدُ عَلَيْنَا رَوَاهُ مَالِكٌ وَزَادَ رَزِيْنٌ قَالَ زَادَ بَعْضُ الرُّوَاةِ فِيْ قَوْلِ عُمَرَ رض وَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَهَا مَا اَخَذَتْ فِيْ بُطُوْنِهَا وَمَا بَقِيَ فَهُوَ لَنَا طَهُوْرٌ وَّشَرَابٌ۔

تیسری فصل

ترجمہ:۔ حضرت یحییٰ بن عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ، حضرت عمرؓ ایک قافلے میں نکلے جس میں عاص کے بیٹے عمرو بھی تھے جب وہ پانی کے ایک حوض پر پہنچے تو عمرو بن العاص نے پوچھا کہ (بھائی حوض والے کیا تمہارے حوض پر (پانی پینے) درندے بھی آتے ہیں (اس پر، حضرت عمر بولے کہ حوض والے! ہمیں (اس کے بارے میں) کچھ نہ بتلاؤ کیونکہ ہمیں اس تحقیق کی ضرورت نہیں کہ ہم درندوں (کے چشموں) پر (پانی پینے کے لئے) آتے ہیں۔ اور درندے ہمارے (چشموں کے) اوپر (پانی پینے کے لئے) آتے ہیں مالک۔ رزین نے اتنا اور زیادہ بیان کیا ہے کہ بعض راویوں نے حضرت عمر کے قول میں اتنا اور اضافہ کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ درندوں کے لئے وہ چیز ہے جو وہ اپنے پیٹ میں لے لیں اور جو باقی بچیں وہ ہمارے لئے

پاک کرنے والا اور پینے کے قابل ہے۔

(۴۵۰) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنِ الْحِیَاضِ الَّتِیْ بَیْنَ مَکَّۃَ وَالْمَدِیْنَۃِ تَرِدُھَا السِّبَاعُ وَالْکِلَابُ وَالْحُمُرُ عَنِ الطُّھْرِ مِنْھَا فَقَالَ لَھَا مَا حَمَلَتْ فِیْ بُطُوْنِھَا وَلَنَا مَا غَبَرَ طَھُوْرٌ۔ رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ۔

ترجمہ :۔ حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان تالابوں کے پانی کے بارے میں دریافت کیا گیا جو مکے اور مدینے کے درمیان واقع ہیں اور جن پر (پانی پینے کے لئے) درندے، کتے اور گدھے آتے جاتے ہیں، آپ نے (جواب میں) ارشاد فرمایا کہ یہ جانور جو کچھ اپنے پیٹوں میں اٹھا رکھیں وہ تو ان کا حق ہے اور جو باقی چھوڑ دیں وہ ہمارے لئے پاک کرنے والا ہے۔ ابن ماجہ۔

تشریح :۔ حدیث ۴۴۹ اور ۴۵۰ سے معلوم ہوا کہ بڑے تالاب جو ماء کثیر کا حکم رکھتے ہیں ان کا پانی درندوں کے استعمال سے نجس نہیں ہوتا۔ تھوڑا پانی ان کے استعمال سے ضرور نجس ہو جاتا ہے۔

(۴۵۱) وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ لَا تَغْتَسِلُوْا بِالْمَآءِ الْمُشَمَّسِ فَاِنَّہٗ یُوْرِثُ الْبَرَصَ رَوَاہُ الدَّارَ قُطْنِیُّ۔

ترجمہ :۔ حضرت عمرؓ بن الخطاب فرماتے ہیں کہ جو پانی دھوپ میں گرم ہو جائے اس سے غسل نہ کرو کیوں کہ وہ سفید داغوں کی بیماری پیدا کرتا ہے۔ دار قطنی۔

دھوپ میں گرم شدہ پانی کا حکم

بعض نے یہ سمجھا ہے کہ قصداً دھوپ میں پانی گرم کرنا مراد ہے۔ لیکن ظاہر یہی ہے کہ خواہ خود بخود دھوپ میں رکھا رکھا گرم ہو جائے یا کیا جائے۔ میرک شاہؒ نے حضرت عمرؓ کے قول کو ضعیف قرار دیا گیا ہے کہ رسول اللہ سے اس کے بارہ میں کوئی حدیث ثابت نہیں۔ لیکن شوافع اس قول کو دوسری سند سے ثابت کرتے ہیں جو صحیح ہے۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ دھوپ میں گرم شدہ پانی کو عادتاً استعمال نہ کرے۔ امام شافعی کے نزدیک اس پانی کے استعمال میں اختلاف ہے، صحیح قول یہی ہے کہ ان کے نزدیک مکروہ ہے مگر بعد کے شافعی علماء مکروہ نہیں کہتے جیسا کہ امام اعظم، امام مالکؒ و امام احمد کی رائے ہے۔

باب تطہیر النجاسات

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

(۴۵۲) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا شَرِبَ الْکَلْبُ فِیْ اِنَاءِ اَحَدِکُمْ فَلْیَغْسِلْہُ سَبْعَ مَرَّاتٍ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِمُسْلِمٍ قَالَ طُھُوْرُ اِنَاءِ اَحَدِکُمْ اِذَا وَلَغَ فِیْہِ الْکَلْبُ اَنْ یَغْسِلَہٗ سَبْعَ مَرَّاتٍ اُوْلٰھُنَّ بِالتُّرَابِ۔

ناپاکی دور کرنے کا بیان

پہلی فصل :۔ ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کے

Marfat.com

برتن سے کتا دیکھ، پی لے تو اسے چاہئے کہ اس برتن کو سات بار دھوئے۔ بخاری۔ مسلم۔ مسلم کی ایک روایت میں یہ ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ تم میں سے کسی کے بھی برتن کی پاکی یہ ہے۔ جب کتا اسمیں منہ ڈالدے۔ کہ اسے سات مرتبہ دھوئے اور پہلی بار مٹی سے۔

کتا برتن ناپاک کردے تو کیا حکم ہے

کتا جس برتن میں سے کچھ کھا پی لے۔ اکثر محدثین اور امام اعظم کے سوا تینوں ائمہ کے نزدیک اس کو سات بار دھونا چاہئے۔ امام اعظم کے نزدیک اور ناپاک چیزوں کی طرح وہ بھی تین بار دھونے سے پاک ہوجاتا ہے، اور مٹی سے بھی دھونا ضروری نہیں کہ خود ابوہریرہؓ جو اس حدیث کے راوی ہیں کتے کا جھوٹا برتن تین دفعہ پاک کرتے تھے۔ جب راوی کا عمل یا فتویٰ اس کی روایت کے خلاف ہو تو اس کے عمل کو ترجیح دی جائے گی۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ کتوں کے بارے میں یہ سختی ابتدا میں تھی بعد میں منسوخ ہوگئی، جیسا کہ شروع میں آپ نے کتوں کے مارنے کا حکم دیا تھا پھر اس حکم کو منسوخ کردیا گیا۔ یہ سات بار دھونا اب صرف احتیاط کے درجے میں ہے، وجوب کے نہیں۔

(۴۵۳) وَعَنْهُ قَالَ قَامَ اَعْرَابِیٌّ فَبَالَ فِی الْمَسْجِدِ فَتَنَاوَلَهُ النَّاسُ فَقَالَ لَهُمُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَعُوْهُ وَهَرِیْقُوْا عَلٰی بَوْلِهٖ سَجْلًا مِّنْ مَّاءٍ اَوْ ذَنُوْبًا مِّنْ مَّاءٍ فَاِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُیَسِّرِیْنَ وَلَمْ تُبْعَثُوْا مُعَسِّرِیْنَ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) ایک گنوار آدمی کھڑا ہو کر مسجد میں پیشاب کرنے لگا تو لوگ اس کے پیچھے پڑ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر پانی کا ڈول بہا دو یا دیہ فرمایا، پانی کا بھرا ہوا ڈول بہا دو۔ کیونکہ تم سہولت پیدا کرنے والے (بناکر) بھیجے گئے ہو نہ کہ تنگی پیدا کرنے والے۔ بخاری۔

ناپاک زمین کو پاک کرنے کا طریقہ

حدیث سے معلوم ہوا نجس زمین پر اگر کافی مقدار میں پانی بہا دیا جائے تو وہ جگہ پاک ہوجاتی ہے اور یہ بھی کہ نجاست کا دھوون اپنے رنگ، بو اور ذائقہ میں متغیر نہ ہو تو پاک ہے۔ کسی جگہ اس کی چھینٹ پڑ جائے تو وہ ناپاک نہیں ہوتی۔ البتہ علماء کا اس میں اختلاف ہے۔ صحیح قول یہ ہے کہ جگہ پاک ہونیکے بعد اگر وہاں سے ہو تو دھوون ناپاک نہیں اور اگر پوری طرح پاک ہونے سے پہلے دھوون کی چھینٹ پڑ جائے تو ناپاک ہے۔ طیبی نے اس حدیث سے امام شافعی اور امام مالک کے مسلک پر استدلال کیا ہے کہ زمین کی ناپاکی صرف دھونے سے دور ہوتی ہے۔ نجاست کے سوکھ جانے اور خشک ہوجانے سے زمین پاک نہیں ہوتی۔ امام صاحب کے نزدیک نجس زمین اگر خشک ہوجائے تو وہ خود بخود پاک ہوجاتی ہے، یا خشک ہونے سے پہلے نجس آلود مٹی کھرچ کر پھینک دی جائے تب بھی زمین پاک ہوجاتی ہے۔ جہاں تک اس حدیث کا تعلق ہے تو یہاں صرف پیشاب پاک کرنا ہی مقصود نہیں تھا بلکہ مسجد کا ادب و احترام بھی پیش نظر تھا۔ پانی اس لئے ڈالا گیا کہ نجاست کم ہوجائے اور پیشاب کی بو اور اس کا رنگ پانی کی وجہ سے ہلکا پڑ جائے اور خشک ہونے کے بعد زمین پاک ہو۔ پھر حدیث سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ زمین خشک ہونے سے پہلے وہاں نماز پڑھی گئی ہو۔ اس کے علاوہ ابن عمر کی حدیث احناف کی دلیل ہے جسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ کے عہد میں کتے مسجد میں آتے جاتے تھے اور پیشاب کرتے تھے اس پر پانی نہیں ڈالا جاتا تھا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب پیشاب خشک ہوجاتا تھا تو نجاست سے زمین پاک ہوجاتی تھی۔ پانی سے پاک کرنا ضروری نہیں سمجھا جاتا تھا۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ملا علی قاری نے اس پر تفصیلی بحث کی ہے۔

حدیث کے آخر میں راوی کو شک ہوا کہ ذنوب کا لفظ استعمال کیا یا سجل کا۔ پہلے کے معنی ہیں بھرے ہوئے ڈول کے اور دوسرے کے معنی مطلق ڈول کے ہیں۔ خواہ پانی اس میں کم ہو یا زیادہ ہو۔ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو شفقت و محبت کی تعلیم دی۔ کسی

Marfat.com

شخص سے اگر نادانستگی میں کوئی غلطی واقع ہو جائے تو اس کی اصلاح نرمی اور محبت سے کرنی چاہئے نہ کہ شدت اور سختی سے۔ آجکل کے مدعیان اصلاح کو اس حدیث سے سبق حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔

(٤٥٤) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ فِي الْمَسْجِدِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ جَاءَ اَعْرَابِيٌّ فَقَامَ يَبُوْلُ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْ مَهْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُزْرِمُوْهُ دَعُوْهُ فَتَرَكُوْهُ حَتّٰى بَالَ ثُمَّ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَاهُ فَقَالَ لَهٗ اِنَّ هٰذِهِ الْمَسَاجِدَ لَا تَصْلُحُ لِشَيْءٍ مِّنْ هٰذَا الْبَوْلِ وَالْقَذَرِ اِنَّمَا هِيَ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَالصَّلٰوةِ وَقِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ اَوْ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَاَمَرَ رَجُلًا مِّنَ الْقَوْمِ فَجَاءَ بِدَلْوٍ مِّنْ مَّاءٍ فَسَنَّهٗ عَلَيْهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

ترجمہ :- حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) ہم رسول اللہ کے ساتھ مسجد میں موجود تھے کہ یک بیک ایک گنوار آیا اور کھڑے ہو کر مسجد میں پیشاب کرنے لگا۔ رسول اللہ کے اصحاب نے (اس پر اسے ٹوکتے ہوئے) کہا کہ رک جا رک جا! تب رسول اللہ نے ارشاد فرمایا اسے نہ روکو، چھوڑ دو۔ چنانچہ انھوں نے اسے چھوڑ دیا حتی کہ اس نے پیشاب کر لیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلایا اور اس سے فرمایا کہ یہ مسجدیں اس پیشاب اور گندگی وغیرہ کے لئے نہیں ہیں۔ یہ تو صرف ذکر الٰہی، نماز اور قرأۃ قرآن کے لئے ہیں۔ یا اسی کے قریب قریب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور لوگوں میں سے ایک شخص کو حکم دیا تو وہ پانی کا ڈول بھرکر لایا اور اس کے پیشاب کے اوپر بہا دیا۔ بخاری۔ مسلم۔

تشریح :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طرف اس جاہل شخص کو پیشاب کرتے کرتے درمیان میں روکنے سے منع فرما دیا کہ اس طرح اسے نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا۔ پھر یہ کہ وہ شخص پیشاب کرنے کی حالت میں اگر مسجد سے باہر جاتا تو پیشاب سے اور جگہ بھی نجس ہو جاتی۔ اور دوسری طرف حکیمانہ انداز میں پیغمبرانہ طریق اصلاح کے مطابق بعد میں اس شخص کو شفقت و محبت سے سمجھا بھی دیا۔

(٤٥٥) وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرٍ قَالَتْ سَاَلَتِ امْرَاَةٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ اِحْدَانَا اِذَا اَصَابَ ثَوْبَهَا الدَّمُ مِنَ الْحَيْضَةِ كَيْفَ تَصْنَعُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَصَابَ ثَوْبَ اِحْدٰكُنَّ الدَّمُ مِنَ الْحَيْضَةِ فَلْتَقْرُصْهُ ثُمَّ لْتَنْضَحْهُ بِمَاءٍ ثُمَّ لْتُصَلِّ فِيْهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

ترجمہ :- حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ فرماتی ہیں کہ ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا اور کہا کہ یا رسول اللہ مجھے بتلائیے کہ ہم میں سے کسی کے کپڑے کو حیض کا خون لگ جائے تو وہ کیا کرے۔ آپ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کا کپڑا حیض سے آلودہ ہو جائے تو اسے چاہئے کہ وہ (کپڑا پہلے) چٹکیوں سے ملے، پھر پانی سے اس کو دھووے۔ پھر نماز پڑھے، اس میں (اگرچہ وہ بھیگا ہوا ہو)۔ بخاری۔ مسلم۔

(٤٥٦) وَعَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ عَنِ الْمَنِيِّ يُصِيْبُ الثَّوْبَ فَقَالَتْ كُنْتُ اَغْسِلُهٗ مِنْ ثَوْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَخْرُجُ اِلَى الصَّلٰوةِ وَاَثَرُ الْغُسْلِ فِيْ ثَوْبِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

ترجمہ :- حضرت سلیمان بن یسار فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے منی کے متعلق پوچھا جو کپڑے کو لگ جائے انھوں نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کپڑا (جس پر منی کا اثر ہوتا تھا) دھوتی تھی۔ پھر آپ نماز کے لئے باہر تشریف لیجاتے تھے۔ اور دھونے کا نشان آپ کے کپڑے میں ہوتا۔ بخاری۔ مسلم۔

منی ناپاک ہے

معلوم ہوا کہ منی ناپاک ہے جیسا کہ امام اعظم اور امام مالک کا مذہب ہے۔ اور امام شافعی کے نزدیک پاک ہے۔ جس طرح ناک کی ریزش پاک ہے۔

Marfat.com

(۴۵۷) وَعَنِ الْاَسْوَدِ وَھَمَّامٍ عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ کُنْتُ اَفْرُکُ الْمَنِیَّ مِنْ ثَوْبِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَبِرِوَایَۃِ عَلْقَمَۃَ وَالْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَۃَ نَحْوَہٗ وَفِیْہِ یُصَلِّیْ فِیْہِ۔

ترجمہ :۔ حضرت اسود اور ہمام حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے منی رگڑ دیتی تھی۔ مسلم۔ حضرت عائشہ علقمہ اور اسود کے واسطے سے جو روایت ہے وہ بھی اسی طرح ہے (مگر، اسمیں (اتنا اور) ہے کہ آپ اس کپڑے میں نماز پڑھتے تھے۔

تشریح :۔ امام اعظم کے نزدیک منی غلیظ ہو اور کپڑوں کے اندر سرایت نہ کرے اس کو رگڑ کر چھڑا دینا کافی ہے اور جو پتلی ہو اس کا دھولینا کافی ہے۔

(۴۵۸) وَعَنْ اُمِّ قَیْسٍ بِنْتِ مِحْصَنٍ اَنَّھَا اَتَتْ بِابْنٍ لَھَا صَغِیْرٍ لَمْ یَاکُلِ الطَّعَامَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَجْلَسَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ حِجْرِہٖ فَبَالَ عَلٰی ثَوْبِہٖ فَدَعَا بِمَاءٍ فَنَضَحَہٗ وَلَمْ یَغْسِلْہُ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

ترجمہ :۔ حضرت ام قیس بنت محصن سے روایت ہے کہ وہ اپنے چھوٹے بیٹے کو جو ابھی کھانا کھانے کے لائق بھی نہیں ہوا تھا لیکر رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنی آغوش مبارک میں بٹھالیا، اس نے آپ کے کپڑوں پر پیشاب کرلیا۔ آپ نے پانی منگوایا اور اسے (اپنے کپڑوں پر) بہالیا اور دھویا نہیں۔ بخاری۔ مسلم۔

بچے کا پیشاب

امام شافعیؒ کے نزدیک اس حدیث کے مطابق شیرخوار بچہ جو ابھی اناج نہ کھاتا ہو پیشاب کردے تو اسے دھونا ضروری نہیں صرف پانی چھڑک لیا جائے۔ لیکن چونکہ متعدد احادیث میں پیشاب سے بچنے کی شدید تاکید ہے اس لئے امام اعظم اور امام مالک کے نزدیک دھونا ضروری ہے۔ اور نضح کا مطلب ان کے نزدیک یہاں پانی بہانا ہے اور لم یغسلہ کا مطلب یہ ہے کہ کپڑے کو بہت زیادہ اہتمام کے ساتھ نہیں دھویا۔ طحاوی کہتے ہیں کہ نضح کا مطلب یہاں بغیر ملے اور بغیر نچوڑے صرف پانی بہادینا ہے۔ حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بزرگوں کے پاس برکت کے لئے چھوٹے بچوں کا لیجانا اور بچوں سے تواضع اور شفقت سے پیش آنا بھی مستحب ہے۔

(۴۵۹) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِذَا دُبِغَ الْاِھَابُ فَقَدْ طَھُرَ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

ترجمہ :۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب چمڑے کو رنگ لیا جائے تو وہ پاک ہوجاتا ہے۔ مسلم۔

چمڑا رنگنے سے پاک ہوجاتا ہے

دباغت یعنی رنگنے کا مطلب یہ ہے کہ نجاست وغیرہ سے پاک کرلیا جائے، اس کے مختلف طریقے ہیں، یا تو کسی درخت کی چھال وغیرہ سے رنگتے ہیں یا دھوپ میں خشک کرتے ہیں، دھوپ میں چمڑا خشک کیا جائے تو دباغت نہیں ہوتی۔ دباغت چاروں ائمہ کے نزدیک ثابت ہے۔ البتہ اختلاف یہ ہے کہ امام اعظم کے نزدیک صرف سور کا چمڑا اپنی فطری نجاست کی بنا پر اور آدمی کی کھال اپنی عظمت کی بنا پر دباغت سے پاک نہیں ہوتی۔ اس کے سوا ہر چمڑا دباغت سے پاک ہوجاتا ہے۔ امام شافعی کے نزدیک کتے کا چمڑا دباغت سے پاک نہیں ہوتا۔ امام مالک کے نزدیک مردہ کا چمڑا دباغت سے پاک نہیں ہوگا۔ حالانکہ حدیث مطلق ہے کہ ہر طرح کا چمڑا دباغت سے پاک ہوجائے گا، جو امام اعظم کا

مسلک ہے۔

(۴۶۰) **وَعَنْهُ** قَالَ تُصُدِّقَ عَلٰى مَوْلَاةٍ لِمَيْمُونَةَ رضی اللہ عنہا بِشَاةٍ فَمَاتَتْ فَمَرَّ بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَلَّا أَخَذْتُمْ إِهَابَهَا فَدَبَغْتُمُوْهُ فَانْتَفَعْتُمْ بِهٖ فَقَالُوْا إِنَّهَا مَيْتَةٌ فَقَالَ إِنَّمَا حَرُمَ أَكْلُهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

ترجمہ :۔ حضرت ابن عباس ہی سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت میمونہ کی ایک آزاد کردہ باندی کو ایک بکری صدقہ میں دی گئی، پھر وہ مرگئی۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ہوا، آپ نے فرمایا کہ تم لوگوں نے اس کا چمڑا کیوں نہ اتار لیا۔ کہ اسے دباغت دیتے اور پھر اس سے کچھ فائدہ اٹھاتے۔ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ تو مردار ہے۔ آپ نے فرمایا کہ صرف اس کا کھانا حرام کیا گیا ہے۔ بخاری۔ مسلم۔

تشریح :۔ جو حلال جانور خود بخود مرجائے اس کا وہ حصہ جو ذبح کرنے کی حالت میں کھانا جائز تھا اب حرام ہو جاتا ہے اس کے علاوہ اس کی اور چیزیں سینگ بال وغیرہ کا استعمال جائز ہے۔

(۴۶۱) **وَعَنْ** سَوْدَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ مَاتَتْ لَنَا شَاةٌ فَدَبَغْنَا مَسْكَهَا ثُمَّ مَا زِلْنَا نَنْبِذُ فِيْهِ حَتّٰى صَارَ شَنًّا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

ترجمہ :۔ حضرت سودہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ فرماتی ہیں کہ ہماری ایک بکری مر گئی تو ہم نے اس کی کھال کو دباغت دیدی۔ پھر ہم ہمیشہ اس میں نبیذ استعمال کرتے رہے۔ حتی کہ وہ استعمال کرتے کرتے پرانی مشک ہو گئی۔ بخاری۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

(۴۶۲) **عَنْ** لُبَابَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ قَالَتْ كَانَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ فِيْ حِجْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَالَ عَلٰى ثَوْبِهٖ فَقُلْتُ الْبَسْ ثَوْبًا وَأَعْطِنِيْ إِزَارَكَ حَتّٰى أَغْسِلَهُ قَالَ إِنَّمَا يُغْسَلُ مِنْ بَوْلِ الْأُنْثٰى وَيُنْضَحُ مِنْ بَوْلِ الذَّكَرِ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُوْ دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِأَبِيْ دَاوُدَ وَالنَّسَائِيِّ عَنْ أَبِي السَّمْحِ قَالَ يُغْسَلُ مِنْ بَوْلِ الْجَارِيَةِ وَيُرَشُّ مِنْ بَوْلِ الْغُلَامِ۔

دوسری فصل

ترجمہ :۔ حضرت لبابہ بنت الحارث فرماتی ہیں کہ حضرت حسینؓ حضرت علیؓ کے صاحبزادے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوش میں تھے۔ انھوں نے آپ کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا، میں نے عرض کیا کہ آپ دوسرا کپڑا پہن لیجئے۔ اور اپنی لنگی مجھے دیجئے تاکہ اسے دھو دوں۔ آپ نے فرمایا صرف لڑکی کا پیشاب دھویا جاتا ہے اور لڑکے کا پیشاب کو چھینٹا دے لیا جاتا ہے۔ احمد ابوداؤد ابن ماجہ۔ ابوداؤد اور نسائی کی روایت میں ہے ابی سمح سے یوں منقول ہے آپ نے فرمایا کہ لڑکی کا پیشاب دھویا جاتا ہے اور لڑکے کے پیشاب پر پانی چھڑکا جاتا ہے

تشریح :۔ طحاوی کہتے ہیں کہ یہاں چھینٹا دینے سے اوپر سے پانی بہا دینا اور دھونے سے خوب اچھی طرح اہتمام سے دھونا مراد ہے۔ حضرت عائشہؓ سے ایک روایت ہے کہ رسول اللہ کی خدمت میں ایک لڑکا لایا گیا۔ جس نے آپ پر پیشاب کر دیا آپ نے حکم دیا کہ اس پر دھار باندھ کر پانی بہا دو۔ اس سے معلوم ہوا کہ لڑکے کے پیشاب کا بھی دھونا ضروری ہے اگرچہ معمولی

Marfat.com

اوپر سے پانی بہا دینا کافی ہے۔ اور کیونکہ لڑکے کا پیشاب بصرف دھار بندھ کر ایک چھوٹے سے مقام سے خارج ہوتا ہے اس لئے اس کا زیادہ اہتمام سے دھونا ضروری نہیں ہے۔ اور لڑکی کا پیشاب قدرتاً خارج ہونے کے لئے زیادہ جگہ گھیرتا ہے، اس لئے اس میں اہتمام سے دھونے کی ضرورت ہے۔

(۴۶۳) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وَطِئَ أَحَدُكُمْ بِنَعْلِهِ الْأَذَى فَإِنَّ التُّرَابَ لَهُ طَهُوْرٌ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَلِابْنِ مَاجَةَ مَعْنَاهُ۔

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی جوتے پہن کر کسی گندگی پر چلے تو مٹی اس کو پاک کر دیتی ہے۔ ابوداؤد۔ ابن ماجہ نے اسی مضمون کی روایت بیان کی ہے۔

جوتے کو اگر گندگی لگ جائے

امام اعظم اور امام محمدؒ کے نزدیک خشک اور سخت قسم کی گندگی جوتے یا موزے کو لگ جائے تو حدیث کے تحت وہ مٹی کی رگڑ سے پاک ہو جاتی ہے، اگر تر قسم کی نجاست جوتے کو لگ جائے تو وہ رگڑ سے دور نہ ہوگی۔ امام ابویوسف کی اور امام شافعی کی پہلی رائے یہی ہے کہ حدیث عام ہے، اس لئے جو گندگی غلیظ اور دلدار ہو جیسا گوبر وغیرہ خشک ہو یا تر ہو جوتے میں لگ جائے تو وہ زمین میں خوب رگڑنے سے دور ہو جائے گی۔ حنفیہ ابویوسف کے قول پر فتویٰ دیتے ہیں اور شافعی کی بعد کی رائے یہ ہے کہ ایسی گندگی کو پانی سے دھونا چاہئے۔ یہ اختلاف صرف غلیظ اور دل رکھنے والی نجاست میں ہے۔ اور جو نجاست رقیق اور پتلی ہو جیسے پیشاب وغیرہ اس کا دھونا بالاتفاق واجب ہے۔

(۴۶۴) وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ لَهَا امْرَأَةٌ إِنِّي أُطِيْلُ ذَيْلِي وَأَمْشِي فِي الْمَكَانِ الْقَذِرِ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُطَهِّرُهُ مَا بَعْدَهُ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَمَالِكٌ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْ دَاوُدَ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَا الْمَرْأَةُ أُمُّ وَلَدٍ لِإِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ۔

ترجمہ:- حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے، ان سے ایک عورت نے کہا کہ میں (قمیص کا) دامن لمبا رکھتی ہوں اور گندی جگہوں پر مجھے چلنا ہوتا ہے۔ ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس کے جواب میں) فرمایا کہ اس گندگی کے بعد جو خالص مٹی آتی ہے وہ اسے پاک کر دیتی ہے۔ احمد۔ مالک۔ ترمذی۔ ابوداؤد۔ دارمی۔ ابوداؤد اور دارمی نے کہا ہے کہ وہ عورت عبدالرحمٰن ابن عوف کے بیٹے ابراہیم کی ام ولد تھی۔

دامن کو راہ کی گندگی اگر لگ جائے

دامن کو راہ کی خشک نجاست اگر لگ جائے تو اس کے بعد کی پاک مٹی لگنے سے وہ نجاست دور ہو جائے گی اور دامن پاک ہو جائے گا۔ تر نجاست کپڑے کو لگ جائے تو بغیر دھوئے کپڑا پاک نہ ہوگا کہ اس پر علماء کا اجماع ہے۔ صرف جوتے اور چمڑے کے موزے کے بارہ میں تابعین کی ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ تر نجاست بھی مٹی کی رگڑ سے دور ہو جائے گی جیسا کہ امام ابویوسف اور امام شافعی کا ایک قول اوپر آچکا ہے، اس عورت کا نام علماء نے حمیدہ لکھا ہے۔

(۴۶۵) وَعَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيْكَرِبَ قَالَ نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لُبْسِ جُلُوْدِ السِّبَاعِ وَالرُّكُوْبِ عَلَيْهَا رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ۔

ترجمہ:- حضرت مقدام ابن معدیکرب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے درندوں کا چمڑا پہننے اور اس پر سوار ہونے سے منع فرمایا ہے۔ ابوداؤد۔ نسائی۔

Marfat.com

درندوں کے چمڑے کا استعمال

شیر چیتہ وغیرہ اس قسم کے جانور اپنی فطرۃ میں خوں خواری اور بے رحمی رکھتے ہیں، پھر یہ کہ ایسے جانوروں کے چمڑے کا استعمال بالعموم کبر کی علامت ہے۔ اس لئے ان کی کھال بچھا کر اس پر بیٹھنا، اس کا لباس بنانا، یا زین کس کر کسی درندے کو اپنی سواری بنانا، سب ممنوع ہے۔ لیکن یہ حکم نہی تنزیہی کی حیثیت رکھتا ہے جن کے نزدیک مردار کے بال دباغت سے پاک نہیں ہوتے اور نجس رہتے ہیں وہ اس کو نہی تحریمی پر محمول کرتے ہیں۔

(٤٦٦) وَعَنْ اَبِی الْمَلِیْحِ ابْنِ اُسَامَۃَ عَنْ اَبِیْہِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی عَنْ جُلُوْدِ السِّبَاعِ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤدَ وَالنَّسَائِیُّ وَزَادَ التِّرْمِذِیُّ وَالدَّارِمِیُّ اَنْ تُفْتَرَشَ۔

ترجمہ:۔ حضرت ملیح بن اسامہؓ اپنے والد سے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے درندوں کا چمڑا استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے۔ احمد۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ ترمذی۔ اور دارمی نے اتنا اور بیان کیا ہے کہ ان کا چمڑا بچھانے سے بھی منع فرمایا ہے۔

(٤٦٧) وَعَنْ اَبِی الْمَلِیْحِ اَنَّہٗ کَرِہَ ثَمَنَ جُلُوْدِ السِّبَاعِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوالملیح سے روایت ہے کہ وہ درندوں کے چمڑے کی خرید و فروخت کو مکروہ سمجھتے تھے (ترمذی)

تشریح:۔ ان کا مسلک یہ ہی تھا۔ ابن ملک نے اس کی تصریح کی ہے۔ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے کہ دباغت سے پہلے مردار چمڑے کا مول تول درست نہیں۔ صاحب مشکوٰۃ نے کتاب کا حوالہ نہیں دیا تھا۔ بعد میں ترمذی کا حوالہ بڑھایا گیا ہے۔

(٤٦٨) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُکَیْمٍ قَالَ اَتَانَا کِتَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ لَّا تَنْتَفِعُوْا مِنَ الْمَیْتَۃِ بِاِھَابٍ وَّلَا عَصَبٍ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤدَ وَالنَّسَائِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ۔

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عکیم فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب گرامی آیا کہ تم مردار کے چمڑے اور پٹھے سے کوئی فائدہ نہ اٹھاؤ۔ ترمذی۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ ابن ماجہ۔

تشریح:۔ منشا یہ ہے کہ مردار کے چمڑے کو بغیر رنگے استعمال نہ کرو، جس کی صراحت دوسری احادیث میں موجود ہے اور اسی بنا پر اکثر علماء کے نزدیک مردار کی کھال سے رنگنے کے بعد فائدہ اٹھانا جائز ہے۔

(٤٦٩) وَعَنْ عَائِشَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَرَ اَنْ یُّسْتَمْتَعَ بِجُلُوْدِ الْمَیْتَۃِ اِذَا دُبِغَتْ رَوَاہُ مَالِکٌ وَاَبُوْدَاؤدَ۔

ترجمہ:۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی اجازت دی ہے کہ مردہ جانوروں کی کھالوں سے دباغت کے بعد فائدہ اٹھایا جائے۔ مالک۔ ابوداؤد۔

تشریح:۔ اس میں امام مالک کے دو قول ہیں۔ واضح قول یہ ہے کہ مردار کا چمڑا دباغت کے بعد پاک تو ہو جاتا ہے مگر صرف خشک چیزوں کے برتنے میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔ یا زیادہ سے زیادہ پانی بھرنے کے لئے ان کے نزدیک کوئی اور رقیق چیز اس چمڑے میں رکھنا درست نہیں۔

(٤٧٠) وَعَنْ مَیْمُوْنَۃَ قَالَتْ مَرَّ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رِجَالٌ مِّنْ قُرَیْشٍ یَّجُرُّوْنَ شَاۃً لَّھُمْ مِّثْلَ الْحِمَارِ فَقَالَ لَھُمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ اَخَذْتُمْ اِھَابَھَا قَالُوْا اِنَّھَا مَیْتَۃٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُطَھِّرُھَا الْمَاءُ وَالْقَرَظُ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤدَ۔

Marfat.com

ترجمہ :۔ حضرت میمونہؓ فرماتی ہیں کہ قریش کے کچھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب سے گذرے جو اپنی ایک (مردہ) بکری کو گدھے کی طرح کھینچے لئے جا رہے تھے۔ تو آپؐ نے ان سے فرمایا کہ کیا اچھا ہوتا اگر تم اس کا چمڑا اتار لیتے۔ انھوں نے عرض کیا حضرت یہ تو مردار ہے (ذبح کی ہوئی نہیں ہے) آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس کو پانی اور کیکر کے پتے پاک کر دیتے ہیں۔ احمد۔ ابوداؤد۔

تشریح :۔ آپ نے دباغت کے ایک خاص طریقے کی طرف اشارہ کر دیا جس سے کھال بہت اچھی طرح پاک صاف ہو جاتی ہے۔ لیکن چمڑا رنگنے کے اور بھی طریقے ہیں، مثلاً دھوپ وغیرہ میں ڈالنا جس سے چمڑا پاک ہو جاتا ہے۔ البتہ آپکا ارشاد فرمایا ہوا طریقہ مستحب ٹھیرے گا۔

(۴۷۱) وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْمُحَبِّقِ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَآءَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ عَلٰى اَهْلِ بَيْتٍ فَاِذَا قِرْبَةٌ مُعَلَّقَةٌ فَسَاَلَ الْمَآءَ فَقَالُوْا لَهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهَا مَيْتَةٌ فَقَالَ دِبَاغُهَا طُهُوْرُهَا رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوُدَ۔

ترجمہ :۔ حضرت سلمہؓ بن محبق فرماتے ہیں کہ غزوۂ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے گھر پہنچے، وہاں ایک مشک لٹکی ہوئی تھی۔ آپ نے پانی طلب کیا تو گھر والوں نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ یہ مشک تو مردار (کی) ہے، آپ نے فرمایا اس کا رنگنا اس کو پاک کر دیتا ہے۔ احمد۔ ابوداؤد۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

(۴۷۲) عَنِ امْرَاَةٍ مِّنْ بَنِيْ عَبْدِ الْاَشْهَلِ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لَنَا طَرِيْقًا اِلَى الْمَسْجِدِ مُنْتِنَةً فَكَيْفَ نَفْعَلُ اِذَا مُطِرْنَا قَالَتْ فَقَالَ اَلَيْسَ بَعْدَهَا طَرِيْقٌ هِيَ اَطْيَبُ مِنْهَا قُلْتُ بَلٰى قَالَ فَهٰذِهٖ بِهٰذِهٖ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ۔

تیسری فصل

ترجمہ :۔ قبیلہ عبد الاشہل کی ایک عورت کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مسجد کی طرف جو ہمارا راستہ ہے وہ گندا ہے۔ تو جب ہمارے یہاں بارش ہو تو ہم کس طرح کریں، آپ نے فرمایا کیا اس (گندے) راستے کے بعد اس سے زیادہ پاک صاف راستہ نہیں ہے۔ میں نے عرض کیا بے شک ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا تو بس یہ اس کے بدلے میں ہے۔ ابوداؤد۔

تشریح :۔ راستے کی نجاست کے بارہ میں اوپر ایک حدیث گذر چکی۔ یہ حدیث بھی اسی مضمون پر مشتمل ہے۔ منشا یہ ہے کہ راہ کی غلیظ نجاست جوتے یا موزے کو لگ گئی تو آگے پاک مٹی کی رگڑ سے وہ نجاست جھڑ جاتی ہے اور جوتا، موزہ پاک ہو جاتا ہے، البتہ پیشاب وغیرہ یا اسی طرح کی کوئی نجاست جوتے یا کپڑے یا بدن کو لگے تو بغیر دھوئے پاک نہیں ہوتی۔ بلکہ غلیظ نجاست سے اگر کپڑا آلودہ ہو جائے تو وہ بھی دھوئے بغیر پاک نہیں ہوتا۔

(۴۷۳) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّيْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا نَتَوَضَّاُ مِنَ الْمَوْطِئِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ۔

Marfat.com

ترجمہ :۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے، اور چلنے کے بعد وضو نہیں کرتے تھے۔ (یعنی زمین پر چلنے کے بعد نماز کے لئے پاؤں نہیں دھوتے تھے) ترمذی۔

تشریح :۔ خشک نجاست اگر جوتے یا پاؤں میں لگ جاتی تو چونکہ خود بخود پاک مٹی کے لگنے سے وہ جھڑ جاتی تھی اس لئے پاؤں دھونے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی، یا گرد و غبار جو پاؤں کو لگ جاتا اس سے پاؤں کا دھونا ضروری نہیں تھا۔ تر نجاست کا دھونا سب علماء کے نزدیک ضروری ہے۔

(۴۷۴) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَتِ الْكِلَابُ تُقْبِلُ وَتُدْبِرُ فِي الْمَسْجِدِ فِي زَمَانِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَكُونُوا يَرُشُّونَ شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

ترجمہ :۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ کے زمانے میں کتے مسجد میں آتے جاتے تھے مگر صحابہؓ ان کی وجہ سے (مسجد کے صحن کو) دھوتے نہیں تھے۔ بخاری۔

تشریح :۔ شروع میں مسجد نبوی میں دروازہ نہ تھا جانور گھس آتے تھے۔ بعد میں دروازہ لگا۔ خشک جانور کے گھس آنے سے مسجد کی زمین ناپاک نہیں ہوتی۔

(۴۷۵) وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا بَأْسَ بِبَوْلِ مَا يُؤْكَلُ لَحْمُهُ وَفِي رِوَايَةِ جَابِرٍ قَالَ مَا أُكِلَ لَحْمُهُ فَلَا بَأْسَ بِبَوْلِهِ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالدَّارَقُطْنِيُّ۔

ترجمہ :۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس (جانور) کا گوشت کھایا جاتا ہے، اس کے پیشاب میں کچھ حرج نہیں۔ اور جابرؓ کی روایت (میں بھی یہ ہی مضمون لفظوں کی معمولی تبدیلی کے ساتھ آیا ہے) احمد، دارقطنی

حلال جانوروں کا پیشاب ناپاک ہے اس حدیث کے ظاہری الفاظ سے امام مالکؒ امام احمدؒ امام محمدؒ اور بعض شوافع کے نزدیک حلال جانوروں کا پیشاب پاک ہے۔ امام اعظمؒ اور امام ابویوسفؒ اور دوسرے تمام علماء کے نزدیک یہ ناپاک ہے کیونکہ اِسْتَنْزِهُوْا مِنَ الْبَوْلِ فَاِنَّ عَامَّةَ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنْهُ کی حدیث عام ہے جس میں اس بات کی صاف تاکید ہے کہ پیشاب سے پاکی حاصل کرو کیونکہ قبر کا عذاب اکثر اسی وجہ سے ہوتا ہے۔ گویا ہر قسم کا پیشاب نجس ہے۔ تاہم اس حدیث ۴۷۵ کی بنا پر امام اعظمؒ وغیرہ کے نزدیک حلال جانوروں کا پیشاب کم درجہ کی ناپاکی میں شمار ہوگا۔ لیکن احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ اس کے ناپاک ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

بَابُ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ

موزوں پر مسح کرنے کا بیان

شریعت نے انسانی زندگی کی ہر ضرورت کا لحاظ رکھا ہے۔ وضو ایک ایسا فریضہ ہے جو دن بھر میں پانچ مرتبہ ادا کرنا پڑتا ہے۔ اب ایسے مواقع پر جہاں پانی کی قلت ہو یا ایسے موسم میں جب پانی کے استعمال سے تکلیف ہو سکتی ہو۔ وضو کے اس دائمی فریضے میں یہ تخفیف کر دی گئی کہ چمڑے کے موزے پہننے کے بعد اگر ان پر مسح کر لیا جائے تو پاؤں دھونے کا فرض ادا ہو جاتا ہے۔ موزوں پر مسح کرنے کی روایتیں اتنی کثرت سے آئی ہیں کہ اس کی روایات متواتر روایتوں میں شمار کی گئی ہیں۔ اس کے راوی صحابہ نوے کے لگ بھگ ہیں۔

Marfat.com

اوراس میں دس وہ معتبر ترین صحابی بھی شامل ہیں جنھیں زندگی میں اللہ کی طرف سے جنتی ہونے کی بشارت دی گئی۔ ابن عبد البرؒ کہتے ہیں کہ موزوں پر مسح کرنے کے تمام علماء سلف قائل تھے۔ میرے علم میں کسی نے بھی اس کا انکار نہیں کیا۔ حسن بصریؒ مشہور تابعی کا قول ہے کہ میں نے ستر صحابہ کو اس کا قائل پایا۔ کرخی کے نزدیک موزوں کی احادیث چونکہ متواتر اور یقینی ہیں اس لئے اس کے منکر کے بارے میں انھیں کفر کا اندیشہ ہے۔ امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ میں موزوں پر مسح کرنے کا اس وقت تک قائل نہ ہوا جب تک مجھے اس کے بارے میں آفتاب سے زیادہ روشن روایتیں نہیں مل گئیں۔ اس بنا پر موزوں کا مسح سنت اور آثار مشہورہ سے ثابت ہے، صاحب ہدایہ لکھتے ہیں کہ موزوں کا جو شخص قائل نہ ہو وہ بدعتی ہے اور جو شخص اس کا قائل تو ہو لیکن عزیمت کی بنا پر مسح کرنے کی بجائے پاؤں دھوئے تو وہ عزیمت کی بنا پر ثواب کا مستحق ہوگا کیونکہ پاؤں کا دھونا بہتر ہے اور مسح کرنا بہ رخصت کا درجہ۔ اسی وجہ سے نوویؒ نے شوافع کا مسلک یہ نقل کیا ہے کہ پاؤں دھونا افضل ہے کہ وہی اصل حکم ہے، بشرطیکہ مسح کو بالکل ترک نہ کرے۔ مواہب لدنیہ میں ہے کہ اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک پاؤں دھونا افضل ہے اور بعض کے نزدیک مسح افضل ہے کہ اس میں روافض و خوارج اور مبتدعین کا رد بھی ہے جو مسح کی مشروعیت کو تسلیم نہیں کرتے۔ امام احمدؒ کا مختار مذہب بھی یہی ہے۔ اور سب سے عمدہ رائے صاحب سفر السعادۃ کی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ موزہ پہنے ہوتے تو پاؤں دھونے کے لئے بلا ضرورت اسے نکالتے نہیں تھے۔ اور محض مسح کرنے کے لئے بلا ضرورت موزہ پاؤں میں نہ چڑھاتے کہ پہلی بات محض تکلف ہے اور دوسری بات خلاف عزیمت۔ بہرحال علماء کے اقوال کے باوجود وہی بات بہتر ہے جو سنت سے قریب ہو کہ بے تکلفی ہی اصل سنت ہے۔ موزہ پاؤں میں نہ ہو تو پاؤں دھو لیں اور پاؤں میں ہوں تو مسح کرلیں۔ دھونے کا تکلف نہ کریں۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

(۴۷۶) عَنْ شُرَيْحِ ابْنِ هَانِئٍ قَالَ سَأَلْتُ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ فَقَالَ جَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ وَلَيَالِيَهُنَّ لِلْمُسَافِرِ وَيَوْمًا وَلَيْلَةً لِلْمُقِيْمِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

پہلی فصل

ترجمہ: حضرت شریح بن ہانی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ بن ابی طالب سے موزوں پر مسح (کی مدت) کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس کی مدت) مسافر کے لئے تین دن تین رات اور مقیم کے لئے ایک دن ایک رات ٹھیرائی ہے۔ مسلم۔

مسح کی مدت کب سے شمار ہوگی

اس حدیث کی بنا پر مسح کی یہی مدت مسافر اور مقیم کے لئے قرار دی گئی ہے، اس مدت کی ابتداء جمہور علماء کے نزدیک موزہ پہننے کے بعد اس وقت سے شمار ہوگی جب وضو ٹوٹے۔ ظہر میں موزہ پہننے کے بعد مغرب کے وقت وضو ٹوٹے تو اگلے دن مغرب کے وقت تک ایک دن ایک رات کی مدت شمار کی جائے گی۔

(۴۷۷) وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ ابْنِ شُعْبَةَ اَنَّهٗ غَزَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ تَبُوْكَ قَالَ الْمُغِيْرَةُ فَتَبَرَّزَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ الْغَائِطِ فَحَمَلْتُ مَعَهٗ اِدَاوَةً قَبْلَ الْفَجْرِ فَلَمَّا رَجَعَ اَخَذْتُ اُهَرِيْقُ عَلٰى يَدَيْهِ مِنَ الْاِدَاوَةِ فَغَسَلَ يَدَيْهِ وَوَجْهَهٗ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ مِّنْ صُوْفٍ ذَهَبَ يَحْسُرُ عَنْ ذِرَاعَيْهِ

Marfat.com

فَضَاقَ كُمُّ الْجُبَّةِ فَاَخْرَجَ يَدَيْهِ مِنْ تَحْتِ الْجُبَّةِ وَاَلْقَى الْجُبَّةَ عَلَى مَنْكِبَيْهِ وَغَسَلَ ذِرَاعَيْهِ ثُمَّ مَسَحَ بِنَاصِيَتِهٖ وَعَلَى الْعِمَامَةِ ثُمَّ اَهْوَيْتُ لِاَنْزِعَ خُفَّيْهِ فَقَالَ دَعْهُمَا فَاِنِّىْ اَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَيْنِ فَمَسَحَ عَلَيْهِمَا ثُمَّ رَكِبَ وَرَكِبْتُ فَانْتَهَيْنَا اِلَى الْقَوْمِ وَقَدْ قَامُوْا اِلَى الصَّلٰوةِ وَيُصَلِّىْ بِهِمْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَقَدْ رَكَعَ بِهِمْ رَكْعَةً فَلَمَّا اَحَسَّ بِالنَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَهَبَ يَتَاَخَّرُ فَاَوْمَاَ اِلَيْهِ فَاَدْرَكَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِحْدَى الرَّكْعَتَيْنِ مَعَهٗ فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقُمْتُ مَعَهٗ فَرَكَعْنَا الرَّكْعَةَ الَّتِىْ سَبَقَتْنَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

ترجمہ:۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے تبوک کی لڑائی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کیا تو (وہ کہتے ہیں کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پاخانہ کے لئے فجر سے پہلے باہر نکلے۔ میں نے آپ کے ساتھ (پانی کی) چھاگل اٹھائی جب آپ لوٹے میں آپ کے ہاتھوں پر چھاگل سے پانی ڈالنے لگا، تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھ دھوئے اور اپنا چہرہ دھویا اس وقت آپ (کے بدن) پر صوف کا جبہ تھا۔ آپ نے (اسے) اپنے ہاتھوں سے کھولنا شروع کیا تو اسکی آستینیں تنگ (معلوم) ہوئیں، تب آپ نے جبے کے نیچے سے اپنے ہاتھ (باہر) نکال لئے اور اسے اپنے کاندھوں پر ڈال لیا (پھر) اپنے دونوں ہاتھ دھوئے۔ پھر پیشانی کا (یعنی چوتھائی سر کا) اور دستار کا مسح کیا، اس کے بعد میں نے چاہا کہ آپ کے موزے نکالوں تو آپ نے فرمایا کہ انھیں چھوڑ دو میں نے پاؤں ان میں پاک (کر کے) ڈالے تھے۔ چنانچہ آپ نے موزوں پر مسح کیا، پھر آپ (سواری پر) سوار ہو گئے اور میں بھی سوار ہو گیا آخر ہم لوگوں کے پاس پہونچ گئے۔ اس وقت وہ نماز کے لئے کھڑے ہو گئے تھے۔ عبدالرحمٰن بن عوف انھیں نماز پڑھا رہے تھے اور ایک رکعت پڑھ چکے تھے، جب انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم (کی آمد) کو محسوس کیا تو وہ پیچھے ہٹنے لگے۔ آپ نے انھیں (کھڑے رہنے کا) اشارہ کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے ساتھ ایک رکعت ملی۔ جب عبدالرحمٰن بن عوف نے سلام پھیرا تو رسول اللہ کھڑے ہو گئے اور ان کے ساتھ میں بھی کھڑا ہو گیا اور ہم نے اپنی وہ رکعت جو ہم سے چھوٹ گئی تھی پڑھی۔ مسلم۔

عبادت کے وقت سے پہلے عبادت کی تیاری مستحب ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فجر سے پہلے رفع حاجت وغیرہ سے فراغت حاصل کرنا اسی بات کی دلیل ہے۔ دوسرے سے وضو میں مدد لینا بھی جائز ہے۔ حدیث میں صرف منھ دھونے کا ذکر ہے، کلی اور ناک میں پانی دینے کی صراحت نہیں ہے۔ یہ اسلئے کہ وہ خود وضو ہونے میں شامل ہیں اور اختصار کی خاطر تفصیل بیان نہیں کی، یا ممکن ہے راوی ان دونوں باتوں کا ذکر بھول گیا ہو۔

پگڑی پر مسح کرنے کی صورت یہ ہے کہ چوتھائی سر پر مسح کر کے تکمیل سنت کے لئے بقیہ سر پر مسح کی بجائے پگڑی پر ہاتھ پھیر لیا اس سے قبل وضو میں اس کی تفصیل گذر چکی۔

امام کے لئے معصوم ہونا شرط نہیں رسول اللہ نے ایک صحابی کی اقتدار کی جو آپ سے بہرحال کم درجے شخص ہیں اور نبی کی طرح معصوم نہیں جیسا کہ روافض کا لغو عقیدہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اپنے سے کمتر درجے کے آدمی کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔

امام کے ساتھ کوئی رکعت چھوٹ جائے تو اس کو اس وقت ادا کیا جاتا ہے جب امام اپنی نماز پوری کر لیتا ہے۔ حدیث سے ظاہر ہے کہ امام کے سلام پھیر لینے کے بعد مقتدی اپنی چھوٹی ہوئی رکعت کو ادا کرنے کے لئے اٹھے۔ امام شافعی کے نزدیک تو امام جب تک سلام نہ پھیرے اس وقت تک اٹھنا جائز ہی نہیں اور احناف کے نزدیک

Marfat.com

سلام سے پہلے اٹھنا مکروہ تحریمی ہے۔ ہاں اگر یہ اندیشہ ہو کہ امام کے سلام کا انتظار کرنے میں نماز کا وقت ختم ہو جائے گا یا نماز فاسد ہو جائیگی اس وقت سلام سے پہلے کھڑا ہونا جائز ہے۔ مزید تفصیلات کتب فقہ میں ملیں گی۔

امام کا انتظار کرنا مستحب ہے

یہ بات حدیث سے ظاہر ہے لیکن اگر امام کے آنے میں تاخیر ہو اور معلوم نہ ہو کہ کس وقت آئیگا تب انتظار نہ کرنا مستحب ہے اور اس کی آمد کا وقت معلوم ہو تو اس وقت تک انتظار مستحب ہے۔ اسی طرح علماء نے لکھا ہے کہ اگر امام مسجد سے متصل ہی رہتا ہو تو مستحب یہ ہے کہ نماز کے وقت کی اسے اطلاع کر دی جائے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

(٤٧٨) عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ رَخَّصَ لِلْمُسَافِرِ ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ وَّلَیَالِیَھُنَّ وَلِلْمُقِیْمِ یَوْمًا وَّلَیْلَۃً اِذَا تَطَھَّرَ فَلَبِسَ خُفَّیْہِ اَنْ یَّمْسَحَ عَلَیْھِمَا رَوَاہُ الْاَثْرَمُ فِیْ سُنَنِہٖ وَابْنُ خُزَیْمَۃَ وَالدَّارَ قُطْنِیُّ وَقَالَ الْخَطَّابِیُّ ھُوَ صَحِیْحُ الْاِسْنَادِ ھٰکَذَا فِی الْمُنْتَقٰی۔

موزوں پر مسح کی مدت

حضرت ابی بکرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسافر کو تین دن تین رات اور مقیم کو ایک دن ایک رات (مسح کرنے کی) اجازت دی ہے جب کہ وہ وضو کرنے کے بعد موزہ پہنیں اور ان پر مسح کریں۔ اثرم نے یہ روایت اپنی سنن میں بیان کی ہے۔ ابن خزیمہ، دارقطنی۔ خطابی نے اس روایت کو صحیح الاسناد کہا ہے۔ (ابن تیمیہ نے اپنی کتاب) منتقی میں اسی طرح لکھا ہے۔

(٤٧٩) وَعَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَاْمُرُنَا اِذَا کُنَّا سَفْرًا اَنْ لَّا نَنْزِعَ خِفَافَنَا ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ وَّلَیَالِیَھُنَّ اِلَّا مِنْ جَنَابَۃٍ وَّلٰکِنْ مِّنْ غَائِطٍ وَّبَوْلٍ وَّنَوْمٍ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ

ترجمہ:۔ حضرت صفوانؓ بن عسال فرماتے ہیں کہ جب ہم سفر میں ہوتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اس بات کا حکم دیتے کہ ہم اپنے موزے جنابت (لاحق ہونے) کے علاوہ تین دن تین رات تک محض پیشاب یا پاخانے اور نیند کی وجہ سے نہ اتاریں۔ ترمذی۔ نسائی۔

ناپاکی کی حالت میں موزے نکال دینے چاہئیں

کہ اس وقت پورے جسم کا غسل فرض ہے، تب موزوں پر مسح جائز نہ ہوگا۔ ہاں سونے سے یا پیشاب پاخانے کی بنا پر مقررہ مدت میں موزے اتارنے کی ضرورت نہیں۔

(٤٨٠) وَعَنِ الْمُغِیْرَۃِ ابْنِ شُعْبَۃَ قَالَ وَضَّاْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ غَزْوَۃِ تَبُوْکَ فَمَسَحَ عَلَی الْخُفِّ وَاَسْفَلَہٗ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ مَّعْلُوْلٌ وَسَئَلْتُ اَبَا زُرْعَۃَ وَمُحَمَّدًا یَعْنِی الْبُخَارِیَّ عَنْ ھٰذَا الْحَدِیْثِ فَقَالَا لَیْسَ بِصَحِیْحٍ وَکَذَا ضَعَّفَہٗ اَبُوْدَاؤدَ۔

ترجمہ:۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ فرماتے ہیں کہ میں نے تبوک کی لڑائی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرایا تو آپ نے موزوں کے اوپر تلے مسح فرمایا۔ ابوداؤد۔ ترمذی۔ ابن ماجہ۔ ترمذی کہتے ہیں کہ اس حدیث میں نقص ہے۔ میں نے ابوزرعہ اور محمد بخاری سے اس حدیث کے متعلق دریافت کیا تو دونوں نے کہا کہ یہ حدیث صحیح نہیں۔ اسی طرح ابوداؤد نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

موزوں پر کس جگہ مسح کرنا چاہیئے　امام مالک اور شافعی کے نزدیک موزے کے اوپر کی جانب مسح واجب ہے۔ اور نیچے تلوے کی

طرف سنت ہے۔ امام احمد اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک صرف اوپر کی جانب مسح کرے، کیونکہ اس حدیث کو علماء نے ضعیف قرار دیا ہے اور جن احادیث میں صرف اوپر کی جانب مسح کرنے کا ذکر ہے وہ اس حدیث کے مقابلہ میں معتبر اور قابل عمل ہیں۔ حدیث معلول یا معلل وہ حدیث ہے کہ جس میں کوئی ایسا پوشیدہ نقص ہو جس کی بنا پر وہ حدیث قابل عمل نہیں رہتی۔ اور وہ نقص یہ ہے کہ اس حدیث کی سند حضرت مغیرہؓ سے متصل نہیں۔ ان کے ایک غلام وراد تک اس کی سند پہونچتی ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس حدیث کو ثور بن یزید نے رجاء بن حیوہ کے واسطے سے وراد سے روایت کیا ہے حالانکہ ثور کی سماعت رجاء سے ثابت نہیں جبکہ حضرت مغیرہ سے دوسرے طرق کی روایتوں میں مطلق مسح کا ذکر ہے۔ اس میں اوپر تلے مسح کرنے کی تصریح نہیں ہے، بلکہ اس کے بعد کی حدیث میں اوپر کی جانب مسح کرنے کی صراحت ہے۔ مختلف وجوہ سے یہ حدیث مضطرب قرار پائی ہے اس لئے اس حدیث کو قابل حجت نہیں سمجھا گیا۔

(۴۸۱) وَعَنْهُ اَنَّهُ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ عَلٰى ظَاهِرِهِمَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ

ترجمہ:۔ حضرت مغیرہؓ ہی فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو موزوں کے اوپر کی جانب مسح کرتے دیکھا ہے۔ ترمذی ابوداؤد۔

موزوں پر مسح کا طریقہ

یہ ہے کہ داہنے ہاتھ کی انگلیاں داہنے پاؤں کے پنجے پر اور بائیں ہاتھ کی انگلیاں بائیں پاؤں کے پنجے پر رکھے اور انھیں اوپر ٹخنوں تک کھینچ کر لائے۔ انگلیاں الگ الگ رکھنی چاہئیں، یہ مسنون طریقہ ہے اور اگر ایک انگلی کو تین دفعہ پانی میں تر کرکے تین دفعہ موزوں پر پھیر لیا اور ہر دفعہ انگلی کو پانی سے تر کیا تو مسح ہو جائے گا۔ ورنہ نہیں۔ اس کی اور تفصیلات فقہ میں دیکھ لی جائیں۔

(۴۸۲) وَعَنْهُ قَالَ تَوَضَّأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَسَحَ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ وَالنَّعْلَيْنِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَابْنُ مَاجَةَ۔

ترجمہ:۔ حضرت مغیرہؓ ہی فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کرتے ہوئے جوتوں کے اندر جوربین کے اوپر مسح کیا۔ احمد۔ ترمذی۔ ابوداؤد۔ ابن ماجہ۔

موزوں کی مختلف قسمیں

ہوتی ہیں۔ قاموس میں جورب جراب کا نام ہے۔ اس کی متعدد قسمیں چلپی نے بیان کی ہیں۔ احناف کے نزدیک جوربین پر مسح درست ہے بشرطیکہ وہ مجلد ہوں یعنی اوپر نیچے چمڑا لگا ہو، یا منعل ہوں کہ صرف نیچے چمڑا ہو، یا ثخینین ہوں یعنی اتنے موٹے کپڑے کا موزہ کہ اسے پہنکر دو تین میل چلا جا سکے۔ اور بغیر باندھے موزے پنڈلی سے کھسک کر نیچے نہ پہونچیں، اور اندر کا رخ اس میں باہر سے نظر نہ آئے نیز اس میں پانی نہ چھنے۔ چلپی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر جوربین کے صرف نیچے چمڑا لگا ہوا ہو اور ان پر ثخینین کی تعریف صادق آتی ہو تو ان پر مسح جائز نہ ہوگا۔ امام شافعی کے نزدیک جوربین اگر منعل بھی ہوں تو بھی مسح درست نہیں۔ لیکن احناف کی دلیل یہ حدیث ہے اور حضرت علی، ابن مسعود، انس بن مالک اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم سے اس کی تائید میں دوسری روایتیں مذکور ہیں۔ یہاں نعلین سے یا تو یہ مراد ہے کہ جوربین کے ساتھ جوتوں پر بھی مسح کر لیا۔ عرب کے لوگ ایسا جوتا استعمال کرتے تھے جس میں صرف تسمہ ہوتا تھا جو مسح کرنے میں مانع نہیں تھا یا یہ مراد ہے کہ ایسے جوربین پر مسح کیا جن کے نیچے چمڑا لگا ہوا تھا۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

(۴۸۳) عَنِ الْمُغِيْرَةِ قَالَ مَسَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْخُفَّيْنِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَسِيْتَ

Marfat.com

قَالَ بَلْ اَنْتَ نَسِيْتَ بِهٰذَا اَمَرَنِيْ رَبِّيْ عَزَّ وَجَلَّ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤُدَ۔

تیسری فصل

ترجمہ :۔ حضرت مغیرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (جب پہلی بار میرے سامنے) موزوں پر مسح کیا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ (پاؤں دھونا) بھول گئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ نہیں تم ہی بھولے ہو۔ مجھے میرے پاک پروردگار نے اسی کا حکم دیا ہے۔ احمد۔ ابوداؤد۔

(۴۸۴) وَعَنْ عَلِيٍّ اَنَّهُ قَالَ لَوْ كَانَ الدِّيْنُ بِالرَّأْيِ لَكَانَ اَسْفَلُ الْخُفِّ اَوْلٰى بِالْمَسْحِ مِنْ اَعْلَاهُ وَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ عَلٰى ظَاهِرِ خُفَّيْهِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَلِلدَّارِمِيِّ مَعْنَاهُ۔

ترجمہ :۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اگر دین میں (محض) عقل کا دخل ہوتا تو بلاشبہ موزوں کے اوپر کے رخ کی بجائے ان کے تلے کا مسح زیادہ بہتر ہوتا۔ اور خود میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو موزوں کے اوپر مسح کرتے دیکھا ہے۔ ابوداؤد۔ اور دارمی نے اسی مضمون کی حدیث ذکر کی ہے۔

عقل دین کے تابع ہے کہ انسانی فطرت کے اسرار اور اس کی ضروریات کا احاطہ کرنا انسانی عقل کے بس سے باہر ہے، اسی لئے انسان کو اپنی عقل سے کوئی دین وضع کرنے اور اپنی رائے سے کوئی نظام زندگی مرتب کرنے کی ذمہ داری سپرد نہیں کی گئی۔ یہ ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے خود اپنے سر لی ہے جو نہ صرف انسانی عقل کا خالق ہے بلکہ وہ خود ایک ایسی عقل کل کا مالک ہے جس پر کائنات کا نہ کوئی گوشہ مخفی ہے اور نہ جس سے حوادث عالم کا کوئی پہلو اوجھل ہے۔ اس لئے دین کی ترتیب و تخلیق میں جس عقل کو دخل ہے وہ عقل خداوندی ہے نہ کہ عقل انسانی۔ دین اسلام چونکہ خدا کا وضع کردہ ہے اس لئے اس کی تشکیل و تفصیل میں بھی خداوندی حکمتوں کو درک حاصل ہے۔ صحیح انسانی عقل کا تقاضا یہ ہے کہ اس عقل کا اتباع کیا جائے جو ہر لحاظ سے انسانی عقل پر فوقیت رکھتی ہے، شریعت کو اسی لحاظ سے تسلیم کرنا چاہئے، ہاں اس کی تفصیلات میں انسان اپنی عقلی مصلحتیں تلاش کر سکتا ہے اور تقریباً ہر شرعی مسئلہ میں کوئی نہ کوئی عقلی مصلحت، کوئی نہ کوئی انسانی مفاد اور کسی نہ کسی قسم کی انفرادی یا اجتماعی اور روحانی یا اخلاقی منفعت ضرور مل جائے گی۔ لیکن بنیادی طور پر شریعت کو عقل کی محدود کسوٹی کا تابع بنانا نہ درست ہے اور نہ ممکن ہے۔ بہت سے عقلیت زدہ لوگ اس عقل پسندی کے مریض بن کر صراط مستقیم سے ہٹ گئے اور نری عقل کے چکر میں مبتلا ہو کر دین فطرت کو اختیار کرنے سے محروم رہے۔ حضرت علیؓ نے اپنے پرمغز اور حکیمانہ جملے میں اسی طرف اشارہ کیا ہے کہ موزے کے نیچے کا حصہ چلنے پھرنے کی وجہ سے زیادہ گندا ہو جاتا ہے، اسی وجہ سے اس کا مسح واجب ہونا چاہئے تھا کہ عقلاً اسی کی صفائی اور پاکیزگی ضروری معلوم ہوتی ہے۔

موزے پر کس وقت مسح کرنا درست نہیں تین چھوٹی انگلیوں کے بقدر موزہ پھٹ جائے تو پھر اس پر مسح درست نہیں ہے خواہ ایک جگہ سے اتنا پھٹے یا تھوڑا تھوڑا مختلف جگہ سے پھٹ کر اتنی مقدار ہو جائے۔ اگر دونوں موزوں میں اتنی پھٹن ہو تو اس کا کچھ حرج نہیں اس وقت مسح جائز ہے۔ موزے کے مسح کو وہ سب چیزیں توڑتی ہیں جو وضو کو توڑتی ہیں اس کے علاوہ موزہ پاؤں میں سے اگر کم از کم نصف نکال لیا جائے تو مسح ٹوٹ جائے گا۔ وضو ٹوٹنے کے بعد موزہ اتارنے سے بھی ختم ہو جاتا ہے مدت مسح گذرنے پر مسح خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔ ہاں اگر سردی کی شدت سے پاؤں کو نقصان پہونچنے کا اندیشہ ہو تو جب تک اندیشہ باقی ہو مسح بھی باقی رہے گا۔ اگر باوضو ہونے کی حالت میں موزہ اتار دیا، یا مسح کی مدت ختم ہوگئی تو صرف پاؤں دھو کر دوبارہ موزے پہنے جا سکتے ہیں۔

Marfat.com

پورا وضو کرنے کی ضرورت نہیں۔ اگر کسی مقیم شخص نے موزہ پہننے کے بعد ایک رات دن کی مدت گذرنے سے پہلے سفر کیا تو اب وہ تین دن تین رات تک مسح کر سکتا ہے۔ اس کے برعکس کوئی مسافر موزہ پہننے کے بعد ایک رات دن گذرنے پر مقیم ہو گیا تو اس کی مدت مسح ختم ہو گئی۔ جس شخص کو کوئی عذر شرعی ہو یعنی اسے کوئی ایسا مرض لاحق ہو جس کی بنا پر وضو باقی نہ رہتا ہو وہ اگر موزہ پہنے تو اس خاص عذر کے علاوہ اگر کسی اور چیز سے اس کا وضو ٹوٹ جائے تو مقررہ مدت تک اسے مسح کرنے کا حق ہے۔

بَابُ التَّيَمُّمِ

تیمم کا بیان

تیمم لغت کے اعتبار سے ارادہ کرنے کے معنی میں آتا ہے، لیکن اب وہ شرعی اصطلاح ہو گئی ہے یعنی حصول طہارت کی نیت سے پاک مٹی کا مخصوص طور سے منہ اور ہاتھوں پر ملنا۔ مختلف احادیث کی بنا پر اس میں علماء کی مختلف رائے ہے کہ تیمم کرنے کے لئے ایک مرتبہ منہ کے واسطے اور دوسری مرتبہ ہاتھوں کے واسطے مٹی پر ہاتھ مارنے چاہئیں۔ یا صرف ایک ہی دفعہ کی مٹی منہ اور ہاتھ دونوں کے لئے کافی ہے۔ امام اعظمؒ، ابو یوسفؒ محمدؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک دو مرتبہ مٹی پر ہاتھ مارنے چاہئیں۔ اور امام شافعیؒ کا مختار قول یہی ہے۔ کچھ حنبلی علماء بھی یہی مسلک رکھتے ہیں۔ اسکی تائید میں حضرت علیؓ، ابن عمرؓ، حسن بصریؒ، شعبیؒ، سالم بن عبداللہؒ اور سفیان ثوریؒ اور اکثر علماء کے اقوال ہیں۔ اور منہ اور ہاتھوں کے لئے صرف ایک دفعہ مٹی پر ہاتھ مارنے کا مسلک امام احمدؒ کا مشہور قول ہے۔ امام شافعی کی بھی پہلی رائے یہی تھی۔ عطاء، مکحول اور اوزاعی ؒ کی بھی یہی رائے ہے۔ یہ اختلاف احادیث کے اختلاف پر مبنی ہے جس کی بحث آگے آرہی ہے۔ اس میں ایک دوسرا فرق یہ ہے کہ جن لوگوں نے دو دفع کی ضرب اختیار کی ہے ان کے نزدیک تیمم کہنیوں تک کرنا چاہئے۔ البتہ امام مالک کے نزدیک کلائی تک ہاتھ پھیرنا فرض ہے اور کہنیوں تک پھیر لینا اچھا ہے اور جن کے نزدیک صرف ایک ضرب ہے وہ محض ہتھیلیوں تک تیمم کی حد مقرر کرتے ہیں۔

بظاہر پاکی حاصل کرنے کے لئے مٹی کا استعمال کچھ عجیب سی بات ہے لیکن شرعی مسائل میں جو حکمتیں اور نزاکتیں پوشیدہ ہیں ان تک عام نگاہوں کی رسائی دشوار ہے۔ اسلام دین فطرۃ ہے۔ زندگی کے ہر پہلو میں انسان کی رہنمائی بالکل فطری انداز میں کرتا ہے۔ وہ کوئی ایسا دین نہیں ہے جس کی عبادت کی ادائیگی کے لئے کسی مخصوص عمارت کا، کچھ مخصوص چیزوں کا استعمال ناگزیر ہو۔ نہ وہ عبادت و اخلاق اور معیشت و معاشرت میں ایسے طریقے تجویز کرتا ہے جنھیں صرف کسی مخصوص ماحول میں یا کسی خاص آب و ہوا ہی میں اختیار کیا جا سکتا ہو۔ انسان جہاں بھی بستا ہو، جس سطح کی تہذیبی فضا میں سانس لیتا ہو، جس تمدنی حیثیت کا مالک ہو، اور جس جغرافیائی گرد و پیش کے اندر اپنی زندگی گذارتا ہو وہ گویا اسلام کی اپنی فضا ہے۔ اور اس کی نشو و نما کے لئے طبعاً سازگار ہے۔ پانی اور مٹی دونوں ہی انسانی زندگی کیلئے بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔ آب و گل کے امتزاج سے اس کی زندگی کا خمیر اٹھتا ہے اور انھی دونوں کے تعاون سے اس کی زندگی کو بقا ہے۔ اسلام بھی طہارت کے لئے پانی کو بنیادی چیز تسلیم کرتا ہے کہ نجاست و گندگی کو دور کرنے کے لئے اس میں ذاتی صلاحیت موجود ہے۔ اور اس کے بعد پاک مٹی کو پانی کے قائم مقام قرار دیا گیا ہے کہ پانی ہر وقت اور ہر جگہ ملتا ہے اور مٹی خود انسان کے قدموں کے نیچے ہر آن دستیاب ہو سکتی ہے پھر اللہ رب العلمین ہے تو پوری دنیا اس کی عبادت گاہ ہے۔ جس طرح اس کی ربوبیت کا فیض ہمہ گیر ہے اسی طرح اس کی عبادت بھی عام ہے۔ اس کی ادائیگی کے لئے کسی خاص دریا کا پانی یا کسی دشوار چیز کا استعمال ضروری نہیں۔ انسان ہر جگہ اس کی عبادت کا حق ادا کر سکتا ہے۔ فطرت کی بخشی ہوتی عام نعمتوں سے صحیح طور پر استفادہ کرنا ہی درحقیقت اسلامی طرز زندگی کو قبول کرنا ہے۔ نماز کیلئے وضو اور تیمم دونوں ہی شرطیں ایسی ہیں جو اسلام کے ایک آفاقی اور عالمگیر دین ہونے کی واضح علامت ہیں

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

(٤٨٥) عَنْ حُذَیْفَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فُضِّلْنَا عَلَی النَّاسِ بِثَلٰثٍ جُعِلَتْ صُفُوْفُنَا کَصُفُوْفِ الْمَلٰٓئِکَۃِ وَجُعِلَتْ لَنَا الْاَرْضُ کُلُّھَا مَسْجِدًا وَّجُعِلَتْ تُرْبَتُھَا لَنَا طَھُوْرًا اِذَا لَمْ نَجِدِ الْمَآءَ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

ترجمہ:۔ حضرت حذیفہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزوں کی وجہ سے ہمیں دوسری امتوں پر فضیلت دی گئی (وہ یہ کہ نماز کے لئے) ہماری صفیں فرشتوں کی صفوں کی طرح مقرر کی گئیں۔ اور زمین ساری کی ساری ہمارے لئے مسجد قرار دیدی گئی۔ اور جب ہمیں پانی نہ ملے تو اس کی مٹی ہمارے لئے پاکی کا ذریعہ بنا دی گئی۔ مسلم۔

امتِ محمدیہ کی تین خصوصیتیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے نماز کے لئے جماعت ضروری نہ تھی اور عبادت گاہوں کے سوا کسی جگہ جائز نہ تھی اور تیمم کی بھی اجازت نہ تھی، لیکن امت محمدیہ کو ان تین باتوں کی خصوصی اجازت دی گئی۔ جماعت سے نماز پڑھنے ٤٤

تیمم کیلئے کیسی مٹی استعمال کی جائے قرآن میں فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا کہا گیا۔ یعنی صعید سے تیمم کرو۔ صعید کے معنی قاموس نے مٹی کے یا وجہ الارض کے قرار دیئے ہیں۔ مگر مصباح میں صعید کے معنی یہ لکھے ہیں کہ ہر وہ چیز جو مٹی کی جنس سے ہو۔ اس لئے کہ مٹی ایک خاص نوع کا نام ہے۔ ورنہ خود مٹی کی بہت سی دوسری قسمیں ہیں جیسے ریتلی، کنکریلی زمین، پتھریلا علاقہ۔ حالانکہ اصل مٹی کا اطلاق ان چیزوں پر نہیں ہو سکتا مگر چونکہ یہ مٹی ہی کی قسم ہیں اس بنا پر یہ بھی مٹی ہی کے حکم میں شمار ہوں گی۔ پھر دیکھنے کی بات یہ ہے کہ تیمم کا حکم عرب کی زمین پر دیا گیا جہاں پر بیشتر حصہ ریت پر مشتمل ہے یا پتھریلا ہے۔ اس لئے اس حدیث سے امام شافعی کا یہ استدلال درست نہیں کہ صرف مٹی ہی سے تیمم کیا جا سکتا ہے۔ امام مالکؒ، امام اعظمؒ اور محمدؒ کے نزدیک جو چیز مٹی کے ہم جنس ہو اس سے تیمم کیا جا سکتا ہے۔ مٹی کی خاصیت یہ ہے کہ وہ جلانے سے نہ پگھلتی ہے نہ نرم ہوتی ہے اور نہ راکھ بنتی ہے۔ جس چیز میں یہ خاصیت ہو وہ مٹی کہلائے گی۔ حضرت جابرؓ کی روایت سے جو بخاری میں آئی ہے اس کی تائید ہوتی ہے جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَھُوْرًا یعنی زمین میرے لئے مسجد اور پاک کرنے والی بنا دی گئی۔ یہاں ارض کا لفظ مٹی کی ہر جنس کے لئے بولا گیا ہے۔

(٤٨٦) وَعَنْ عِمْرَانَ قَالَ کُنَّا فِیْ سَفَرٍ مَّعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰی بِالنَّاسِ فَلَمَّا انْفَتَلَ مِنْ صَلٰوتِہٖ اِذَا ھُوَ بِرَجُلٍ مُّعْتَزِلٍ لَّمْ یُصَلِّ مَعَ الْقَوْمِ فَقَالَ مَا مَنَعَکَ یَا فُلَانُ اَنْ تُصَلِّیَ مَعَ الْقَوْمِ قَالَ اَصَابَتْنِیْ جَنَابَۃٌ وَّلَا مَآءَ قَالَ عَلَیْکَ بِالصَّعِیْدِ فَاِنَّہٗ یَکْفِیْکَ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

ترجمہ:۔ حضرت عمرانؓ فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے ایک شخص کو الگ بیٹھا ہوا پایا۔ جس نے لوگوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھی تھی۔ آپ نے فرمایا اے شخص تجھے لوگوں کے ساتھ نماز پڑھنے سے کس نے روکا۔ اس نے عرض کیا میں ناپاکی کی حالت میں ہوں اور پانی موجود نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ (ایسی صورت میں تیمم کے لئے) تمہیں مٹی (استعمال کرنی) ضروری تھی۔ بس وہ (طہارت کے لئے) تمہیں کافی ہوتی۔ بخاری۔ مسلم۔

(٤٨٧) وَعَنْ عَمَّارٍ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلٰی عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَ اِنِّیْ اَجْنَبْتُ فَلَمْ اُصِبِ الْمَآءَ فَقَالَ عَمَّارٌ لِعُمَرَ اَمَا تَذْکُرُ اَنَّا کُنَّا فِیْ سَفَرٍ اَنَا وَاَنْتَ فَاَمَّا اَنْتَ فَلَمْ تُصَلِّ وَاَمَّا اَنَا فَتَمَعَّکْتُ فَصَلَّیْتُ فَذَکَرْتُ ذٰلِکَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّمَا کَانَ یَکْفِیْکَ ھٰکَذَا فَضَرَبَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِکَفَّیْہِ الْاَرْضَ وَنَفَخَ فِیْھِمَا ثُمَّ مَسَحَ بِھِمَا وَجْھَہٗ وَکَفَّیْہِ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ وَلِمُسْلِمٍ نَحْوُہٗ وَفِیْہِ قَالَ اِنَّمَا یَکْفِیْکَ اَنْ تَضْرِبَ بِیَدَیْکَ الْاَرْضَ ثُمَّ تَنْفُخَ ثُمَّ تَمْسَحَ بِھِمَا وَجْھَکَ وَکَفَّیْکَ۔

Marfat.com

ترجمہ :- حضرت عمارؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھ پر ناپاکی طاری ہوئی مگر میں پانی نہیں حاصل کر سکا (اس صورت میں کیا کروں؟) تو حضرت عمارؓ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کیا آپ کو یاد نہیں کہ ہم ایک سفر میں تھے میں اور آپ (دونوں پر جنابت طاری ہوئی) تو آپ نے تو نماز نہیں پڑھی اور میں نے مٹی میں لوٹ پوٹ ہو کر نماز پڑھ لی (کہ پانی دستیاب نہیں ہو سکا تھا) جب میں نے اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ (مٹی میں پورا بدن آلودہ کرنے کی ضرورت نہ تھی) تمہیں بس اتنا کافی تھا (یہ کہہ کر) آپ نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے اور ان پر جو مٹی چڑھ گئی تھی اسے دور کرنے کے لئے) پھونک ماری پھر ان سے چہرے کا اور ہاتھوں کا مسح کیا۔ یہ بخاری کی روایت ہے اور مسلم میں اسی طرح ہے اور اس میں (اتنا اور) ہے کہ آپ نے فرمایا کہ تجھے یہ کافی ہوتا کہ اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارتا پھر پھونک مارتا اس کے بعد ان سے منہ اور ہاتھوں پر مسح کر لیتا۔

تیمم غسل جنابت کے قائم مقام ہے

دوسری روایات میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے سائل کو یہ جواب دیا تھا کہ وہ نماز نہ پڑھے جب تک غسل کے لئے پانی نہ ملے۔ یا پانی ملنے کی توقع کی بنا پر یا اس گفتگو کے وقت انھوں نے سکوت اس لئے اختیار کیا کہ جنبی کے لئے تیمم کا حکم انھیں یاد نہ رہا ہو۔ اور ظاہر بات یہ ہے کہ انھیں جو رسول اللہ سے اس مسئلے میں استفسار کرنے کا موقع نہیں ملا تھا اس لئے ان کی رائے یہی تھی کہ تیمم غسل جنابت کا بدل نہیں ہو سکتا۔ اس بنا پر حضرت عمارؓ نے ان کے سامنے پورا قصہ دہرایا، حالانکہ دوسرے صحابہ کے نزدیک جنبی کے لئے بھی تیمم کی اجازت تھی۔ حضرت عمارؓ نے سفر میں حالت جنابت پیش آجانے کی بنا پر پانی نہ ملنے پر جب تیمم کا ارادہ کیا تو قیاس سے یہ سمجھا کہ غسل کا بدل اس تیمم سے ہو سکتا ہے جس میں تمام اعضاء بدن خاک آلودہ کرئے جائیں مگر رسول اللہ نے انھیں تیمم کی تعلیم دیکر بتلا دیا کہ غسل اور وضو کے لئے تیمم کا ایک ہی طریقہ ہے اس میں کوئی فرق نہیں بلکہ تیمم کے لئے یہ بھی مناسب نہیں کہ ہم خواہ مخواہ مٹی کا بھبھوت اپنی صورت پر مل کر حلیہ بگاڑ لیں۔ کہ صورت بگاڑنا شرعاً ناجائز ہے اسے مُثلہ کہا جاتا ہے جو مطلق حرام کر دیا گیا۔ جو لوگ راکھ وغیرہ مل کر اپنی پیدائشی صورت بگاڑ لیتے ہیں وہ ایک فعل حرام کا ارتکاب کرتے ہیں۔

اس حدیث میں اگرچہ مٹی پر ایک ہی دفعہ ہاتھ مارنے کا حکم ظاہر ہوتا ہے لیکن صحیح روایتوں سے جس بات کی تائید ہوتی ہے وہ مٹی پر دو دفعہ ہاتھ مارنے کا حکم ہے۔ ایک دفعہ منہ کے لئے دوسری بار ہاتھوں کے لئے کہنیوں تک۔ یہی مسلک امام شافعیؒ، امام مالکؒ اور امام اعظمؒ نے اختیار کیا ہے۔ اسی بنا پر نووی نے اس حدیث کی توجیہ یہ کی ہے کہ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود صرف یہ تھا کہ عمارؓ کو تیمم کا اصل طریقہ بتلا دیں اور ان پر یہ واضح کر دیں کہ غسل کے لئے مٹی میں لوٹ پوٹ ہونا ضروری نہیں۔ تیمم کی پوری کیفیت بیان کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عمارؓ سے تیمم کی مختلف روایتوں میں اتنی بات مشترک ہے کہ رسول اللہ نے تیمم کے لئے مٹی پر دو مرتبہ ہاتھ مارا۔ حدیث میں کفین کا لفظ ہاتھوں کے لئے آیا ہے اس سے کہنی تک پورا ہاتھ مراد ہے۔

(۴۸۸) **وَعَنْ** اَبِی الْجُھَیْمِ ابْنِ الْحَارِثِ بْنِ الصِّمَّۃِ قَالَ مَرَرْتُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ یَبُوْلُ فَسَلَّمْتُ عَلَیْہِ فَلَمْ یَرُدَّ عَلَیَّ حَتّٰی قَامَ اِلٰی جِدَارٍ فَحَتَّہٗ بِعَصًا کَانَتْ مَعَہٗ ثُمَّ وَضَعَ یَدَیْہِ عَلَی الْجِدَارِ فَمَسَحَ وَجْھَہٗ وَذِرَاعَیْہِ ثُمَّ رَدَّ عَلَیَّ وَلَمْ اَجِدْ ھٰذِہِ الرِّوَایَۃَ فِی الصَّحِیْحَیْنِ وَلَا فِی الْکِتَابِ الْحُمَیْدِیِّ وَلٰکِنْ ذَکَرَہٗ فِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ وَقَالَ ھٰذَا الْحَدِیْثُ حَسَنٌ۔

ترجمہ :- حضرت ابو جہیم بن الحارث بن الصمہ کہتے ہیں کہ (ایک بار) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیشاب کر رہے تھے کہ میں قریب سے گذرا اور میں نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے مجھے جواب نہیں دیا اور دیوار کے قریب کھڑے ہو کر آپ نے اپنی لکڑی سے جو آپ کے ساتھ تھی دیوار کو کھرچا، پھر اپنے دونوں ہاتھ دیوار پر رکھے اور اپنے چہرے کا اور ہاتھوں کا مسح کیا۔ اس کے بعد مجھے سلام کا جواب دیا (صاحب مشکوٰۃ کہتے ہیں)

یہ روایت میں نے بخاری اور مسلم میں نہیں پائی۔ اور نہ حمیدی کی کتاب میں ملی۔ البتہ صاحب مصابیح نے اسے شرح السنۃ میں ذکر کیا ہے۔ اور اسے حدیث حسن قرار دیا ہے۔

تشریح:۔ مٹی کھرچ کر اس سے غبار اٹھانا مقصود تھا کہ غبار پر تیمم افضل اور زیادتی ثواب کا باعث ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر وقت پاک رہنا اور اللہ کا ذکر کرنے کے لئے بھی طہارت کرنا مستحب ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

(۴۸۹) عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الصَّعِیْدَ الطَّیِّبَ وَضُوْءُ الْمُسْلِمِ وَاِنْ لَمْ یَجِدِ الْمَآءَ عَشْرَ سِنِیْنَ فَاِذَا وَجَدَ الْمَآءَ فَلْیُمِسَّہٗ بَشَرَتَہٗ فَاِنَّ ذٰلِکَ خَیْرٌ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَرَوَی النَّسَائِیُّ نَحْوَہٗ اِلٰی قَوْلِہٖ عَشْرَ سِنِیْنَ۔

دوسری فصل

ترجمہ:۔ حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ پاک مٹی ایک مسلمان کے لئے پاک کرنیوالی ہے اگرچہ دس برس تک وہ پانی حاصل نہ کر سکے اور جب پانی دستیاب ہو تو اسے اپنے جسم پر پھیرلے کیونکہ بلاشبہ یہی بات بہتر ہے۔ احمد ترمذی۔ ابوداؤد۔ اور نسائی نے یہ روایت صرف عشر سنین کے الفاظ تک ذکر کی ہے۔

تیمم کی مدت

تیمم کے لئے کوئی مدت مقرر نہیں۔ حدیث میں یہ بات واضح کردی گئی کہ پانی جب تک دستیاب نہ ہو اس وقت تک تیمم کی اجازت ہے۔ دس برس کا مطلب مدت کی تعیین نہیں بلکہ اس سے ایک طویل وقت مراد ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز کا وقت ختم ہونے سے تیمم ختم نہیں ہوجاتا۔ بلکہ یہ وضو کا قائم مقام ہے۔ جن چیزوں سے وضو ٹوٹے گا اس سے تیمم بھی ٹوٹے گا۔ ایک تیمم سے تمام فرض اور نفل عبادتیں ادا کی جاسکتی ہیں، یہ احناف کا مسلک ہے۔ امام شافعی کے نزدیک تیمم ایک عذر کا نتیجہ ہے اس لئے وہ بالکل عام وضو کی طرح نہیں بلکہ جس طرح ایک معذور شخص کا وضو نماز ختم ہونے کے بعد خود بخود ٹوٹ جاتا ہے اسی طرح تیمم بھی ہر نماز کے لئے الگ الگ کرنا ضروری ہے۔ جب اتنا پانی میسر آجائے کہ وضو یا غسل کے لئے کافی ہوسکے اور اپنے پینے کی ضرورت بھی اس سے پوری ہو چکی ہو، پھر اس کے استعمال کی قدرت و صلاحیت بھی آدمی کو حاصل ہو تو اب وضو یا غسل ضروری ہے، تیمم اس صورت میں درست نہیں۔

(۴۹۰) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ خَرَجْنَا فِیْ سَفَرٍ فَاَصَابَ رَجُلًا مِّنَّا حَجَرٌ فَشَجَّہٗ فِیْ رَاْسِہٖ فَاحْتَلَمَ فَسَاَلَ اَصْحَابَہٗ ھَلْ تَجِدُوْنَ لِیْ رُخْصَۃً فِی التَّیَمُّمِ قَالُوْا مَا نَجِدُ لَکَ رُخْصَۃً وَّاَنْتَ تَقْدِرُ عَلَی الْمَآءِ فَاغْتَسَلَ فَمَاتَ فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُخْبِرَ بِذٰلِکَ قَالَ قَتَلُوْہُ قَتَلَھُمُ اللّٰہُ اَلَا سَاَلُوْا اِذْ لَمْ یَعْلَمُوْا فَاِنَّمَا شِفَاءُ الْعِیِّ السُّؤَالُ اِنَّمَا کَانَ یَکْفِیْہِ اَنْ یَّتَیَمَّمَ وَیَعْصِبَ عَلٰی جُرْحِہٖ خِرْقَۃً ثُمَّ یَمْسَحَ عَلَیْھَا وَیَغْسِلَ سَائِرَ جَسَدِہٖ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤُدَ وَرَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ عَنْ عَطَآءِ بْنِ اَبِیْ رَبَاحٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ۔

ترجمہ:۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں نکلے تو (اثنائے سفر میں) ایک شخص کے پتھر لگا اور اس نے اس کے سر میں زخم کردیا اسے احتلام ہوا تو اس نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ کیا مجھے تم (اپنے علم کے مطابق) تیمم کی اجازت دیتے ہو۔ انھوں نے کہا ہمارے نزدیک تو تمہیں تیمم کی اجازت نہیں کیونکہ تم پانی کے استعمال پر قدرت رکھتے ہو۔ چنانچہ اس نے غسل کرلیا، پھر اس کا انتقال ہوگیا۔ جب ہم رسول اللہ

Marfat.com

کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ کو اس کی خبر دی گئی تو آپ نے فرمایا، اس کے ساتھیوں نے اسے مار ڈالا، خدا انھیں موت دے۔ جب انھیں (اصل مسئلہ) معلوم نہ تھا تو انھوں نے دریافت کیوں نہ کر لیا۔ کیونکہ نادانی کا علاج تو دریافت کر لینا ہے۔ بلاشبہ اسے اتنی بات ناکافی ہوتی کہ تیمم کرتا اور اپنے زخم پر پٹی باندھ لیتا پھر اس پر مسح کر لیتا اور اپنے تمام بدن کو دھو لیتا۔ ابوداؤد۔ ابن ماجہ۔ ابن ماجہ نے اس حدیث کو عطاء بن ابی رباح کے واسطے سے ابن عباس سے نقل کیا ہے۔

اگر پانی کے استعمال پر قدرت نہ ہو تو تیمم کی اجازت ہے

فلم تجدوا ماءً فتیمموا اس آیت قرآنی سے تیمم کا حکم ثابت ہے۔ اس آیت سے وہ لوگ یہ سمجھے کہ پانی موجود نہ ہو تو تیمم کیا جا سکتا ہے۔ لیکن پانی موجود ہوتے ہوئے پر تیمم جائز نہیں، خواہ پانی کے استعمال کی قدرت نہ ہو۔ اور پانی نقصان دہ بھی ہو۔ اس حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ تیمم کے ساتھ جسم کو دھونا بھی چاہئے۔ امام شافعی نے اس حدیث کو اختیار کیا ہے مگر احناف کے نزدیک اس حدیث پر فقہی قاعدے کی رو سے عمل نہیں کیا جا سکتا، ایسی دو چیزیں ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتیں جن میں ایک اصل ہو دوسری اس کے قائم مقام ہو۔ ایک وجہ اس حدیث کو ترک کرنے کی یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اس درجہ کی نہیں کہ اس کو اختیار کیا جا سکے۔ پھر جبکہ فقہی قیاس اور عقلی تقاضے کے بھی مخالف ہو۔ مسئلہ کی تفصیل یہ ہے کہ اگر ہلاکت نفس کا خطرہ ہو تو بالاتفاق سب کے نزدیک تیمم جائز ہے یا مرض کی زیادتی اور طوالت کا اندیشہ ہو تو امام اعظم، امام مالک کے نزدیک تیمم کیا جا سکتا ہے۔ شوافع کا راجح قول یہی ہے کہ اس کو نماز کا اعادہ ضروری نہیں۔ اور جس کے کسی حصہ جسم میں زخم یا پھوڑا ہو اور اس پر پٹی بندھی ہوئی ہو جس کے کھولنے میں کوئی ضرر پہنچ سکتا ہو تو اس صورت میں شوافع کے نزدیک پٹی پر مسح کرے اور اسی کے ساتھ تیمم کرے۔ امام اعظم اور امام مالک کے نزدیک اگر بدن کا اکثر حصہ محفوظ ہو تو اس کو دھوئیں گے، بقیہ زخمی حصے پر مسح کر لیا جائے گا۔ اور اگر اکثر حصہ زخمی ہو تو پھر صرف تیمم کافی ہے اب دھونے کی ضرورت نہیں۔ ہاں امام احمد کے نزدیک اس صورت میں بھی محفوظ حصے کو دھونا اور بقیہ زخمی حصے کے لئے تیمم کرنا چاہئے۔

(۴۹۱) **وَعَنْ** اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ قَالَ خَرَجَ رَجُلَانِ فِیْ سَفَرٍ فَحَضَرَتِ الصَّلٰوۃُ وَلَیْسَ مَعَھُمَا مَآءٌ فَتَیَمَّمَا صَعِیْدًا طَیِّبًا فَصَلَّیَا ثُمَّ وَجَدَا الْمَآءَ فِی الْوَقْتِ فَاَعَادَ اَحَدُھُمَا الصَّلٰوۃَ بِوُضُوْءٍ وَلَمْ یُعِدِ الْاٰخَرُ ثُمَّ اَتَیَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَذَکَرَا ذٰلِکَ فَقَالَ لِلَّذِیْ لَمْ یُعِدْ اَصَبْتَ السُّنَّۃَ وَاَجْزَأَتْکَ صَلٰوتُکَ وَقَالَ لِلَّذِیْ تَوَضَّأَ وَاَعَادَ لَکَ الْاَجْرُ مَرَّتَیْنِ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ وَالدَّارِمِیُّ وَرَوَی النَّسَائِیُّ نَحْوَہٗ وَقَدْ رَوٰی ھُوَ وَاَبُوْدَاؤدَ اَیْضًا عَنْ عَطَاءِ بْنِ یَسَارٍ مُرْسَلًا۔

ترجمہ:- حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ دو آدمی سفر میں نکلے، نماز کا وقت آگیا پانی ان کے ساتھ نہیں تھا، تو انھوں نے پاک مٹی سے تیمم کیا اور نماز پڑھ لی۔ پھر اتفاق سے انھوں نے اسی نماز کے وقت پانی حاصل کر لیا۔ ان میں سے ایک نے اپنی نماز وضو کر کے لوٹا لی، اور دوسرے شخص نے نہیں لوٹائی۔ پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے اس کا ذکر کیا۔ آپ نے اس شخص سے جس نے نماز نہیں لوٹائی تھی (یہ) فرمایا کہ تو سنت (کے حکم) کو پہنچا اور تیری نماز تیرے لئے کافی ہو گئی۔ اور جس نے وضو کر کے نماز لوٹائی تھی اس سے فرمایا کہ تیرے لئے دوگنا ثواب ہے۔ ابوداؤد۔ دارمی۔ نسائی نے اس کے مطابق روایت بیان کی ہے اور نسائی اور ابوداؤد نے اس روایت کو عطاء بن یسار سے بھی مرسل طریق سے بیان کیا ہے۔

تیمم سے نماز پڑھ لینے کے بعد اگر پانی مل جائے

تو بالاتفاق نماز کا لوٹانا ضروری نہیں اگرچہ نماز کا وقت باقی ہو۔ ہاں عین حالت نماز میں پانی سامنے آجائے یا اس کے استعمال پر قدرت ہو جائے تو

Marfat.com

مجبور علماء کے نزدیک نماز اسی تیمم سے پوری کرے وہ نماز صحیح ہوگی۔ امام اعظمؒ کے نزدیک اور امام احمدؒ کے ایک قول کے مطابق اس صورت میں تیمم ٹوٹ جائے گا، پانی سے وضو کرکے از سر نو نماز پڑھنا ضروری ہے۔ اگر تیمم کرنے کے بعد نماز شروع کرنے سے پہلے پانی دستیاب ہوگیا تو علماء کا اس پر اجماع ہے کہ تیمم ٹوٹ جائے گا۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

(۴۹۲) عَنْ اَبِی الْجُھَیْمِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ الصِّمَّۃِ قَالَ اَقْبَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ نَحْوِ بِئْرِ جَمَلٍ فَلَقِیَہُ رَجُلٌ فَسَلَّمَ عَلَیْہِ فَلَمْ یَرُدَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی اَقْبَلَ عَلَی الْجِدَارِ فَمَسَحَ بِوَجْھِہٖ وَیَدَیْہِ ثُمَّ رَدَّ عَلَیْہِ السَّلَامَ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

تیسری فصل

ترجمہ :- حضرت ابوجہیم بن الحارثؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمل کے کنویں کی جانب سے تشریف لا رہے تھے (کہ) ان سے ایک شخص ملا اور اس نے سلام کیا۔ آپ نے اس کا جواب نہیں دیا حتی کہ آپ دیوار کے پاس آئے اور آپ نے اپنے چہرے اور ہاتھوں کا مسح کیا پھر اس پر سلام لوٹایا۔ بخاری۔ مسلم۔

(۴۹۳) وَعَنْ عَمَّارِ بْنِ یَاسِرٍ اَنَّہٗ کَانَ یُحَدِّثُ اَنَّھُمْ تَمَسَّحُوْا وَھُمْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالصَّعِیْدِ لِصَلٰوۃِ الْفَجْرِ فَضَرَبُوْا بِاَکُفِّھِمُ الصَّعِیْدَ ثُمَّ مَسَحُوْا بِوُجُوْھِھِمْ مَسْحَۃً وَّاحِدَۃً ثُمَّ عَادُوْا فَضَرَبُوْا بِاَکُفِّھِمُ الصَّعِیْدَ مَرَّۃً اُخْرٰی فَمَسَحُوْا بِاَیْدِیْھِمْ کُلِّھَا اِلَی الْمَنَاکِبِ وَالْاٰبَاطِ مِنْ بُطُوْنِ اَیْدِیْھِمْ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ۔

ترجمہ :- حضرت عمار بن یاسرؓ حدیث بیان کرتے تھے کہ صحابہ نے صبح کی نماز کے لئے مٹی سے تیمم کیا اور وہ رسول اللہ کی ہمراہ تھے تو انھوں نے اپنے ہاتھ مٹی پر مارے، پھر اپنے چہرے کا ایک بار مسح کیا۔ انھوں نے پھر اعادہ کیا کہ مٹی پر دوسری مرتبہ ہاتھ مارے، پھر اپنے ہاتھوں کا پوری طرح مونڈھوں اور بغلوں کے اندر تک مسح کیا۔ ابوداؤد۔

تیمم کی حد حدیث میں من بطون کا لفظ ہے۔ من کا لفظ عربی قواعد کے لحاظ سے ابتداء کے معنی رکھتا ہے۔ یعنی شروع میں ہاتھوں کے اندرونی رخ پر ہاتھ پھیرے جس کو فقہاء نے مستحب لکھا ہے۔ یا اس کے معنی یہ ہیں کہ تیمم ہتھیلیوں سے شروع کیا اور یہی معنی اس جگہ مناسب ہیں۔ صحابہ نے پورے ہاتھوں کا تیمم اس لئے کیا کہ تیمم کے لئے آیت قرآنی میں ید کا لفظ مطلق آیا ہے اس سے پورا ہاتھ بھی مراد لیا جا سکتا تھا۔ لیکن قاعدے کی رو سے اصل چیز میں اور اس چیز میں جو اس کے قائم مقام ہو حکم کی مناسبت ضروری ہے۔ وضو اصل ہے اور تیمم اس کی ایک شاخ ہے۔ جب وضو میں صرف کہنیوں تک ہاتھ دھوتے ضروری ہیں تو تیمم کی حد بھی یہیں تک ہونی چاہئے۔ اسکے علاوہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیمم کہنیوں تک کیا ہے۔ اس بنا پر جمہور علماء تیمم کی اس حد کے قائل ہیں جو رسول اللہ کے عمل سے ثابت ہے۔

تیمم کے دیگر مسائل پانی اگر ڈیڑھ میل کے فاصلے سے زیادہ ہو تو حاضر اور مقیم دونوں کے لئے تیمم جائز ہے خواہ وہ آبادی کے اندر ہوں یا باہر ہوں۔ مرض کی زیادتی اور اس کی طوالت کا خوف، کسی درندے یا دشمن کا خطرہ یا پینے کی ضرورت سے زیادہ پانی کا نہ ہونا، یا پانی حاصل کرنے کے لئے ذرائع ڈول وغیرہ کی عدم موجودگی۔ ان سب صورتوں میں تیمم جائز ہے۔ ان سب چیزوں سے تیمم کیا جا سکتا ہے جو زمین کی جنس سے ہوں یعنی کان سے برآمد ہوتی ہوں۔ مٹی، ریت، چونا، سرمہ، ہرتال، پتھر، جواہرات یہ سب جنس زمین ہیں۔ موتی اور مونگا

Marfat.com

دریائی پیداوار ہیں ان سے تیمم نہیں ہو سکتا۔ پتھر وغیرہ پر اگر غبار بھی نہ ہو تب بھی تیمم جائز ہے۔ اور جو چیز زمین کی جنس سے نہ ہو اس پر اس وقت تیمم کیا جا سکتا ہے جب وہ غبار آلود ہو۔

تیمم کی شرط یہ ہے کہ آدمی پانی کے استعمال سے حقیقتاً یا حکماً عاجز ہو یعنی واقعتاً پانی موجود نہ ہو یا پانی تو ہو مگر کسی عذر کی بنا پر استعمال نہ کر سکتا ہو۔ مٹی کا پاک ہونا، نیت کرنا اور پورے چہرے پر اور کہنی تک ہاتھ پھیرنا بھی شرط ہے اور نیت بھی اسی عبادت کی کرنی چاہئے جس کے لئے طہارت ضروری ہو۔ مسجد میں جانے یا اسلام قبول کرنے کے لئے ایک شخص تیمم کرتا ہے تو اس تیمم سے نماز ادا نہیں کی جا سکتی۔ البتہ اس میں جنابت یا وضو کو توڑنے والی کسی چیز کی تعیین شرط نہیں۔ دونوں میں سے کوئی چیز بھی پیش آئے تیمم دونوں ہی سے ٹوٹتا ہے اور دونوں ہی سے کیا جا سکتا ہے تیمم جنبی شخص نفاس اور حیض والی عورت سب کے لئے جائز ہے۔

تیمم کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ ہتھیلیوں کی طرف سے زمین پر یا کسی غبار آلود شے پر مارے اور انہیں جھاڑ کر پورے منہ پر پھیر لے پھر دوسری دفعہ اسی طرح ہاتھ زمین پر مار کر اور ان کی مٹی جھاڑ کر بائیں ہاتھ کی ہتھیلی داہنے ہاتھ کے اوپر کہنی تک نیچے کی طرف پھر اوپر کی طرف اچھی طرح پھیرے۔ اسی طرح داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر تیمم کرے۔ تیمم نماز کا وقت شروع ہونے سے پہلے بھی جائز ہے اس سے نفل اور فرض وغیرہ سب ادا کئے جا سکتے ہیں۔ جنازہ کی نماز یا عید کی نماز اگر چھوٹ جانے کا اندیشہ ہو تو اس وقت تیمم کیا جا سکتا ہے خواہ ابتداء سے تیمم کر کے شریک ہو یا درمیان میں وضو ٹوٹ جانے کے بعد پھر دوبارہ نماز میں شریک ہونا چاہتا ہو۔ لیکن پانچ وقت کی نماز یا جمعہ کی نماز اگر ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو اس وقت تیمم جائز نہیں۔ نعوذ باللہ اگر کوئی شخص تیمم کرنے کے بعد اسلام سے پھر گیا اور پھر اللہ کی توفیق سے مسلمان ہو گیا تو اس سے تیمم نہیں ٹوٹے گا۔ البتہ وہ سب چیزیں جن سے وضو ٹوٹتا ہے ان سے تیمم بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ اسکے علاوہ اگر وضو کے بقدر پاک پانی میسر آ جائے اور اس کے استعمال پر قدرت ہو تب بھی تیمم ٹوٹ جائے گا۔ مسافر اپنے سامان میں پانی رکھ کر بھول جائے اور تیمم کر کے نماز پڑھ لے تو اب اس کو نماز دہرانا ضروری نہیں۔ اور جس شخص کو کہیں قریب میں پانی ملنے کی توقع ہو تو مستحب یہ ہے کہ نماز کو آخر وقت تک موخر کرے جب تک کہ بالکل مکروہ وقت نہ ہو جائے پانی کی جستجو حتی الامکان ضروری ہے، اگر قرائن سے اس کا یقین ہو جائے کہ آس پاس تین چار فرلانگ کے علاقے میں دستیاب نہ ہو گا تب پانی کی تلاش واجب نہیں۔ اگر پانی عام بازاری نرخ پر قیمت سے مل سکتا ہو اور اپنے اندر اس کے خریدنے کی صلاحیت ہو تو وضو کے لئے پانی خریدنا واجب ہے لیکن نہ تو اپنے پاس پانی کی قیمت کی بقدر پیسے ہوں اور پانی بھی غیر معمولی قیمت پر فروخت ہوتا ہو اس وقت خریدنا واجب نہیں ہے۔ سفر میں کوئی ساتھی ہو اور وہ مانگنے پر پانی نہ دے تو تیمم جائز ہے اگر اس سے مانگے بغیر تیمم کر لیا یا مقیم شخص پانی کی موجودگی میں غسل جنابت یا وضو کی بجائے جاڑے کی شدت کی بنا پر تیمم کر لے تو بھی جائز ہے۔

بَابُ الْغُسْلِ الْمَسْنُوْنِ

غسل مسنون کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

(۴۹۴) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جَآءَ اَحَدُكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

Marfat.com

پہلی فصل

ترجمہ :۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص جمعہ (کی نماز) کے لئے آئے تو اسے غسل کر لینا چاہئے۔ بخاری، مسلم۔

جمعہ کے دن غسل مسنون ہے

جمہور علماء کے نزدیک جمعہ کے روز غسل کرنا مستحب مؤکد ہے، یعنی یہ تو سنت مگر ایسی سنت ہے جس پر عمل کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ بلکہ ایک روایت کے بموجب امام مالک کے نزدیک واجب ہے بعض علماء نے غسل کو جمعے کے دن کی عظمت کے پیش نظر مسنون کہا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ غسل نماز جمعہ کے لئے ہے کہ یہ ایک طرف سنت نبوی پر عمل بھی ہے اور دوسری طرف نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے پاکیزگی و طہارت کا اہتمام بھی۔

(۴۹۵) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غُسْلُ یَوْمِ الْجُمُعَۃِ وَاجِبٌ عَلٰی کُلِّ مُحْتَلِمٍ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

ترجمہ :۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر بالغ آدمی پر جمعہ کے دن نہانا واجب ہے۔ بخاری، مسلم۔

تشریح :۔ واجب کا مطلب یہ ہے کہ اس دن غسل کا ترک کرنا مناسب نہیں۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ غسل ترک کرنے والا گنہ گار ہوگا۔ اہتمام غسل کی تاکید ہے اسی لئے علماء نے اس کو مستحب موکدہ قرار دیا ہے۔ ابتدائی عہد میں مسجدیں مختصر تھیں۔ لوگ محنت مزدوری کرتے تھے اور چونکہ موٹے کپڑے استعمال ہوتے تھے اس لئے پسینہ زیادہ آتا تھا جس سے کپڑوں میں اس کی بو بس جاتی تھی۔ اس بدبو کی تکلیف نماز جمعہ کے اجتماع کثیر میں زیادہ محسوس ہوتی۔ اس بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن غسل کرنے کی تاکید فرمائی۔

(۴۹۶) وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَقٌّ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ اَنْ یَّغْتَسِلَ فِیْ کُلِّ سَبْعَۃِ اَیَّامٍ یَوْمًا یَغْسِلُ فِیْہِ رَاْسَہٗ وَجَسَدَہٗ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

ترجمہ :۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سات دن میں ایک دن ہر مسلمان کو نہانا لازم ہے جس میں وہ اپنا سر اور اپنا جسم دھوئے۔ بخاری، مسلم۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

(۴۹۷) عَنْ سَمُرَۃَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فَبِھَا وَنِعْمَتْ وَمَنِ اغْتَسَلَ فَالْغُسْلُ اَفْضَلُ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ وَالدَّارِمِیُّ۔

دوسری فصل

ترجمہ :۔ حضرت سمرۃ بن جندبؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے جمعہ کے دن نماز جمعہ کے لئے وضو کیا تو فرض ادا کر دیا۔ اور یہ فرض (بھی) کیا خوب ہے۔ اور جس شخص نے غسل کیا تو یہ (اور بھی) بہتر ہے۔ احمد۔ ابو داؤد

Marfat.com

ترمذی۔ نسائی۔ دارمی۔

تشریح:۔ حدیث کے الفاظ فبہا ونعمت کے عربی قواعد کے لحاظ سے معنیٰ یہ ہیں کہ فَبِالنِّفِي بُعْضَةٍ اَخَذَ وَ نَعِمَتِ النِّفِي يُعْضَةً۔ یعنی وضوء کرکے فرض ادا کر دیا اور یہ فرض بہت ہی عمدہ ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمعہ کا غسل واجب نہیں سنت ہے اگرچہ یہ سنت بھی قابل اہتمام ہے۔

(۴۹۸) **وَعَنْ** اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ غَسَّلَ مَیِّتًا فَلْیَغْتَسِلْ رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ وَزَادَ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَمَنْ حَمَلَہٗ فَلْیَتَوَضَّأْ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی مردہ کو نہلائے اسے (بعد میں) غسل کر لینا چاہیئے۔ ابن ماجہ۔ احمد، ترمذی اور ابوداؤد نے اتنا مزید بیان کیا ہے کہ جو شخص مردے کو اٹھائے اسے چاہیئے کہ (پہلے) وضوء کرلے

تشریح:۔ مردے کو نہلاتے وقت بدن پر چھینٹیں پڑتی ہیں اس لئے نظافت و پاکیزگی کا تقاضا ہے کہ نہلانے والا بعد میں خود بھی غسل کرلے۔ چونکہ دوسری حدیث میں ہی کہ مُردے کو نہلانیکے بعد خود نہانا واجب نہیں اس بنا پر اس حدیث، کا حکم استحبابی ہوگا۔ یعنی مردے کو نہلانے والا بعد میں نہالے تو بہتر ہے، نہانا ضروری نہیں اکثر علماء کی یہی رائے ہے۔ جنازہ اٹھانے سے پہلے وضوء کر لینا بھی سب کے نزدیک مستحب ہے کہ با وضوء ہو کر جنازہ اٹھانے میں فائدہ یہ ہے کہ نماز جنازہ فوراً ادا ہو سکیگی، ورنہ وضوء کرنے میں یا تو دیر ہوگی یا نماز چھوٹ جائے گی۔

(۴۹۹) **وَعَنْ** عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَغْتَسِلُ مِنْ اَرْبَعٍ مِّنَ الْجَنَابَةِ وَیَوْمَ الْجُمُعَةِ وَمِنَ الْحِجَامَةِ وَمِنْ غُسْلِ الْمَیِّتِ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤُدَ۔

ترجمہ:۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم چار چیزوں سے غسل دینے کا حکم فرماتے تھے۔ جمعہ کا دن آنے پر، پچھنے لگوانے کے بعد اور مردہ کو غسل دینے کے بعد۔ ابوداؤد۔

تشریح:۔ اگرچہ رسول اللہ نے کبھی کسی میت کو غسل نہیں دیا اس لئے حدیث کے مضمون کا مطلب یہی ہے کہ ان چار چیزوں کے بعد غسل دینے کا حکم دیتے تھے۔ لیکن دوسری احادیث کی بنا پر جنابت کا غسل فرض ہے اور باقی غسل مستحب ہیں۔ پچھنے لگوانے کے بعد نہالینا بہتر ہے کہ جسم پر سے خون وغیرہ صاف ہو جائے۔

(۵۰۰) **وَعَنْ** قَیْسِ بْنِ عَاصِمٍ اَنَّہٗ اَسْلَمَ فَاَمَرَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یَغْتَسِلَ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَائِیُّ۔

ترجمہ:۔ حضرت قیس بن عاصم سے روایت ہے کہ وہ اسلام لائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں حکم دیا کہ پانی سے اور بیری کے پتوں سے غسل کریں۔ ترمذی، ابوداؤد، نسائی۔

جو شخص اسلام لائے اسے نہانا مستحب ہے اس کی صحیح شکل یہ ہے کہ پہلے کلمہ شہادت پڑھ کر ایمان لائے پھر غسل کرے۔ غسل کرنے سے پہلے بال صاف کرنا اور سر منڈوانا بھی مستحب ہے۔ البتہ ایک ناپاک شخص اگر مسلمان ہو تو اسے نہانا واجب ہے۔ بیری کے پتوں سے بدن خوب صاف ہو جاتا ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

(۵۰۱) عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ إِنَّ نَاسًا مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ جَاءُوْا فَقَالُوْا يَا ابْنَ عَبَّاسٍ أَتَرَى الْغُسْلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاجِبًا قَالَ لَا وَلٰكِنَّهٗ أَطْهَرُ وَخَيْرٌ لِمَنِ اغْتَسَلَ وَمَنْ لَمْ يَغْتَسِلْ فَلَيْسَ عَلَيْهِ بِوَاجِبٍ وَسَأُخْبِرُكُمْ كَيْفَ بَدْءُ الْغُسْلِ كَانَ النَّاسُ مَجْهُوْدِيْنَ يَلْبَسُوْنَ الصُّوْفَ وَيَعْمَلُوْنَ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ وَكَانَ مَسْجِدُهُمْ ضَيِّقًا مُقَارِبَ السَّقْفِ إِنَّمَا هُوَ عَرِيْشٌ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ يَوْمٍ حَارٍّ وَعَرِقَ النَّاسُ فِيْ ذٰلِكَ الصُّوْفِ حَتّٰى ثَارَتْ مِنْهُمْ رِيَاحٌ أَذٰى بِذٰلِكَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فَلَمَّا وَجَدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ الرِّيَاحَ قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِذَا كَانَ هٰذَا الْيَوْمُ فَاغْتَسِلُوْا وَلْيَمَسَّ أَحَدُكُمْ أَفْضَلَ مَا يَجِدُ مِنْ دُهْنِهٖ وَطِيْبِهٖ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ثُمَّ جَاءَ اللّٰهُ بِالْخَيْرِ وَلَبِسُوْا غَيْرَ الصُّوْفِ وَكُفُوا الْعَمَلَ وَوُسِّعَ مَسْجِدُهُمْ وَذَهَبَ بَعْضُ الَّذِيْ كَانَ يُؤْذِيْ بَعْضُهُمْ بَعْضًا مِنَ الْعَرَقِ. رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ۔

تیسری فصل

ترجمہ:۔ حضرت عکرمہؓ فرماتے ہیں کہ عراق کے کچھ لوگ آئے اور انھوں نے ابن عباسؓ سے عرض کیا کہ کیا آپ کے نزدیک جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے؟۔ انھوں نے فرمایا کہ نہیں، لیکن یہ نہانے والے کے لئے زیادہ بہتر اور پاکیزہ ہے اور جو شخص نہ نہائے اس پر (نہانا) واجب نہیں۔ اور میں تمہیں بتلاتا ہوں کہ ابتداء میں غسل کس طرح (شروع ہوا) تھا۔ لوگ محنت و مشقت کرتے تھے، موٹا کپڑا پہنتے اور کمر پر بوجھ لادتے تھے۔ اور مسجد (اس وقت) تنگ تھی (جس کی چھت (بھی) نیچی تھی اور (چھت کیا) صرف کھجور کی ٹہنیوں کا ایک چھپر تھا۔ تو ایک گرم دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مسجد میں) تشریف لائے اور یہ جمعہ کا دن تھا۔ صوف پہننے کی وجہ سے لوگ پسینے میں تر ہو گئے تھے حتیٰ کہ ان سے ایسی بو پھیلی جو دوسروں کے لئے تکلیف دہ تھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بو محسوس کی تو فرمایا، اے لوگو! جب یہ (جمعہ کا) دن ہو تو غسل کیا کرو۔ اور تم میں جس کسی کے پاس عمدہ سے عمدہ تیل اور خوشبو ہو تو اسے استعمال کرے۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ پھر اللہ تعالیٰ نے (مسلمانوں کو) دولت عطا فرمادی اور وہ صوف کے علاوہ (دوسرے اچھی قسم کے کپڑے) پہننے لگے اور انھیں محنت مزدوری کی ضرورت نہ رہی اور مسجد (بھی) کشادہ کردی گئی (اس کے نتیجے میں) وہ (بدبودار) پسینہ کی تکلیف ختم ہوگئی جس سے ایک دوسرے کو تکلیف پہنچتی تھی۔ ابوداؤد۔

تشریح:۔ ابتداء میں عام مسلمانوں کی مالی حالت بہتر نہ تھی اس لئے ان کا رہن سہن بہت سادہ اور بقدر ضرورت تھا، موٹا چھوٹا جو میسر آتا اس پر قناعت کرتے۔ محنت مزدوری کرنے کی وجہ سے پسینہ بار بار آتا جو موٹے کپڑوں میں جذب ہو کر اپنی ناگوار بو کی شکل میں باقی رہ جاتا بعد میں اللہ تعالیٰ نے وسعت و کشادگی پیدا فرمادی اور لوگ محنت و مشقت سے چھوٹ گئے۔ حدیث میں لفظ مِنَ الْعَرَقِ کا آیا ہے جو بعض کا بیان ہے۔ یعنی بعض لوگوں کے پسینے لوگوں کی تکلیف کا سبب بنتے تھے وہ ختم ہو گئے۔ حاصل یہ کہ ابتداء میں ایک ضرورت کے تحت جمعہ کے دن کا غسل واجب تھا۔ جب وہ ضرورت باقی نہ رہی تو اب اس کا وجوب بھی ختم ہو گیا، البتہ اس کا استحباب باقی رہ گیا۔

بَابُ الْحَيْضِ

حیض کا بیان

شریعت نے انسانی زندگی کے ہر مسئلے کے بارہ میں انسان کی رہنمائی کی ہے۔ حیض جو لغت کے اعتبار سے کسی چیز کے بہنے اور جاری ہونے کا

مفہوم رکھتا ہے۔ شرعی لحاظ سے وہ ایک خاص اصطلاح بن گیا ہے۔ حیض اس خون کو کہتے ہیں جو ہر بالغ اور تندرست عورت کے رحم سے اپنے معمول کے مطابق کسی بیماری کے بغیر ہر ماہ مقررہ مقدار میں خارج ہوتا ہے۔ جو خون بچے کی پیدائش کے بعد رحم مادر سے نکلتا ہے وہ نفاس کہلاتا ہے، حیض کی کم سے کم مدت تین دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے۔ اس مدت میں سفیدی کے علاوہ جس رنگ کا بھی سیاہ، سُرخ پیلا خون خارج ہو وہ حیض شمار ہوگا۔ جو خون بچے کی ولادت کے بعد چالیس دن تک آتا ہے وہ نفاس کہلاتا ہے۔ ان تمام ایام میں عورت پر نماز فرض نہیں ہے۔ فرض روزے بھی ان دنوں میں نہیں رکھے جا سکتے۔ البتہ اس مدت کے ختم ہونے کے بعد پھر ان کی قضا کرنی ضروری ہے۔ ان ایام کے علاوہ اگر اور دنوں میں رحم سے خون جاری ہوتا ہے تو وہ استحاضہ کہلاتا ہے جس کی تفصیلات آئندہ آئیں گی۔ اس کا تعلق اگرچہ براہ راست طب سے ہے مگر انسانی زندگی کو اسلام نے ستھرائی اور پاکیزگی کا جو رنگ دیا ہے اس کا تقاضا ہے کہ صنف نازک کی زندگی کا یہ حصہ اسلامی آداب و معیشت کی رہنمائی سے محروم نہ رہے۔ اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب اور دوسری سوسائٹیوں نے عورت کی زندگی کے اس لازمی پہلو کو نہ صرف حدود و آداب سے محروم رکھا ہے بلکہ اس کی بنا پر خود عورت کو گندگی اور بیچارگی کا مجسمہ قرار دیدیا۔ اسلام نے عورت کی زندگی کے ان ناگزیر ایام کو اس کی فطرت کے ایک تقاضے کی حیثیت سے تسلیم کیا ہے۔ اس نے حیض کے پورے زمانے میں عورت کو اچھوت سمجھنے کی تعلیم نہیں دی، وہ خانگی زندگی میں برابر کے عنصر کی حیثیت سے شریک ہے۔ اس کی نسائیت اس کے لئے باعزت، باوقار اور سادیانہ زندگی ہی کا مطالبہ نہیں کرتی بلکہ عورت اپنی خلقت میں جو نزاکت و لطافت رکھتی ہے اس کے پیش نظر وہ مرد سے زیادہ سہولتوں اور رعایتوں کی مستحق ہے۔ اسلام نے عورت کے حقوق و فرائض کا جو خاکہ تجویز کیا ہے اس میں اس کا اس حد تک لحاظ رکھا ہے کہ اس حد سے آگے عورت کسی ذمہ داری کا اور اس کے لئے کسی استحقاق کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ اور جب کبھی اس تصور کے بغیر کسی معاشرہ کی تشکیل کی گئی اس میں توازن پیدا ہی نہیں ہو سکا۔

اسلام سے قبل عہد جاہلیت میں عورت کی حیثیت جس قدر پامال اور مجروح تھی غیر اسلامی معاشروں میں آج بھی اس کے تھوڑے بہت اثرات دیکھے جا سکتے ہیں۔ خصوصًا ایام حیض میں عورت کو آدمیوں کی طرح جینے کا حق ہی نہیں تھا، اس سے ملنا جلنا، اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا۔ اس کا گھر کے ایک فرد کی طرح معاشرتی امور میں حصہ لینا جائز نہیں تھا۔ اسلام کے احکام جب مدینے کی فضا میں بتدریج نازل ہو رہے تھے تو مسلمانوں کے ارد گرد متعدد جاہلی گروہ اور کفر و شرک سے آلودہ ذہنیتیں موجود تھیں۔ وہ ان نئے آداب زندگی کو جو اسلامی نظام زندگی میں فٹ کئے جا رہے تھے، طبعًا پسند نہیں کرتے تھے بلکہ موقع بہ موقع ان نازل شدہ احکام کی مصالح، معقولیت اور پاکیزگی کو بالکل نظر انداز کر کے زبان طعن کھولے بغیر نہیں رہتے تھے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

(۵۰۲) عَنْ اَنَسٍ قَالَ اِنَّ الْيَهُوْدَ كَانُوْا اِذَا حَاضَتِ الْمَرْاَةُ فِيْهِمْ لَمْ يُؤَاكِلُوْهَا وَلَمْ يُجَامِعُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ
فَسَاَلَ اَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّبِيَّ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ الْاٰيَةَ فَقَالَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِصْنَعُوْا كُلَّ شَيْءٍ اِلَّا النِّكَاحَ فَبَلَغَ ذٰلِكَ الْيَهُوْدَ فَقَالُوْا مَا يُرِيْدُ هٰذَا الرَّجُلُ
اَنْ يَّدَعَ مِنْ اَمْرِنَا شَيْئًا اِلَّا خَالَفَنَا فِيْهِ فَجَاءَ اُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ وَعَبَّادُ بْنُ بِشْرٍ فَقَالَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الْيَهُوْدَ
يَقُوْلُ كَذَا وَكَذَا اَفَلَا نُجَامِعُهُنَّ فَتَغَيَّرَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى ظَنَنَّا اَنْ قَدْ وَجَدَ
عَلَيْهِمَا فَخَرَجَا فَاسْتَقْبَلَتْهُمَا هَدِيَّةٌ مِّنْ لَّبَنٍ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَرْسَلَ فِيْ

Marfat.com

اٰثَارِهِمَا فَسَقَاهُمَا فَعَرَفَا اَنَّهٗ لَمْ يَجِدْ عَلَيْهِمَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

پہلی فصل

ترجمہ :۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ یہود کے یہاں جب عورتوں کو حیض آتا تو وہ ان کے ساتھ کھانا پینا چھوڑ دیتے اور نہ ہی انھیں گھروں میں رہنے دیتے۔ ان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے آپؐ سے دریافت کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں (قرآن) نازل کیا۔ کہ یہ لوگ تم سے حیض کے بارہ میں دریافت کرتے ہیں، تم انھیں بتا دو کہ وہ ایک گندگی ہے، لہذا حیض (کے زمانے میں) عورتوں سے الگ رہو، اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں ان کے قریب (جماع کے ارادہ سے) نہ جاؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ آیت پیش کرنے کے بعد) فرمایا کہ صحبت کے علاوہ ہر کام کرو۔ یہ خبر یہود کو پہونچی تو کہنے لگے یہ شخص (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ہماری جس بات کو بھی چھوڑنے کا ارادہ کرتا ہے بس ہماری مخالفت مقصود ہوتی ہے (یہ بات سن کر) اسید بن حضیر اور عباد بن بشر (رسول اللہ کی خدمت میں) حاضر ہوئے اور انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہود اس اس طرح کہتے ہیں تو کیا ہم ان عورتوں کے ساتھ گھروں میں اکٹھے بھی نہ رہیں (اس بات سے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کا رنگ بدل گیا حتیٰ کہ ہمیں یہ خیال ہو گیا کہ آپ ان دونوں پر خفا ہو گئے۔ چنانچہ وہ (آپ کی مجلس سے) باہر آگئے۔ ادھر ان کے سامنے دودھ کا ایک ہدیہ آیا جو رسول اللہ کی خدمت میں بھیجا گیا تھا۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پیچھے پیچھے بلانے کے لئے آدمی بھیجا اور (ان) دونوں کو پلایا۔ اس سے انھوں نے سمجھا کہ آپؐ ان پر خفا نہیں ہوئے تھے۔ مسلم۔

ایام حیض اور عورت جس آیت میں حیض کے بارہ میں حکم دیا گیا وہ یہ ہے يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۔ اس کی تفسیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی کہ ان ایام میں بیوی سے صرف خاوند بیوی کا مخصوص تعلق تو نہیں رہنا چاہیے لیکن اس کے علاوہ ان سے معاملات اسی سطح کے رہنے چاہئیں جس سطح کے عام دنوں میں رہتے ہیں۔ ان کے ساتھ نشست و برخاست، خورد و نوش، ہم آغوشی و ہم نشینی۔ برہنہ کئے بغیر بیوی سے قربت یہ سب چیزیں درست ہیں۔ آیت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ایام حیض میں بیوی سے صحبت کرنے والا گنہ گار ہے اور جو شخص اس آیت کے باوجود ان دنوں میں صحبت کو حلال سمجھ کر اس کا مرتکب ہوگا وہ اللہ کا باغی ہے، اس لئے کافر قرار پائے گا۔ صحابہؓ کے سوال کا منشا یہ تھا کہ یہود مسلمانوں پر فقرے کستے ہیں تو کیا ہم ان کے طعن سے بچنے کے لئے ایام حیض میں عورتوں سے بالکل ترک علائق کرلیں۔ چونکہ رسول اللہ آیت کی تفسیر کے سلسلے میں واضح اور صاف ہدایات دے چکے تھے اس لئے دوبارہ سوال کرنے پر آپ کو ناگواری ہوئی۔

(۵۰۳) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَغْتَسِلُ اَنَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اِنَاءٍ وَاحِدٍ وَكِلَانَا جُنُبٌ وَكَانَ يَاْمُرُنِيْ فَاَتَّزِرُ فَيُبَاشِرُنِيْ وَاَنَا حَائِضٌ وَكَانَ يُخْرِجُ رَاْسَهٗ اِلَيَّ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فَاَغْسِلُهٗ وَاَنَا حَائِضٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

ترجمہ :۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی برتن سے غسل کرلیا کرتے تھے جبکہ ہم حالت جنابت میں ہوتے اور آپؐ مجھے حکم دیتے ہیں تہ بند لپیٹ لیتی پھر آپ مجھ سے مباشرت فرماتے جبکہ میں حالت حیض میں ہوتی۔ اور (اسی طرح) آپ جب معتکف ہوتے اور میں حالت حیض میں ہوتی تو آپ اپنا سر میری طرف نکال دیتے تو میں اس کو دھو دیتی۔ بخاری۔ مسلم۔

Marfat.com

ایام حیض میں بیوی سے پرہیز کی نوعیت

اس حدیث سے ظاہر ہوتی ہے۔ ناف سے لیکر زانو تک جسم کا جتنا حصہ مرد کیلئے ستر ہے ایام حیض میں خاوند کے لئے بھی بیوی کے جسم کا اتنا حصہ ستر قرار پاتا ہے ان ایام میں اس حصہ کے استعمال کا حق خاوند کو باقی نہیں رہتا۔ دوسری احادیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ اس مقررہ وقت میں خاوند کے لئے اس حصہ کو دیکھنا اور استعمال کرنا حرام ہے۔ امام اعظم، مالک، شافعی اور ابو یوسفؒ کا مسلک یہی ہے، امام احمد، محمد اور بعض شافعیہ کے نزدیک جماع کے علاوہ ایام حیض میں بیوی سے ہر قسم کا فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ ان کے نزدیک ناف سے زانو تک کا حصہ بھی جماع کے علاوہ خاوند کے لئے ممنوع نہیں۔ حضرت عائشہؓ کے حجرہ کا دروازہ مسجد کے صحن میں نکلتا تھا۔ رسول اللہ حالت اعتکاف میں دھلوانے کے لئے حجرے کی طرف اپنا سر نکال دیتے اور حضرت عائشہؓ حائضہ ہونے کے باوجود آپ کا سر حجرے میں بیٹھے بیٹھے دھو دیتیں اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ اعتکاف میں جسم کا ایک حصہ اگر مسجد سے باہر ہو تو اعتکاف نہیں ٹوٹتا۔

(۵۰۴) **وَعَنْهَا** قَالَتْ كُنْتُ أَشْرَبُ وَأَنَا حَائِضٌ ثُمَّ أُنَاوِلُهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَضَعُ فَاهُ عَلٰى مَوْضِعِ فِيَّ فَيَشْرَبُ وَأَتَعَرَّقُ الْعَرْقَ وَأَنَا حَائِضٌ ثُمَّ أُنَاوِلُهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَضَعُ فَاهُ عَلٰى مَوْضِعِ فِيَّ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ ہی فرماتی ہیں کہ میں حالت حیض میں پانی پیتی اور پھر اسی پانی کو رسول اللہ کی خدمت میں پیش کر دیتی تو آپ اپنا منہ اسی جگہ رکھتے جس جگہ میرا منہ (پانی پیتے وقت) لگا ہوتا (اسی جگہ سے) پانی پیتے اور میں حالت حیض میں ہڈی چوستی اور چوس کر رسول اللہ کو دیدیتی تو آپ (اس میں بھی) اپنا منہ اسی جگہ رکھتے جس جگہ میرا منہ (ہڈی چوستے وقت) لگا ہوتا۔ مسلم۔

حائضہ عورت کا پس خوردہ کھانا جائز ہے

جیسا کہ حدیث سے معلوم ہوا۔ اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوتیں۔ ایک یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہؓ سے خاص تعلق تھا۔ دوسرے یہ کہ حائضہ عورت کا جسم نجس نہیں ہوتا کہ اس کے چھونے سے دوسرا آدمی بھی نجس ہو جائے۔ اس طرح کی چیزوں کا اہتمام آپ خاص طور پر اس لئے بھی کرتے تھے کہ یہود کے غلط طرز عمل کی تردید نمایاں طور پر ظاہر ہو جائے۔

(۵۰۵) **وَعَنْهَا** قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَّكِئُ فِي حِجْرِي وَأَنَا حَائِضٌ ثُمَّ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ ہی فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی حالت میں جب میں حائضہ ہوں میری آغوش کا سہارا لیتے اور پھر قرآن پڑھتے۔ بخاری، مسلم۔

تشریح: معلوم ہوا کہ حائضہ عورت کی ناپاکی حکمی ہے، یعنی شریعت کے ایک حکم کے اعتبار سے اسے ناپاک کہیں گے۔ ورنہ ظاہری اعتبار سے اس کا جسم ناپاک نہیں۔

(۵۰۶) **وَعَنْهَا** قَالَتْ قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاوِلِينِي الْخُمْرَةَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَقُلْتُ إِنِّي حَائِضٌ فَقَالَ إِنَّ حَيْضَتَكِ لَيْسَتْ فِي يَدِكِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ مسجد سے چھوٹا بوریا اٹھا کر مجھے دیدو۔ میں نے عرض کیا کہ میں تو حائضہ ہوں، آپ نے فرمایا کہ تمہارا حیض تمہارے ہاتھ میں تو نہیں (لگا) ہے۔ مسلم۔

تشریح: باہر کھڑے ہو کر مسجد میں سے کوئی چیز اٹھا لینے میں کوئی حرج نہیں۔ حدیث میں اسی طرح اشارہ کیا گیا ہے

Marfat.com

(۵۰۷) وَعَنْ مَيْمُونَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي مِرْطٍ بَعْضُهُ عَلَيَّ وَبَعْضُهُ عَلَيْهِ وَأَنَا حَائِضٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

ترجمہ:۔ حضرت میمونہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک چادر میں نماز پڑھتے جس کا کچھ حصہ مجھ پر اور کچھ آپ کے اوپر ہوتا اور میں حالت حیض میں ہوتی۔ بخاری۔ مسلم۔

تشریح:۔ حدیث سے پتہ چلا کہ حائضہ عورت کا پورا جسم شرمگاہ کے سوا پاک ہے ورنہ ایسے کپڑے پر نماز کس طرح ہوتی جس کا ایک حصہ نمازی کے جسم پر اور ایک حصہ نجاست پر پڑا ہو۔ جمال الدینؒ کہتے ہیں کہ صاحب تخریج کو یہ روایت صحیحین میں ان الفاظ کے ساتھ نہیں ملی۔ البتہ اس مضمون کی اور روایتیں صحیحین میں اور ابوداؤد میں ہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

(۵۰۸) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَتَى حَائِضًا أَوِ امْرَأَةً فِي دُبُرِهَا أَوْ كَاهِنًا فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَفِي رِوَايَتِهِمَا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُولُ فَقَدْ كَفَرَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ لَا نَعْرِفُ هٰذَا الْحَدِيثَ إِلَّا مِنْ حَكِيمٍ الْأَثْرَمِ عَنْ أَبِي تَمِيمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ۔

دوسری فصل

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص حائضہ عورت سے ہم صحبت ہو، یا بیوی کے ساتھ (خلاف فطرۃ) پشت کی جانب سے ہمبستر ہو یا کسی کاہن (نجومی) کے پاس (قسمت کا حال معلوم کرنے کیلئے) آئے تو بلاشبہ وہ محمد پر نازل شدہ دین سے کفر (یعنی انکار) کا مرتکب ہوا۔ ترمذی۔ ابن ماجہ۔ دارمی۔ اور ان دونوں آخری کتابوں کی روایت میں یہ الفاظ ہیں (کہ جو کوئی کاہن کے پاس آئے) اور اس کی بات کی تصدیق کرے تو بلاشبہ اس نے کفر کیا۔ ترمذی کہتے ہیں کہ اس حدیث کو ہم حکیم الاثرم عن ابی تیمیہ عن ابی ہریرۃ کے علاوہ کسی اور واسطے سے نہیں جانتے۔

تشریح:۔ جو شخص جانتے بوجھتے ان افعال کو حلال سمجھ کر ان کا مرتکب ہو اس کے کافر ہوجانے میں کوئی شبہ نہیں اور اگر انہیں حلال نہ سمجھے اور نجومی کی باتوں کو سچا نہ جانے اور پھر یہ کام کرے تو وہ فاسق یعنی مسلمان رہتے ہوئے گنہگار کہلائے گا، تب کفر سے یہاں کفران نعمت ہوگا یعنی اللہ کی نعمتوں کی ناشکری مراد ہوگی۔ بیوی کے ساتھ جس طرح غلط راہ سے ہمبستری حرام ہے اسی طرح مردوں کے ساتھ اغلام بازی بھی ممنوع ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ قبیح اور گناہ کی بات ہے۔

(۵۰۹) وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا يَحِلُّ لِي مِنِ امْرَأَتِي وَهِيَ حَائِضٌ قَالَ مَا فَوْقَ الْإِزَارِ وَالتَّعَفُّفُ عَنْ ذٰلِكَ أَفْضَلُ رَوَاهُ رَزِينٌ وَقَالَ مُحْيِي السُّنَّةِ إِسْنَادُهُ لَيْسَ بِقَوِيٍّ۔

ترجمہ:۔ حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ جب میری بیوی حالت حیض میں ہو اس وقت میرے لئے اس کا کونسا حصہ جائز ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تہبند سے اوپر اوپر کا حصہ۔ اور اگر اس سے بھی پرہیز کرو تو اور بھی زیادہ بہتر ہے۔ رزین محی السنۃ کہتے ہیں کہ اس حدیث کی سند قوی نہیں۔

Marfat.com

تشریح :۔ حالت حیض میں بیوی کی قربت مناسب نہیں، زیادہ سے زیادہ لباس کی موجودگی میں بیوی کے ساتھ ہم آغوش ہوسکتا ہے۔ رسول اللہ کا عمل جو حدیث عائشہؓ سے ظاہر ہے کہ اس حدیث کے مطابق حضرت عائشہؓ کے ساتھ پیش آئے تھے۔ اول تو گنجائش اور جواز کی حد ظاہر کرنے کے لئے تھا۔ پھر وہ رسول اللہ جیسے ضبط نفس اور صبر و احتیاط رکھنے والی شخصیت کا عمل تھا، یہ حدیث اس لحاظ سے مسلک احناف کی تائید کرتی ہے۔

(۵۱۰) **وَعَنِ** ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا وَقَعَ الرَّجُلُ بِاَھْلِہٖ وَھِیَ حَائِضٌ فَلْیَتَصَدَّقْ بِنِصْفِ دِیْنَارٍ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ وَالدَّارِمِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ۔

ترجمہ :۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر آدمی حالت حیض میں اپنی بیوی سے اتفاقاً صحبت کا مرتکب ہو جائے تو اسے نصف دینار صدقہ کر دینا چاہئے۔ ترمذی۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ دارمی۔ ابن ماجہ۔

حالت حیض میں صحبت کا کفارہ

دینار سونے کا سکہ ہے جس کا وزن ساڑھے چار ماشہ شمار ہوتا ہے۔ سونے کی بازاری قیمت کے لحاظ سے ہر وقت کے مناسب آدھے دینار کی قیمت کا تخمینہ کیا جا سکتا ہے۔ خطابی نے لکھا ہے کہ اکثر علماء کے نزدیک اس غلطی کا کفارہ استغفار اور توبہ ہے۔ امام شافعی اور امام اعظم کی یہی رائے ہے۔ البتہ فقیہ کے نزدیک خون کی آمد کے دوران صحبت کی تو ایک دینار اور اگر خون کے بند رہنے کی حالت میں صحبت کی تو نصف دینار خیرات کرنا مستحب ہے۔ ابن ہمام بھی یہی کہتے ہیں کہ حلال سمجھ کر صحبت کرنا کفر کے موجب ہے اور حرام سمجھ کر پھر ایسا کام کرنا گناہ کبیرہ ہے جس پر توبہ کرنا واجب ہے اور ایک یا نصف دینار خیرات کرنا مستحب ہے۔ محدثین کے نزدیک یہ حدیث مرسل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں بلکہ ابن عباس ہی کا قول ہے۔

(۵۱۱) **وَعَنْہُ** عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا کَانَ دَمًا اَحْمَرَ فَدِیْنَارٌ وَاِذَا کَانَ دَمًا اَصْفَرَ فَنِصْفُ دِیْنَارٍ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ۔

ترجمہ :۔ حضرت ابن عباسؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جس وقت سرخ رنگ کا آرہا ہو (اور اس وقت صحبت کرے) تو ایک دینار اور جب زرد رنگ کا خون آرہا ہو اس وقت نصف دینار صدقہ کرے۔ ترمذی۔

تشریح :۔ ابتداء میں حیض کا خون سرخ اور آخیر میں زرد ہو جاتا ہے، اس وجہ سے بعض علماء نے ابتداء میں صحبت کرنے پر ایک دینار اور آخر میں نصف دینار صدقہ مستحب قرار دیا ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

(۵۱۲) **عَنْ** زَیْدِ بْنِ اَسْلَمَ قَالَ اِنَّ رَجُلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا یَحِلُّ لِیْ مِنِ امْرَأَتِیْ وَھِیَ حَائِضٌ فَقَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَشُدُّ عَلَیْھَا اِزَارَھَا ثُمَّ شَأْنُکَ بِاَعْلَاھَا رَوَاہُ مَالِکٌ وَالدَّارِمِیُّ مُرْسَلًا۔

تیسری فصل

ترجمہ :۔ حضرت زید بن اسلم فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ جب میری بیوی کو حیض آرہا ہو اس وقت وہ میرے لئے کس قدر حلال ہے۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ اس کا تہبند اس پر خوب اچھی طرح کس دے اور پھر اس کے

Marfat.com

اوپر نیچے اختیار ہے۔ مالک۔ دارمی نے اس روایت کو مرسل بیان کیا ہے۔

(۵۱۳) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اِذَا حِضْتُ نَزَلْتُ عَنِ الْمِثَالِ عَلَى الْحَصِيْرِ فَلَمْ نَقْرُبْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ نَدْنُ مِنْهُ حَتّٰى نَطْهُرَ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ۔

ترجمہ:۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں جب حائضہ ہوتی تو بستر سے بوریے پر آجاتی اور جب تک پاک نہ ہوجاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ارادہ صحبت سے) میرے قریب نہ آتے، اور نہ میں آپ کے پاس (اس نیت سے) جاتی۔ ابوداؤد۔

تشریح:۔ حدیث کے ظاہری الفاظ اوپر کی بعض احادیث سے مختلف ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حالت حیض میں رسول اللہ بیوی کے پاس آتے تھے۔ اس کا جواب بعض نے تو یہ دیا ہے کہ یہ حدیث ۵۱۳ منسوخ ہے۔ لیکن صحیح بات یہی ہے کہ آپ کی قربت صحبت کے ارادہ سے نہیں ہوتی تھی۔ اس لئے حدیث کو منسوخ قرار دینا مناسب نہیں، کہ قرآن میں ہے ولا تقربوهن حتى يطهرن۔ یعنی جب تک عورتیں حیض سے پاک نہ ہوجائیں ان سے صحبت نہ کرو۔ یہاں بھی قربت سے صحبت مراد ہے۔

یہاں فَلَمْ يَقْرُبْ کا لفظ آیا ہے، اسی طرح لَمْ تَدْنُ اور حتى تطهر کے الفاظ ہیں جو مشکوٰۃ کے اکثر نسخوں میں ہے لیکن سید جمال الدین محشی مشکوٰۃ کے نسخے میں ہے کہ صحیح اس طرح فَلَمْ نَقْرَبْ رَسُوْلَ اللّٰهِ اور لَمْ نَدْنُ مِنْهُ حَتّٰى نَطْهُرَ۔ میرک شاہ نے بھی یہ لکھا ہے کہ ابوداؤد میں روایت اسی طرح ہے۔

بَابُ الْمُسْتَحَاضَةِ

مستحاضہ کا بیان

استحاضہ کے معنی باب الحیض کی ابتدا میں بیان کئے جاچکے ہیں۔ بیماری کے سبب رحم کی ایک خاص رگ سے جس کا نام عاذل ہے خون جاری ہوجاتا ہے۔ اس خون کی آمد سے نماز روزہ کی دائمی ممنوع نہیں ٹھیرتی نہ اس کی بنا پر ہمبستری ممنوع ہے۔ البتہ اس کے سلسلے میں کچھ خاص ہدایات ہیں جن کو حسب ذیل احادیث میں بیان کیا گیا ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

(۵۱۴) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ اَبِيْ حُبَيْشٍ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ امْرَأَةٌ اُسْتَحَاضُ فَلَا اَطْهُرُ اَفَاَدَعُ الصَّلٰوةَ فَقَالَ لَا اِنَّمَا ذٰلِكِ عِرْقٌ وَلَيْسَ بِحَيْضٍ فَاِذَا اَقْبَلَتْ حَيْضَتُكِ فَدَعِي الصَّلٰوةَ وَاِذَا اَدْبَرَتْ فَاغْسِلِيْ عَنْكِ الدَّمَ ثُمَّ صَلِّيْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

پہلی فصل

ترجمہ:۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ابی حبیش کی لڑکی فاطمہ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں ایسی عورت ہوں جس کو استحاضہ کی بیماری ہے اور (اس سے کسی وقت بھی) پاک نہیں ہوتی، تو کیا نماز ترک کردوں۔ آپ نے فرمایا نہیں یہ ایک رگ (کا خون) ہے اور حیض نہیں ہے، لہٰذا جب تمہارا حیض (کا زمانہ) آئے تو نماز چھوڑ دو۔ اور جب وہ ختم ہوجائے تو اپنے حیض وغیرہ

Marfat.com

کا خون صاف کر دو (اور نہا دھو کر) پھر نماز پڑھو۔ بخاری۔ مسلم۔

استحاضہ کے بارہ میں ہدایات ایسی عورت کے متعلق چونکہ مختلف احادیث مروی ہیں اس لئے اس سلسلے میں علماء کا اختلاف ہے اسکی توضیح کیلئے یوں سمجھئے کہ مثلاً ایک عورت کا معمول یہ تھا کہ اسے ۵-۶ دن حیض آتا تھا تو جب اسے استحاضہ کی بیماری شروع ہوئی مقررہ ایام میں حیض کے ۵-۶ دن نجر اکر کے باقی دن استحاضہ کے شمار کرے اور اسی حساب سے نماز وغیرہ ادا کرے۔ لیکن حیض شروع ہوتے ہی استحاضہ کی بیماری شروع ہوگئی تو اب استحاضہ کے بجائے عام معمول کے مطابق حیض کے دس دن قرار دیکر باقی ایام بیماری کے شمار کئے جائیں گے۔ کہ حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت دس دن قرار دی گئی ہے۔ مگر دوسرے ائمہ کے نزدیک خون کی نوعیت پر دارو مدار ہے کہ حیض کا خون سیاہ اور غلیظ ہوتا ہے۔ جب ایسا خون بند ہو کر دوسرے رنگ کا خون آئے تو وہ استحاضہ ہے جیسا کہ آئندہ حدیث ۵۱۵ سے معلوم ہوتا ہے۔ البتہ امام اعظم کے نزدیک حدیث ۵۱۵ دو واسطوں سے منقول ہے جس میں ایک واسطہ مرسل اور مضطرب ہے۔ پھر اس حدیث کے علاوہ کسی اور حدیث میں خون کی رنگت کا ذکر نہیں۔ اس کے مقابلہ میں یہ حدیث جو امام اعظم نے اختیار کی ہے۔ سند کے اعتبار سے صحیح اور قابل اعتماد ہے، اس لئے اس پر عمل کرنا اولیٰ ہے اور پھر اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ فاطمہ ایسی عورت تھی جسے استحاضہ کی بیماری بعد میں لاحق ہوئی جسے فقہاء کی اصطلاح میں معتادہ یعنی عادت رکھنے والی کہا جاتا ہے۔ ایسی عورت کے لئے امام شافعی کے نزدیک یہ ضروری ہے کہ ہر فرض نماز کے لئے اپنے مقام مخصوص کو دھولے۔ امام اعظم کے نزدیک جب نماز کا وقت شروع ہو اس وقت دھولینا کافی ہے اس کے بعد خون کی رکاوٹ کے لئے لنگوٹ کس کر فوراً وضو کرلے اس کے بعد جو خون جاری ہوگا وہ عذر کی بنا پر معاف ہے۔ اب اس نماز کا وقت جب تک بھی پورا ہو اس ایک وضو سے ہر عبادت ادا کر سکتی ہے بشرطیکہ کوئی اور ناقض وضو بات پیش نہ آجائے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

(۵۱۵) عَنْ عُرْوَۃَ بْنِ الزُّبَیْرِ عَنْ فَاطِمَۃَ بِنْتِ اَبِیْ حُبَیْشٍ اَنَّھَا کَانَتْ تُسْتَحَاضُ فَقَالَ لَھَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانَ دَمُ الْحَیْضِ فَاِنَّہٗ دَمٌ اَسْوَدُ یُعْرَفُ فَاِذَا کَانَ ذٰلِكَ فَاَمْسِکِیْ عَنِ الصَّلٰوۃِ فَاِذَا کَانَ الْاٰخَرُ فَتَوَضَّئِیْ وَصَلِّیْ فَاِنَّمَا ھُوَ عِرْقٌ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ وَالنَّسَائِیُّ۔

دوسری فصل

ترجمہ:- حضرت عروۃ بن الزبیر فاطمہ بنت ابی حبیش سے روایت کرتے ہیں کہ وہ استحاضہ میں مبتلا تھیں تو ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حیض کا خون آئے جو سیاہ ہوتا ہے اور معلوم ہو جاتا ہے تو اس وقت تم نماز سے رک جاؤ اور جب دوسرا (کسی اور رنگ کا خون) آنے لگے تو وضو کر واور نماز پڑھو کیونکہ وہ اک رگ (کا خون) ہے۔ ابوداؤد۔ نسائی۔

حیض اور استحاضہ کی رنگت میں فرق لازمی نہیں ہے بلکہ اکثر یہ فرق ہوتا ہے، ورنہ کبھی حیض کا خون سرخ بھی آتا ہے اگر اس حدیث کی سند کے ضعف کو نظر انداز بھی کر دیا جائے تب بھی اس کا صحیح مطلب دوسری احادیث کی روشنی میں یہ ہی ہو سکتا ہے کہ فاطمہ بنت ابی حبیش کو حیض کی آمد کی مقررہ عادت بھی ہو اور اسی عادت کے مطابق خون کا رنگ ایام حیض میں سیاہ اور پچھلے دنوں میں دوسرے رنگ کا آتا ہو ایام حیض پورے ہونے کے بعد خون سرخی مائل آنے لگے تو

Marfat.com

یہ استحاضہ شمار ہوگا نہ کہ حیض۔ ورنہ محض خون کا رنگ مختلف ہونے پر کوئی مستقل فرق قائم نہیں کیا جا سکتا اس لئے کہ خود ابن عباس کی روایت گذر چکی ہے کہ سرخ رنگ کا خون آتا ہو تو ایک دینار اور زرد رنگ کا آتا ہو تو نصف دینار صدقہ کرے۔ اس کی تائید حضرت عائشہؓ کے قول سے ہوتی ہے جس میں حیض کے خون میں زردی اور گدلا پن بتلایا گیا ہے۔ اسی طرح قرآن میں حیض کو اَذًی سے تعبیر کیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ وہ مطلق خون ہے خواہ کسی رنگ کا ہو۔ پھر اختلاف رنگ۔ غذا۔ مزاج اور آب و ہوا کے فرق سے یا امراض کے سبب سے عام طور پر ہوتا ہے اس لئے ایسی مستحاضہ عورت کے لئے خون کا رنگ مختلف ہونے پر کوئی مستقل صورت تجویز کر دینا عادتاً ممکن ہے اور نہ حدیث ہی کا مفہوم یہ ہے۔

(۵۱۶) وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ اِنَّ امْرَأَةً كَانَتْ تُهَرَاقُ الدَّمَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَفْتَتْ لَهَا اُمُّ سَلَمَةَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِتَنْظُرْ عَدَدَ اللَّيَالِيْ وَالْاَيَّامِ الَّتِيْ كَانَتْ تَحِيْضُهُنَّ مِنَ الشَّهْرِ قَبْلَ اَنْ يُّصِيْبَهَا الَّذِيْ اَصَابَهَا فَلْتَتْرُكِ الصَّلٰوةَ قَدْرَ ذٰلِكَ مِنَ الشَّهْرِ فَاِذَا خَلَّفَتْ ذٰلِكَ فَلْتَغْتَسِلْ ثُمَّ لِتَسْتَثْفِرْ بِثَوْبٍ ثُمَّ لِتُصَلِّ رَوَاهُ مَالِكٌ وَاَبُوْدَاؤدَ۔

ترجمہ:۔ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک عورت کو استحاضہ کی بنا پر خون آتا تھا اس کے لئے ام سلمہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فتویٰ دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ اسے چاہئے خون کی یہ بیماری جس مہینہ میں ہوئی اس سے قبل جو حیض آیا تھا اس کے شب و روز کی تعداد دیکھے اور ان ایام کے بقدر ہر ماہ میں نماز ترک کر دے اور جب دن گذر جائیں تو غسل کرکے کپڑے کا لنگوٹ باندھے پھر نماز پڑھے۔ مالک۔ ابوداؤد۔ دارمی۔ نسائی نے اس مضمون کی روایت بیان کی ہے۔

تشریح:۔ یہ عورت معتادہ تھی۔ معتادہ کو اس حدیث کے مطابق خون کی رکاوٹ کے لئے لنگوٹ خوب کس کر باندھ لینا چاہئے۔ اس کے بعد جو خون آئے گا وہ ناقض وضوء نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر کسی کو پیشاب کے قطرے مسلسل آتے ہوں اس کے لئے بھی یہی حکم ہے۔

(۵۱۷) وَعَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ يَحْيَى بْنُ مَعِيْنٍ جَدُّ عَدِيٍّ اسْمُهٗ دِيْنَارٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ فِي الْمُسْتَحَاضَةِ تَدَعُ الصَّلٰوةَ اَيَّامَ اَقْرَائِهَا الَّتِيْ كَانَتْ تَحِيْضُ فِيْهَا ثُمَّ تَغْتَسِلُ وَتَتَوَضَّأُ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ وَتَصُوْمُ وَتُصَلِّيْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤدَ۔

ترجمہ:۔ حضرت عدی بن ثابت اپنے باپ سے وہ عدی کے دادا (یعنی اپنے باپ) سے روایت کرتے ہیں۔ یحیی بن معین کہتے ہیں کہ عدی کے دادا کا نام دینار ہے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے مستحاضہ کے بارے میں فرمایا کہ جن ایام میں اسے حیض آتا ہو نماز ترک کر دے، پھر غسل کرے اور ہر نماز کے لئے وضو کرے، روزہ رکھے اور نماز پڑھے۔ ترمذی۔ ابوداؤد۔

تشریح:۔ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ البتہ ہر نماز کے لئے وضوء کا مطلب ہر نماز کے وقت وضوء کرنا ہے جس کی صراحت دوسری حدیث میں آئی ہے کہ تَتَوَضَّأُ لِوَقْتِ كُلِّ صَلٰوةٍ۔ یعنی ہر نماز کے وقت وضوء کرے۔

(۵۱۸) وَعَنْ حَمْنَةَ بِنْتِ جَحْشٍ قَالَتْ كُنْتُ اُسْتَحَاضُ حَيْضَةً كَثِيْرَةً شَدِيْدَةً فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْتَفْتِيْهِ وَاُخْبِرُهٗ فَوَجَدْتُهٗ فِيْ بَيْتِ اُخْتِيْ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اُسْتَحَاضُ حَيْضَةً كَثِيْرَةً شَدِيْدَةً فَمَا تَاْمُرُنِيْ فِيْهَا قَدْ مَنَعَتْنِي الصَّلٰوةَ وَالصِّيَامَ قَالَ اَنْعَتُ لَكِ الْكُرْسُفَ فَاِنَّهٗ يُذْهِبُ الدَّمَ قَالَتْ هُوَ اَكْثَرُ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ فَتَلَجَّمِيْ قَالَتْ هُوَ اَكْثَرُ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ فَاتَّخِذِيْ ثَوْبًا قَالَتْ هُوَ اَكْثَرُ مِنْ ذٰلِكَ اِنَّمَا اَثُجُّ ثَجًّا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاٰمُرُكِ بِاَمْرَيْنِ اَيَّهُمَا صَنَعْتِ اَجْزَأَ عَنْكِ

Marfat.com

مِنَ الآخر وإن قويت عليهما فأنت أعلم قال لها إنما هذه ركضة من ركضات الشيطان فتحيضي ستة أيام أو سبعة أيام في علم الله ثم اغتسلي حتى إذا رأيت أنك قد طهرت واستنقأت فصلي ثلاثا وعشرين ليلة أو أربعا وعشرين ليلة وأيامها وصومي فإن ذلك يجزئك وكذلك فافعلي كل شهر كما تحيض النساء وكما يطهرن ميقات حيضهن وطهرهن وإن قويت على أن تؤخرين الظهر وتعجلين العصر فتغتسلين وتجمعين بين الصلاتين الظهر والعصر وتؤخرين المغرب وتعجلين العشاء ثم تغتسلين وتجمعين بين الصلاتين فافعلي وتغتسلين مع الفجر فافعلي وصومي إن قدرت على ذلك قال رسول الله صلى الله عليه وسلم وهذا أعجب الأمرين إلي. رواه أحمد وأبو داود والترمذي۔

ترجمہ:۔ حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا بنت جحش فرماتی ہیں کہ مجھے استحاضہ کی شدید بیماری لاحق تھی، میں رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئی کہ اس کے متعلق رسول اللہ سے مسئلہ دریافت کروں اور اس کے بارہ میں آپ کو بتلا دوں (جب میں آئی) تو میں نے آپ کو اپنی بہن زینب بنت جحش کے گھر میں پایا۔ تب میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے استحاضے کی بہت شدید بیماری ہوگئی ہے آپ مجھے اس کے متعلق کیا حکم دیتے ہیں کہ (اس بیماری نے) مجھے نماز روزے (کی ادائیگی) سے روک رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں تمہارے لئے روئی (کا علاج) بتاتا ہوں کیونکہ وہ خون کو روک دیتا ہے۔ حمنہ نے کہا کہ خون کا سلسلہ اس روئی سے بہت زیادہ ہے آپ نے فرمایا (روئی رکھ کر) لنگوٹ باندھ لو۔ انھوں نے کہا خون تو اس لنگوٹ سے (بھی نہیں رکے گا وہ اس سے) بھی زیادہ ہے آپ نے فرمایا (اس لنگوٹ کے نیچے) کپڑا رکھ لو۔ انھوں نے کہا وہ تو اس کپڑے سے بھی (نہیں رکے گا وہ تو اس سے) کہیں زیادہ ہے میں تو بارش کی طرح خون ڈالتی ہوں۔ آپ نے (یہ سنکر) فرمایا۔ تو اچھا اب میں تمہیں دو باتیں بتلاتا ہوں۔ ان میں جس کو تم (اختیار) کرو گی تمہارے لئے دوسری بات کے مقابلے میں وہ کافی ہوگی اور اگر دونوں پر (عمل کرنے کی) تمہارے اندر صلاحیت ہے تو تمہیں (اپنا حال) خوب معلوم ہے (پھر) آپ نے فرمایا کہ استحاضہ شیطان کی ایک ایڑ ہے۔ تو تم حیض (کی مدت) چھ یا سات دن مقرر کر لو (او راصل مدت تو) اللہ کے علم میں ہے (مدت حیض گذرنے کے بعد) پھر نہا لو۔ جب تم یہ دیکھو کہ پاک صاف ہوگئی ہو تو نماز پڑھو۔ (مہینے میں) تئیس دن رات تک (اگر سات دن حیض کے ہوں) یا چوبیس رات دن تک (اگر چھ دن حیض کے ہوں) اور روزے رکھو (فرض اور نفل) تمہارے لئے کافی ہے، اسی کے مطابق ہر ماہ کیا کرو (جس طرح عورتیں حیض کے وقت اور پاک ہونے کے وقت ہوتی ہیں اور دوسری صورت یہ ہے کہ) اگر تمہارے اندر اتنی قدرت ہو کہ ظہر کی نماز میں تاخیر اور عصر کی نماز میں جلدی کرو پھر نہا کر عصر اور ظہر کی نمازوں کو جمع کر لو (اسی طرح) مغرب کی نماز میں تاخیر کرو اور عشاء میں جلدی کرو، پھر نہا کر ان دو نمازوں کو جمع کر لو۔ پھر فجر کی نماز کے لئے غسل کر لو۔ اور ان دنوں میں روزے رکھو اگر اس کی طاقت ہو (اس کے بارہ میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے نزدیک دونوں صورتوں میں یہ آخری صورت زیادہ پسندیدہ ہے۔ احمد۔ ابوداؤد۔ ترمذی۔

تشریح:۔ شیطان کی ایڑ مارنے کا مطلب یہ ہے کہ اس بیماری کی وجہ سے شیطان عبادت کی ادائیگی میں خلل پیدا کرتا ہے چونکہ شیطان کو خدائی عبادت میں رخنہ اندازی بہت مرغوب ہے اس بنا پر اس کی نسبت شیطان کی طرف کی گئی۔ گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استحاضہ کی حقیقت کا ایک پہلو ظاہر فرما دیا۔ اس کے بعد مستحاضہ کے لئے دو صورتیں تجویز کیں۔ ایک صورت تو یہ کہ اپنی عادت کے مطابق حیض کے دن مقرر کرے۔ بظاہر حمنہ اپنے حیض کی سابقہ مدت بھول گئی تھیں۔ اس لئے آپ نے اندازے سے چھ یا سات دن

فرمائے کہ ان میں جس پر یقین ہو اس پر عمل کرو۔ فی علم اللہ کا مطلب یا تو یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک استحاضہ کے لئے یہ فیصلہ ہے۔ یا اگر شک کے معنی میں ہے تو راوی کی طرف سے ہے کہ رسول اللہ نے چھ دن فرمائے یا سات دن۔ پھر حیض والی عورتوں کی طرح حیض کے ایام مہینے کے شروع میں یا وسط میں یا آخر میں ٹھیرا لو۔ اسی طرح پاک ہونے کے وقت کا اندازہ کرلے۔ غرض اس سے فارغ ہو کر نہالے۔ اور جب کسی نماز کا وقت آئے تو غسل کرلے۔ دوسری صورت یہ بیان کی ہے کہ ظہر، عصر اور مغرب و عشاء کو ایک ساتھ پڑھے۔ اس کی ایک صورت یہ ہے کہ ظہر کی نماز عصر کے وقت میں اور مغرب کی نماز عشاء کے وقت میں پڑھے جیسا کہ مسافر کے لئے امام شافعی کے نزدیک جمع کرنے کی اجازت ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ظہر کو اس کے بالکل آخری وقت میں اور عصر کو بالکل ابتدائی وقت میں اسی طرح مغرب اور عشاء میں۔ اس طرح جمع کرنے کو جمع صوری کہتے ہیں، یہ احناف کا مسلک ہے اور اس کے بعد جو حدیث آرہی ہے اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ گویا ظہر اور عصر کے لئے ایک غسل۔ مغرب اور عشاء کے لئے ایک غسل اور فجر کے لئے ایک غسل کرے ہر نماز کے لئے مستقل غسل کرنے کی اگرچہ صراحت نہیں لیکن جس جملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مؤخر کرنے کی طرف اشارہ کیا ہے اس سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ ہر نماز کے لئے غسل کرنے میں دشواری ہے اس لئے ہر نماز کے لئے ایک غسل کا حکم فرمایا۔ چنانچہ ہر نماز کے لئے غسل کرنے کا مسلک حضرت علیؓ۔ ابن مسعودؓ۔ اور ابن زبیرؓ کا ہے۔ اور اس حدیث کے مطابق دو نمازوں کے لئے ایک غسل کرنا یہ ابن عباسؓ کا مسلک ہے۔ اسی طریقہ کو رسول اللہ نے بھی پسند فرمایا کہ اس میں سہولت ہے۔ جس کی طرف وَهٰذَا اَعْجَبُ الْاَمْرَيْنِ اِلَيَّ میں اشارہ فرمایا ہے۔ مگر چونکہ اَلدِّيْنُ يُسْرٌ یعنی دین آسانی کا نام ہے۔ خود رسول اللہ بھی بالعموم امت کے لئے اسی پہلو کو پسند فرماتے تھے جس میں آسانی ہوتی۔ اس لئے احناف نے دوسری احادیث کے پیش نظر اس حدیث کے حکم کو منسوخ قرار دیا ہے، یا پھر اس حدیث میں آپ نے غسل کا حکم خون کی بندش اور کمی کے لئے بطور علاج اور تدبیر کے تجویز فرمایا۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

(۵۱۹) عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ اَبِيْ حُبَيْشٍ اُسْتُحِيْضَتْ مُنْذُ كَذَا وَكَذَا فَلَمْ تُصَلِّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبْحَانَ اللّٰهِ اِنَّ هٰذَا مِنَ الشَّيْطَانِ لِتَجْلِسْ فِيْ مِرْكَنٍ فَاِذَا رَاَتْ صُفَارَةً فَوْقَ الْمَاءِ فَلْتَغْتَسِلْ لِلظُّهْرِ وَالْعَصْرِ غُسْلًا وَّاحِدًا وَّتَغْتَسِلْ لِلْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ غُسْلًا وَّاحِدًا وَّتَغْتَسِلْ لِلْفَجْرِ غُسْلًا وَّاحِدًا وَّتَوَضَّاُ فِيْمَا بَيْنَ ذٰلِكَ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَقَالَ رَوٰى مُجَاهِدٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ لَمَّا اشْتَدَّ عَلَيْهَا الْغُسْلُ اَمَرَهَا اَنْ تَجْمَعَ بَيْنَ الصَّلٰوتَيْنِ۔

تیسری فصل

ترجمہ:۔ حضرت اسماءؓ بنت عمیس فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ فاطمہ بنت ابی حبیش کو ایسی اور ایسی استحاضہ کی بیماری ہے، اور وہ نماز نہیں پڑھتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سبحان اللہ! یہ بات شیطان کی طرف سے ہے اسے چاہئے کہ لگن میں بیٹھے پھر اگر پانی کے اوپر زردی دیکھے تو ظہر اور عصر کے لئے ایک غسل، مغرب اور عشاء کے لئے ایک غسل اور فجر کے لئے ایک غسل کرے۔ اور ان نمازوں کے درمیان وضوء کی ضرورت ہو تو وضوء کرے۔ ابو داؤد۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ

مجاہد نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جب فاطمہ پر ہر نماز کے لئے غسل کرنا دشوار ہوا تو آپ نے اسے (ایک غسل سے) دو نماز جمع کر لینے کا حکم دیا۔

تشریح:۔ دوپہر کو زوال کے بعد سورج کی روشنی میں تغیر شروع ہو جاتا ہے اور جب ظہر کا وقت ختم ہونے کو آتا ہے تو اس وقت سورج پر کسی قدر زردی آجاتی ہے۔ اور زردی مغرب کے قریب بالکل اپنے شباب پر پہونچ جاتی ہے اس وقت نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ لگن میں پانی پر سورج کی زردی کا اثر معلوم ہو جاتا ہے اور اس سے یہ پتہ چل جاتا ہے کہ ظہر کا وقت ختم ہونیوالا ہے اور عصر کا شروع ہونے کو ہے۔ یہ آپ نے وقت کا اندازہ کرنے کی ایک تدبیر بتاتی کہ اس دور میں وقت شماری کے لئے گھڑی ایجاد نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے آپ نے ایسی صورت تجویز کردی کہ جس پر ہر جگہ اور ہر دور میں ہر شخص آسانی کے ساتھ عمل کر سکتا ہو غور کیجئے تو الدین یسر کی حقیقت اسلامی احکام ومسائل کے ہر پہلو میں نظر آئے گی۔

مستحاضہ کے مسائل کچھ الجھے ہوئے ہیں اس لئے مختلف اور متعدد احادیث کی روشنی میں فقہاء احناف نے ایسی عورت کے لئے جس کی ایام حیض مقررہ ایام میں آتے ہوں اور اس کو استحاضہ کی بیماری ہوگئی یہ صورت اختیار کی ہے کہ جب اس کے ایام حیض ختم ہوں تو غسل کرلے، اور نماز کا وقت آئے تو وضو کر لے، اس کا وضو اس نماز کے ختم ہونے تک باقی رہیگا اس دوران میں وہ ہر عبادت ادا کر سکتی ہے۔ اگرچہ اس عرصہ میں استحاضہ کا خون جاری ہو۔ اور اگر حیض کے ایام کی تعداد یاد نہ رہی ہوں اور حیض کی تاریخیں یاد ہوں تو پھر غور و فکر کے بعد جس بات پر دل جم جاتے اسے اختیار کرے۔ اگر طبیعت کسی بات پر بھی نہ جمتی ہو تو پھر احتیاط کا پہلو یہ ہے کہ ہر نماز کے وقت غسل کرے۔ اور اگر ظہر کی مدت پوری ہونے اور حیض کی ابتدا میں تردد ہو تو ہر نماز کے وقت غسل کرے۔ اور اگر یہ صورت ہو کہ حیض کے اختتام اور ظہر کے آغاز میں شبہ ہے تو ہر نماز کے وقت غسل کرے۔ فقہائے احناف نے احادیث میں مختلف عورتوں کے احوال کے پیش نظر جو مسلک پسند کیا ہے وہ عقل ونقل دونوں کی ترازو میں صحیح اترتا ہے۔ مستحاضہ سے ہمبستری کے سلسلہ میں ابن عباسؓ کا ایک قول مصنف عبد الرزاق میں مذکور ہے کہ اس کے ساتھ شوہر کے لئے ہم بستری میں شرعی اعتبار سے کچھ حرج نہیں۔ اس کی تائید میں حمنہ بنت جحش کی روایت ابوداؤد اور بیہقی میں ملتی ہے جسے نووی نے حسن قرار دیا ہے۔

کتاب الصلوٰۃ

نماز کا بیان

لفظ صلوٰۃ صلی سے مشتق ہے اس کے معنی ہیں ٹیڑھی لکڑی کو آگ دکھا کر سیدھا کر دینا۔ اسلام میں اہم ترین عبادت کو بھی اسی معنی کے لحاظ سے صلوٰۃ کہا جاتا ہے کہ نفس کی اس کجی کو جو اس کی فطرت میں داخل ہے یہ عبادت دور کر دیتی ہے۔ انسان اپنی اس کج نفسی کے ساتھ دربار خداوندی میں کھڑا ہوتا ہے تو خداوند قدوس کی ہیبت وعظمت کی حرارت اور کائنات کی بزرگی و کبریائی کا جلال اس کجی کو دور کر دیتا ہے اس کے لغوی اور شرعی معنی میں یہی مناسبت ہے۔ لیکن صلوٰۃ کے معنی کی تکمیل اسی شخص کی نمازیں ہوتی ہے جو اس کے آداب کی پوری رعایت کے ساتھ اس کو پڑھتا ہے۔ جن لوگوں کے اندر نماز سے اس دنیوی زندگی میں ایسی حرارت نہ پیدا ہوسکی ہو جو ان کے نفس کے ٹیڑھے پن کو نکال سکے تو ان کی نماز بے روح اور ان کی عبادت ناقص ہوتی ہے۔ ایسے لوگ جو صلوٰۃ کی حرارت یہاں محسوس کر چکے ہوں وہ آخرت میں دوزخ کی حرارت سے محفوظ رہیں گے۔ اور اگر انھیں دوزخ کی آنچ پہنچی بھی تو کفارہ سیئات اور قسمِ الٰہی کی تکمیل کے لئے۔

Marfat.com

صلوٰۃ کے معنی پر غور کیجئے تو صلوٰۃ کے معنی رحمت کے بھی ہیں۔ یہ عبادت ایک پہلو سے حرارت ہے تو دوسرے پہلو سے رحمت ہے کہ اس کی وہ حرارت جو دنیا میں نفس پر شاق گذرتی ہے۔ آخرت میں رحمت کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ پھر نماز انسان اور خدا کے تعلق کی مضبوط ترین کڑی ہے انسان جو اپنے مشاغل میں معروف اور ضروریات زندگی کی فراہمی میں ہر گھڑی مشغول رہتا ہے۔ اس کیلئے خالق کائنات سے وابستگی کا اس سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں ہوسکتا۔ نماز انسان کو دنیوی جھمیلوں سے کھینچ کر کچھ دیر کے لئے خدا کے حضور کھڑا کر دیتی ہے اور یہ حاضری چوبیس گھنٹے میں مسلسل پانچ بار ہوتی ہے۔ آدمی نسیان و فراموشی کا پتلا ہے۔ بار بار بھولتا ہے تو خداوند قدوس بھی اسے بار بار یاد دلاتا ہے۔ اس نماز کو اس لحاظ سے ایک پاور ہاؤس کہا جاسکتا ہے کہ وہ انسان کے اندر مسلسل بندگی رب کا احساس پیدا کرتی رہتی ہے۔ یہی احساس اپنی حرارت و التہاب سے نفس سرکش کو راہ پر لے آتا ہے۔ اگر کسی کی نماز میں وہ اسپرٹ پیدا نہیں ہوسکی تو سمجھئے وہ ایسا پاور ہاؤس ہے جو حرکت تو کرتا ہے مگر بجلی پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اس کے علاوہ نماز انسان کی اخلاقی تربیت اور روحانی نشوونما کے لئے ایک کارگر تدبیر ہے کہ قرآن میں ہے ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر یعنی نماز بلا شبہ بے حیائی کے کاموں اور بری باتوں سے روکتی ہے۔ جب آدمی ۲۴ گھنٹے میں پانچ بار اپنے رب کے حضور کھڑا ہو کر اپنی زبان سے مسلسل اس کی حمد و ثنا کے ساتھ اپنی بندگی و اطاعت کا اقرار کرے گا تو کب تک اس کے اندر اپنے اس عہد و پیمان پر عمل کرنے کا داعیہ پیدا نہ ہوگا۔ وہ خدائی احکام کا بار بار اقرار کر کے آخر کس طرح ان باتوں کا ارتکاب علی الاعلان اور ڈھٹائی کے ساتھ کرے گا جو ایک بندۂ خدا کے لئے کسی طرح مناسب نہیں، وہ آخر کیوں یہ بات گوارا کرے گا کہ بد اخلاقیوں اور بیحیاؤں کا بلا جھجک مرتکب ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ نماز تربیت نفس کا جو عظیم پہلو رکھتی ہے وہ مذاہب عالم کی کسی عبادت میں نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ انسان اور خدا کے تعلق ہی پر دنیا کے ہر مذہب کی بنیاد ہے۔ مگر مروجہ مذاہب پر ایک نگاہِ تحقیق ڈالئے تو معلوم ہوگا کہ انسان اور خدا کے تعلق کے بارہ میں تمام دوسرے مذاہب نے نہایت محدود، نہایت سطحی اور نہایت کھوکھلا نقطۂ نظر اختیار کیا ہے ان میں سے بعض کے نزدیک خدا محض خالق کائنات ہے۔ اس کے بعد انسانی زندگی کا اس کی ذات سے کوئی تعلق نہیں۔ بعض کے یہاں اس کا کوئی تعلق بھی ہے تو وہ براہِ راست نہیں بلکہ واسطہ در واسطہ ہے۔ بعض کے یہاں خدا سراسر قہر مجسم ہے۔ بعض کے یہاں وہ یکسر شفقت و محبت ہے۔ اپنے انھی بکھرے نظریات کی بنیاد پر ان مذاہب نے عبادت کے طریقے تجویز کئے ہیں جو انسانی زندگی میں مجہول عقائد اور ژولیدہ تصورات سے زیادہ کوئی نتیجہ پیدا نہیں کر سکتے۔ ان سے انسانی فکر و احساس میں کوئی بلندی، اس کے علم و مشاہدہ میں کوئی وسعت اور اس کے اعمال و افعال میں کوئی ضبط و ربط پیدا نہیں ہوسکا۔ دن بھر میں چند لمحے یا ایک ہفتہ میں کچھ وقت پرستش کیلئے مخصوص کرنے کے بعد یہ مذاہب انسان کو اس طرح آزاد چھوڑ دیتے ہیں کہ اس کے بعد کسی ذمہ داری کا احساس، کسی بالاتر قوت کا ہمہ گیر تصور اور اپنے مذہبی عقائد کی کوئی گرفت اس کے پیش نظر نہیں رہتی۔ اس کے برعکس نماز انسان میں ذمے داری کا احساس، خدا کی ہمہ بیں و ہمہ گیر قدرت کا تصور اور اسلامی عقائد و احکام کو اپنی زندگی پر منطبق کرنے کا جذبہ پیدا کرتی ہے۔ نماز ادا کر کے ایک شخص اپنے سر کا کوئی بوجھ ہلکا نہیں کرتا۔ وہ مسجد میں کچھ چھوڑ کر نہیں جاتا بلکہ جب وہاں سے جاتا ہے تو احساس فرائض کے ایک نئے بوجھ، ذمہ داریوں کے ایک نئے پیمان اور تجدید ایمان و تازگیٔ اسلام کے ایک نئے سرو سامان کے ساتھ نکلتا ہے۔ پھر انفرادی و اجتماعی تربیت کا یہ انداز دوسرے مذاہب کی عبادت میں ناپید ہے کہ نماز کے مقررہ اوقات ہیں جن کی پابندی لازمی ہے۔ پھر نماز کی ادائیگی کے لئے بھی ایک خاص رخ کی طرف منہ کرنا ضروری ہے، جو نماز ادا کرنے والوں کی جماعت میں مرکزیت پیدا کرنے کی بہترین تدبیر ہے۔ پھر نماز کی ادائیگی کے لئے جماعت کا اہتمام ضروری ہے جو اجتماعی زندگی کے آداب و حقوق سکھانے کا بے مثال طریقہ ہے۔ نماز کی پابندی سے انسانی سیرت کی تعمیر ہوتی ہے۔ وقت کی پابندی، دن میں پانچ بار اس پابندی کا اعادہ، پھر مسلسل خدا کی آقائی اور اپنی بندگی کے تصور کی تجدید

Marfat.com

LIBRARY

شرائط نماز کا اہتمام، پاک بدن، پاک کپڑے، پاک جگہ اور مقررہ وقت کا التزام۔ کچھ دیر کے لئے اپنے آپ سے خود فراموشی اور خدا کی یاد میں استغراق۔ یہ ساری باتیں آدمی کے اندر ضبط نفس، خود آگاہی، فرض شناسی اور صبر و تحمل کی صفت پیدا کرتی ہیں جو انسانیت کے اعلیٰ اوصاف ہیں اور جو آدمی کی زندگی میں مصنوعی طور پر پیدا نہیں کئے جا سکتے۔ زندگی میں جب تک سیرت کے یہ پہلو ابھر نہ آئیں اس وقت تک وہ کامیاب و کامراں زندگی کہلانے کی مستحق نہیں ہے۔ پھر اس نماز سے اجتماعی سطح پر معاشرتی مساوات کا وہ تصور عملی شکل اختیار کرتا ہے جس کے نعرے ہر بام و در سے بلند ہوتے رہے مگر آج تک کوئی انسانی گروہ اس معاشرتی مساوات کو جنم نہیں دے سکا جو اسلام نے نماز کی اس سادہ سی صورت میں انسان کو بخشی ہے (معاشرہ میں یکسانیت اور ہمواری جب بھی اپنی صحیح شکل میں پیدا ہوگی وہ ایک نمونے کا معاشرہ بن جائیگا۔ اقامت صلوٰۃ کا تصور نہ صرف انفرادی سیرت سازی کی ایک موثر ترین تدبیر ہے بلکہ اجتماعی سیرت کی تعمیر کے لئے بھی ایک بے مثال ذریعہ ہے۔ اسلامی تعلیمات کا یہ پہلو ہمیں مجبور کرتا ہے کہ ہم اسلام کو خدا کا دین تصور کریں ورنہ اتنے حکیمانہ اصولوں پر مشتمل کوئی نظام زندگی انسان پیش کرنے سے قطعاً عاجز ہے۔ یہ تسلیم و اطاعت، تطہیر و تنظیم، تعلیم و ترغیب اور عقیدہ و عمل کا ایک عظیم مظاہرہ ہے جسے اسلامی زندگی میں بنیادی اہمیت دی گئی ہے۔ یہ مظاہرہ جتنا معیاری ہوگا اسی لحاظ سے اس کے اخروی و دنیوی نتائج برآمد ہونگے اور اپنے معیار سے جتنا پست ہوگا اس کے ثمرات بھی اتنے ہی کم درجے کے مرتب ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن میں ایمان کی دعوت کے بعد اقامت صلوٰۃ کی تائید کی گئی ہے، اقیموا الصلوٰۃ۔ والذین ھم علی صلاتھم یحافظون۔ وانھا لکبیرۃ الا علی الخاشعین۔ رب اجعلنی مقیم الصلوٰۃ۔ واقم الصلوٰۃ ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر۔ ان تمام آیات قرآنی میں نماز کی عظمت و اہمیت کا جو تصور پنہاں ہے وہ اسلامی معاشرہ کی جان ہے۔ اس تصور کے بغیر کوئی اسلامی معاشرہ عملاً برپا نہیں ہو سکتا۔ نہ اس کے بغیر کسی اسلامی سوسائٹی کا تصور کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ بین الایمان و الکفر ترک الصلوٰۃ رواہ مسلم۔ گویا نماز ہی ایک ایسا شعار ہے جو ملت اسلامیہ اور ملت مشرکہ کے درمیان فرق و امتیاز کا سکتا ہے۔ عقیدہ کا تعلق قلب و دماغ سے ہے مگر عقیدہ جب تک اپنے برگ و بار نہ لائے اور زندگی کے مظاہر میں نہ سمائے اس وقت تک اسکی کوئی قدر و قیمت نہیں۔ اسلامی عقیدہ کا سب سے پہلا اثر صلوٰۃ میں رونما ہوتا ہے (صلوٰۃ ہی اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ اس کے ادا کرنے والے نے اپنے ذہن سے نفس پرستی اور شیطان پرستی کے صنم اکھاڑ پھینکے ہیں۔ وہ اللہ واحد کا بندہ ہے جو سر نیاز اس کے سامنے ٹیک کر تمام اپنی بتوں سے بے نیازی اور تمام مصنوعی خداؤں سے بے تعلقی کا اظہار کر رہا ہے اور اب ایک خدا کا پرستار اور ایک ہی در کا بندہ بن گیا ہے۔ گویا اسنے اپنا رشتہ صحیح طور پر اپنے آقا سے جوڑ لیا ہے یہ اسلامی زندگی کی طرف پہلا عملی قدم ہے۔ اگر اس قدم کے اٹھانے میں آدمی سست ہے تو اس کے بعد اگلے قدم اٹھانے کی اس میں استعداد ہی پیدا نہیں ہو سکتی۔ جتنا جوش، جتنا جذبہ اور جتنی سرگرمی سے وہ پہلا قدم اٹھائے گا اس کے نتیجے میں اگلے قدم خود بخود تیزی کے ساتھ صحیح سمت اٹھیں گے۔ اسی بنا پر دنیا میں ایک مسلمان پر پہلی عملی ذمے داری نماز کی عائد ہوتی ہے اور آخرت میں پہلی باز پرس نماز ہی کی ہوگی۔ یعنی نماز دنیا میں اسلامی زندگی شروع کرنے کے لئے پہلی تربیت گاہ اور آخرت کی کامیابی کے لئے پہلی شرط ہے جو اس شرط کو پورا نہ کر سکا وہ گویا پہلے ہی مرحلے میں بازی ہار بیٹھا۔)

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

(۵۲۰) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَةُ اِلَى الْجُمُعَةِ وَرَمَضَانُ اِلٰى رَمَضَانَ مُكَفِّرَاتٌ لِمَا بَیْنَهُنَّ اِذَا اجْتُنِبَ الْكَبَائِرُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

پہلی فصل

ترجمہ :۔ حضرت ابی ہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پانچوں نمازیں جمعہ سے جمعہ تک اور رمضان سے رمضان تک اپنے درمیان کے تمام گناہوں کو مٹا دیتے ہیں۔ لیکن جبکہ آدمی نے بڑے گناہوں کا ارتکاب نہ کیا ہو۔ مسلم۔

نمازیں صغیرہ گناہوں کا کفارہ ہیں

یہ اللہ کی رحمت کاملہ کا بے مثال مظاہرہ ہے کہ قدم قدم پر انسان سے سرزد ہونے والی غلطیوں کے لئے اس دنیا میں تلافی کی صورتیں پیدا کر دی گئیں۔ نماز جو گویا مومن پر اللہ کا ایک حق ہے۔ جس کی ادائیگی اس کے فرائض میں شامل ہے۔ وہی نماز اس کی غلطیوں کے ازالے کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ ایک نماز سے پچھلی نماز تک اور ایک جمعہ سے پچھلے جمعہ تک صغیرہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ اسی طرح اس رمضان کے روزوں کے طفیل گذشتہ رمضان تک کے درمیانی صادر ہونے والے صغیرہ گناہ بھی بخشدیئے جاتے ہیں۔ لیکن کبیرہ گناہ محض کسی عمل کے کفارہ میں معاف نہیں کئے جاتے جب تک آدمی خود ان گناہوں سے توبہ نہ کرلے۔ یا پھر فضل الٰہی کسی پر ہوا اور اللہ تعالیٰ اس پر اپنی رحمت فرمادیں۔ مگر اللہ نے اس کا وعدہ نہیں کیا۔ ملا علی قاری کہتے ہیں کہ پنجوقتہ نمازیں اپنے درمیانی گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں تو جمعہ اس کے لئے مزید نیکیوں کے اضافہ کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ شاہ عبدالعزیزؒ نے لکھا ہے کہ ہر صغیرہ گناہ کی اک خاص نوعیت ہوتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص نے نماز میں کوئی کوتاہی کی اس کا کفارہ صرف جمعہ کی نماز بن سکتی ہے۔ اور اگر خود جمعہ میں بھی کوئی کوتاہی ہوگئی تو اس کا کفارہ ماہ رمضان بن جاتا ہو۔ اور جب صغیرہ گناہ سب کے سب کفارہ کے لائق ہوں تو ہر نماز، ہر جمعہ اور رمضان تینوں سے ان گناہوں کا کفارہ بہت عمدگی کے ساتھ ہو جاتا ہو۔ اور اگر ایسے گناہ باقی نہ رہے ہوں تو پھر اللہ کے یہاں یہ نمازیں وغیرہ آدمی کے درجات کی بلندی وغیرہ کا وسیلہ بن جاتی ہوں۔

(۵۲۱) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَاَيْتُمْ لَوْاَنَّ نَهْرًا بِبَابِ اَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ فِيْهِ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسًا هَلْ يَبْقٰى مِنْ دَرَنِهٖ شَيْءٌ قَالُوْا لَا يَبْقٰى مِنْ دَرَنِهٖ شَيْءٌ قَالَ فَذٰلِكَ مَثَلُ الصَّلٰوةِ الْخَمْسِ يَمْحُو اللّٰهُ بِهِنَّ الْخَطَايَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

ترجمہ :۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے بتاؤ اگر کسی کے دروازے پر کوئی نہر (جاری) ہو اور وہ اس میں دن میں پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو تو کیا اس کے اوپر کچھ میل باقی رہے گا۔ صحابہ نے عرض کیا (پھر تو) اس کے میل میں سے کچھ بھی (اس کے بدن پر) باقی نہیں رہے گا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہی مثال پانچوں نمازوں کی ہے۔ انکے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ (صغیرہ) گناہ معاف کر دیتا ہے۔ (بخاری۔ مسلم)

(۵۲۲) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ اِنَّ رَجُلًا اَصَابَ مِنِ امْرَاَةٍ قُبْلَةً فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ فَقَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِلٰى هٰذَا قَالَ لِجَمِيْعِ اُمَّتِيْ كُلِّهِمْ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ اُمَّتِيْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

ترجمہ :۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ (غلبۂ شہوت سے) ایک شخص نے ایک عورت کا بوسہ لے لیا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے اس (غلطی) کے بارہ میں بتلایا تو (اس وقت یہ) آیت نازل ہوئی۔ یعنی اے رسول نماز کو قائم کرو۔ دن کے دونوں سروں پر اور رات کے کچھ حصے میں کہ بلا شبہ نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ تب اس شخص نے

عرض کیا، یارسول اللہ کیا یہ آیت میرے حق میں نازل ہوئی ہے۔ آپ نے فرمایا میری تمام امت کے لئے نازل ہوئی ہے۔ اور ایک روایت میں (یوں) ہے کہ جو شخص میری امت میں سے اس آیت کے مطابق عمل کرے گا اس کے لئے ہے۔ بخاری۔ مسلم۔

تشریح: یہ شخص جن کا نام ابوالبشر ہے اور ترمذی نے ان کی روایت ذکر کی ہے خود اپنا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں کہ میرے پاس ایک اجنبی عورت کھجوریں خریدنے کے لئے آئی تو میں نے اس سے کہا کہ عمدہ کھجوریں مکان کے اندر ہیں، وہ میرے ساتھ گھر میں آئی تو میں نے اس کا بوسہ لے لیا۔ اس پر اس اللہ کی بندی نے فوراً کہا کہ اللہ کے غضب سے ڈر، اس کی بات سے میں شرمندہ ہوکر رسول اللہ کی خدمت میں آیا۔ پھر یہ صورت پیش آئی جیسا کہ اوپر کی حدیث میں تفصیل ہے کہ جب انھوں نے یہ واقعہ بیان کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔ اس کے بعد آپ نے عصر کی نماز پڑھی۔ انھوں نے بھی آپ کے ساتھ نماز ادا کی۔ آپ کو اس سلسلہ میں وحی کی آمد کا انتظار تھا۔ چنانچہ بعد میں وحی نازل ہوئی۔ گویا اس آیت میں اس بات کا اعلان تھا کہ صغیرہ گناہ نمازیں ادا کرنے سے معاف ہوجاتے ہیں۔

قرآن سے پانچ وقت کی نماز کا ثبوت ظاہر ہے کہ دن کے ابتدائی حصے کی نماز سے فجر کی نماز اور دوسرے حصے سے ظہر اور عصر کی نماز کا حکم نکلتا ہے۔ اور رات کے کچھ حصے سے مطلب مغرب اور عشاء کی نماز کا وقت ہے۔

(۵۲۳) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ اَصَبْتُ حَدًّا فَاَقِمْهُ عَلَیَّ قَالَ وَلَمْ یَسْأَلْهُ عَنْهُ وَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَصَلّٰی مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَضَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الصَّلٰوةَ قَامَ اِلَیْهِ الرَّجُلُ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ اَصَبْتُ حَدًّا فَاَقِمْ فِیَّ کِتَابَ اللّٰہِ قَالَ اَلَیْسَ قَدْ صَلَّیْتَ مَعَنَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاِنَّ اللّٰہَ قَدْ غَفَرَ لَكَ ذَنْبَكَ اَوْ حَدَّكَ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

ترجمہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص آیا اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ میں حد (یعنی قابل سزا جرم) کا مرتکب ہوگیا ہوں اس لئے مجھ پر حد قائم فرمائیے۔ انسؓ کہتے ہیں کہ آپ نے اس شخص سے اس (جرم کی تفصیلات) کے بارہ میں کچھ نہیں پوچھا اور نماز کا وقت آگیا۔ اس شخص نے رسول اللہ کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب آپ نے نماز پوری کرلی تو وہ شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ میں حد کو پہونچ گیا ہوں اس لئے مجھ پر اللہ کا حکم نافذ کیجئے جو اس کی کتاب میں ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا، کیا تم نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی۔ اس نے کہا بے شک۔ آپ نے فرمایا تو بے شبہ اللہ نے تمہارے گناہ کو یا (یہ فرمایا کہ) تمہاری حد کو معاف کر دیا۔

حد کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس سے فی الواقع کوئی ایسا کبیرہ گناہ سرزد ہوا تھا جس پر حد شرعی قائم ہوسکتی ہو۔ حد اصطلاح میں کوڑوں کی یا سنگسار کرنے کی یا ہاتھ پاؤں قطع کرنے کی سزا کو کہتے ہیں۔ اس لئے کہ نماز سے کوئی ایسا جرم معاف نہیں ہوسکتا بلکہ اس شخص کو یہ گمان ہوا کہ جو غلطی مجھ سے سرزد ہوئی ہے وہ اتنی بڑی ہے کہ جس پر حد قائم ہونی چاہئے۔ یا حد سے مراد محض سزا ہو۔ اصطلاحی سزا مراد نہ ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی سے چونکہ ان کے گناہ اور اس کی معافی کا علم ہوگیا تھا اس لئے آپ نے مزید تفصیلات دریافت نہیں کیں۔ یہ حدیث اور اوپر کی حدیث ایک ہی واقعہ سے متعلق ہیں۔

(۵۲۴) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ سَاَلْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی قَالَ الصَّلٰوةُ لِوَقْتِهَا قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ بِرُّ الْوَالِدَیْنِ قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ الْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ قَالَ حَدَّثَنِیْ بِهِنَّ وَلَوِ اسْتَزَدْتُّهٗ لَزَادَنِیْ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

Marfat.com

ترجمہ :- حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کونسا عمل اللہ کو سب سے زیادہ پسند ہے آپؐ نے فرمایا اپنے وقت پر نماز کی ادائیگی، میں نے عرض کیا پھر کونسا؟ آپ نے فرمایا ماں باپ کے ساتھ بھلائی۔ میں نے دریافت کیا پھر کونسا؟ آپؐ نے فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد۔ ابن مسعود کہتے ہیں کہ مجھے رسول اللہؐ نے یہ باتیں بیان فرمائیں۔ اور اگر میں اور زیادہ (دریافت) کرتا تو آپ مجھ سے اور زیادہ بیان فرماتے۔ بخاری۔ مسلم۔

بہترین اعمال کونسے ہیں۔ اس سلسلہ میں مختلف مضمون کی احادیث آئی ہیں۔ کسی میں کھانا کھلانے اور تبلیغ اسلام کو بہترین عمل کہا گیا ہے۔ کسی میں تہجد کی نماز کو۔ کسی میں لوگوں کو ایذا نہ پہنچانے کو۔ اور کسی میں ذکر اللہ کو افضل عمل قرار دیا گیا ہے اس طرح کی جملہ احادیث کا منشا یہ نہیں ہے کہ ہر ایک ہر جگہ اور ہر شخص کے لئے بس وہی ایک عمل سب سے بہتر ہے۔ کہ اس طرح احادیث میں تضاد اور تعارض پیش آجائے گا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف اوقات میں مختلف اشخاص کے مختلف حوال کے پیش نظر مناسب حال بات فرمائی۔ گفتگو میں اگر کسی چیز کو بہترین کہا جاتا ہے تو اس سے مراد یہ نہیں کہ ہر وقت اور ہر چیز کے مقابلہ میں بہترین ہے۔ بلکہ گفتگو کے وقت جو حالات اور جو مخصوص کیفیت ہوتی ہے اسی حد تک اسے بہترین کہا جاتا ہے۔ مثلاً ابتداء میں حالات کے پیش نظر جہاد کو اسلام کا افضل ترین فعل کہا گیا۔ اسی طرح صدقہ کو لوگوں کی احتیاج اور ضرورت کے تحت، نماز کو اللہ کی قربت اور رضا کی وجہ سے افضل کہا گیا۔

غرض اعمال کی افضلیت کے متعدد وجوہ اور مختلف حیثیتیں ہیں۔ ہر ایک عمل اسی وجہ اور اسی حیثیت سے دوسرے پر فضیلت رکھتا ہے اسی بنا پر علماء محققین نے فرمایا ہے کہ واعظین کی طرح ہر حدیث کو بے موقع اور بے محل چسپاں کر دینا درست نہیں۔ اسلام نے جن جن اعمال کو انسان کے ذمہ لازم کیا ہے ان کی ادائیگی میں توازن و تناسب کا لحاظ ضروری ہے۔ جس وقت جہاد فرض عین ہو اس وقت نفل کی نیت باندھ کر کھڑا رہنا، جب فرض نماز کا وقت ختم ہو رہا ہو نماز سے اعراض کر کے لا الٰہ الا اللہ کی تسبیح پڑھتے رہنا۔ جب لوگ بھوکے مر رہے ہوں تو اپنی حیثیت کے مطابق ان کو غذائی امداد پہنچانے کے بجائے انھیں صرف نماز روزے کی تبلیغ کرتے رہنا اسی طرح کسی موقع پر جب آدمی کے طرز عمل سے لوگوں کو تکلیف پہنچ رہی ہو اس وقت امن و سلامتی کی روش اختیار کرنے کی بجائے تقویٰ کے دوسرے پہلوؤں پر زور دینا نہ اسلامی مزاج کے مطابق ہے نہ اسے صحیح اسلامی زندگی کہا جا سکتا ہے۔ اسلام ہر گوشۂ حیات کو متوازن دیکھنا چاہتا ہے۔ وہ اس بات کا خواہاں ہے کہ جس جس فعل کی شریعت نے جو اہمیت بیان کی ہے اس کو اس سے کم و بیش نہ کیا جائے اور اسے اسی جگہ فٹ کیا جائے جہاں کے لئے وہ تجویز کیا گیا ہے۔

(۵۲۵) **وَعَنْ** جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَ الْعَبْدِ وَبَیْنَ الْکُفْرِ تَرْکُ الصَّلٰوۃِ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

ترجمہ :- حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک (مومن) بندے اور کفر کے درمیان نماز کا چھوڑ دینا ہی (بس ایک حدِ فاصل) ہے مسلم۔

ترک نماز پر تنبیہ حدیث میں جو الفاظ آئے ہیں، عربی قواعد کے لحاظ سے اس میں کچھ اختصار ہو گیا ہے، ورنہ حدیث سے جو مفہوم ظاہر ہوتا ہے اس کے لئے عبارت کی ترتیب اس طرح ہے تَرْکُ الصَّلٰوۃِ وُصْلَۃٌ بَیْنَ الْعَبْدِ الْمُسْلِمِ وَبَیْنَ الْکُفْرِ یعنی نماز بندۂ مومن اور کفر کے درمیان ایک دیوار کی طرح ہے، گویا جب تک وہ نماز کو قائم کئے ہوئے ہے کفر کی سرحدیں میں داخل ہونے سے محفوظ ہے۔ اس سے نماز کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ اس بنا پر اہل ظواہر نے تارک صلوٰۃ کو کافر قرار دیدیا۔ امام مالک اور شافعی کے نزدیک اس کی حیثیت مرتد جیسی ہے۔ گو اسے خارج از اسلام قرار نہیں دیا جاتا ہے گا۔ چنانچہ وہ تارک صلوٰۃ کو واجب القتل قرار دیتے ہیں۔ امام اعظمؒ کے نزدیک

Marfat.com

اس کی سزا قتل نہیں البتہ اسے مقید کیا جائے گا جب تک وہ نماز ادا نہ کرے۔ علماء نے اس حدیث کے ظاہری الفاظ کی تاویل کی ہے کہ اس شخص کو کافر کہا جائے گا جو ترک صلوٰۃ کو گناہ سمجھنے کے بجائے مباح اور جائز تصور کرتا ہو۔ اس کے علاوہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ

نماز اسلامی معاشرہ کا بنیادی شعار ہے

جس فرد کی زندگی میں نماز موجود ہے وہ اسلام کی نمائندگی کی بیّن علامت ہے اور جہاں نماز غائب ہے وہ اسلام سے بعید اور کفر سے قریب ہونے کا پتہ دیتی ہے

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

(۵۲۶) عَنْ عُبَادَةَ ابْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَمْسُ صَلَوٰتٍ اِفْتَرَضَهُنَّ اللّٰہُ تَعَالٰی مَنْ اَحْسَنَ وُضُوْءَ هُنَّ وَصَلَّاهُنَّ لِوَقْتِهِنَّ وَاَتَمَّ رُكُوْعَهُنَّ وَخُشُوْعَهُنَّ كَانَ لَهٗ عَلَی اللّٰہِ عَهْدٌ اَنْ يَّغْفِرَ لَهٗ وَمَنْ لَّمْ يَفْعَلْ فَلَيْسَ لَهٗ عَلَی اللّٰہِ عَهْدٌ اِنْ شَآءَ غَفَرَ لَهٗ وَاِنْ شَآءَ عَذَّبَهٗ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَرَوٰی مَالِكٌ وَالنَّسَائِیُّ نَحْوَهٗ۔

دوسری فصل

ترجمہ:۔ حضرت عبادۃ بن صامتؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پانچ نمازیں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے۔ جس شخص نے ان نمازوں کے لئے وضو اچھی طرح کیا اور اپنے وقت پر وہ نمازیں پڑھیں ——— اور ان کے رکوع اور خشوع کی تکمیل کی تو اس کے لئے اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ اس کی صغیرہ خطاؤں کی بخشش کر دے گا۔ اور جو شخص (ایسا) نہ کرے تو اس کے لئے اللہ کے ذمے کوئی وعدہ نہیں، اگر چاہے اس کے گناہ معاف کر دے اور اگر چاہے سزا دے۔ احمد۔ ابوداؤد۔ مالک۔ اور نسائی نے اس مضمون کی روایت بیان کی ہے۔

تارک نماز گنہگار ہے مگر کافر نہیں

یہ بات اس حدیث سے صاف ظاہر ہوتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ گناہ کبیرہ کرنے والے کی سزا اللہ کی مرضی پر موقوف ہے۔ اور یہ بھی کہ ایسا شخص ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہے گا یہ اہل سنت کا مسلک ہے۔ حدیث میں رکوع و خشوع پورا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ نماز اپنے آداب و سنن کی پوری رعایت اور قلب کی پوری توجہ کے ساتھ ادا کی جائے۔

(۵۲۷) وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلُّوْا خَمْسَكُمْ وَصُوْمُوْا شَهْرَكُمْ وَاَدُّوْا زَكٰوةَ اَمْوَالِكُمْ وَاَطِيْعُوْا اِذَا اَمَرَكُمْ تَدْخُلُوْا جَنَّةَ رَبِّكُمْ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوامامہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنی پانچوں نمازیں پڑھو اور اپنے ماہ (رمضان) کے روزے رکھو اور اپنے مال کی زکوٰۃ دو، اور اپنے امیر کی (شریعت کے مطابق) اطاعت کرو، تو (اس کے نتیجے میں) تم اپنے رب کی بہشت میں داخل ہو جاؤ گے۔ احمد۔ ترمذی۔

ایک مسلمان معاشرے کی بنیادی خصوصیات

یہاں کچھ بنیادی باتیں بتلا دی گئیں جن کے وجود سے ایک مسلمان معاشرہ جنم لیتا ہے۔ اور جب کوئی اسلامی معاشرہ ان صفات میں درجۂ کمال کو پہنچ جاتا ہے تو اس معاشرے کے افراد جن کی جد و جہد و کوشش سے یہ صفات ظہور پذیر ہوئیں۔ اللہ کے انعام ابدی کے مستحق ہو جاتے ہیں۔ امیر کی

Marfat.com

اطاعت سے مطلب یا تو حاکم وقت ہے یا علماء ہیں۔ یا پھر اس سے ہر وہ شخص مراد ہے جو کسی بھی گوشۂ زندگی میں عام لوگوں کے لئے کارسازی و سربراہی کی حیثیت رکھتا ہو۔

(۵۲۸) وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرُوا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلٰوةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِينَ وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرِ سِنِينَ وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَكَذَا رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ عَنْهُ وَفِي الْمَصَابِيحِ عَنْ سَبْرَةَ ابْنِ مَعْبَدٍ۔

ترجمہ:۔ حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ سے، وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی اولاد کو نماز کا حکم دو جب وہ سات برس کی عمر کو پہونچیں۔ اور جب وہ دس برس کی ہو جائیں انھیں نماز (چھوڑنے) پر (تنبیہ و تاکید کرو۔ حتی کہ ضرورت ہو تو) مارو! اور (اسی عمر میں) ان کے بستر الگ الگ کر دو۔ ابوداؤد۔ ایسے ہی شرح السنۃ میں عمرو سے روایت کی گئی اور مصابیح میں سبرۃ بن معبد سے۔

بچوں کو ہوش سنبھالتے ہی نماز کی تاکید

ضروری ہے تاکہ ان کے ذہن میں اس فرض کی اہمیت پیوست ہو جائے اور نماز اپنے نتائج و خواص کے ساتھ بچپن ہی سے آدمی کی شخصیت کی تعمیر شروع کر سکے دس برس کی عمر میں بچہ میں حقوق و فرائض کا شعور بیدار ہونے لگتا ہے۔ اس وقت بچے کی تربیت کے لئے نرمی و گرمی دونوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ چنانچہ اس میں خود آگاہی اور ذمے داری کا احساس پیدا کرنے کے لئے کسی قدر دباؤ ڈالنا بھی ضروری ہے۔ اسی طرح نماز کی فروعی تفصیلات کی تعلیم بھی اس وقت بچے کو مل جانی چاہئے۔ یہ عمر لڑکپن اور بلوغ کی درمیانی سرحد کی حیثیت رکھتی ہے، اس وقت بچے کے اندر خود نفسیاتی طور پر باہر کے خارجی عوامل کے تحت اپنی شخصیت اور جنسیت کا احساس شدت کے ساتھ شروع ہو جاتا ہے یہی وقت ہوتا ہے جب بچہ کی زندگی صحیح معنی میں مستقل روپ اختیار کرتی ہے اس لئے اس عمر میں ایک طرف بچہ کی تربیت کا وہ کورس لازماً شروع ہو جانا چاہئے جس کی تکمیل پر اس کی دنیوی فلاح اور اخروی کامرانی موقوف ہے۔ اور دوسری طرف بچے کے جنسیاتی احساسات کو صحیح رخ پر موڑنے کے لئے اسے ایک مستقل فرد کی طرح اپنی زندگی شروع کرنے کے مواقع فراہم کرنے چاہئیں۔ اور جس کا لازمی تقاضا ہے کہ بچہ اپنی نشست و برخواست اور خواب و خورش میں اپنے کو کسی کا تابع یا کسی کا محتاج تصور نہ کرے اور اس کی شخصیت کے نشو و نما میں کوئی رکاوٹ نہ پیش آئے۔ اس لئے دس برس کی عمر میں بہن، بھائی، اجنبی بچے، بلکہ بہنیں بہنیں اور بھائی بھائی بھی ایک بستر پر نہ سوئیں کہ اس میں بہت سی ایسی حکمتیں پنہاں ہیں جن کا لحاظ ایک پیغمبر کے سوا کوئی دوسرا کر ہی نہیں سکتا۔ چنانچہ اب محض ایک پر حکمت طریق تربیت نہیں رہا بلکہ ایک ایک واجب التعمیل حکم حیثیت اختیار کر گیا۔

(۵۲۹) وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَهْدُ الَّذِي بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلٰوةُ فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ۔

ترجمہ:۔ حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہمارے اور ان (منافقین) کے درمیان نماز (کا عہد) ہے جس نے اسے ترک کر دیا بلاشبہ وہ کافر ہو گیا۔ احمد۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ۔

منافقین کو مسلمانوں میں شمار کرنے کی وجہ

صرف یہ ہے کہ وہ اپنے ظاہری اعمال خصوصاً نماز کی ادائیگی کرتے رہتے ہیں، ورنہ اپنے نفاق کی وجہ سے وہ واجب القتل ہیں کہ منافق کی حیثیت ایسی ہے جیسے کسی گروہ میں دشمن کا جاسوس جس کو کسی قیمت پر گوارا نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن چونکہ اپنی زندگی کے مظاہر میں وہ مسلمانوں کی زندگی سے مشابہت رکھتے ہیں۔ نماز

Marfat.com

پڑھنے اور جماعت میں حاضر ہوتے ہیں اس لئے جب تک وہ نماز کو جو بنیادی عبادت ہے ترک نہ کر دیں انہیں مسلمان معاشرہ کا جز سمجھا جاتا رہے گا۔ اور جب ترک کر دیں گے تو گویا انہوں نے اپنے کفر کو ظاہر کر دیا اور اب اظہار کفر کے بعد وہ کسی رعایت کے مستحق نہیں ہو سکتے۔ البتہ یہاں یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ یہ فیصلہ صرف رسول اللہ کے عہد تک مخصوص تھا۔ جب کہ اللہ نے بذریعہ وحی آپ کو لوگوں کے نفاق پر مطلع کر دیا تھا۔ آج دلوں کی کیفیت کسی پر ظاہر نہیں ہو سکتی۔ اس لئے جب تک کسی کا کفر بالکل عیاں نہ ہو جائے اس کے بارہ میں حقیقی نفاق کا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

(۵۳۰) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ عَالَجْتُ امْرَاَۃً فِیْ اَقْصَی الْمَدِیْنَۃِ وَاِنِّیْ اَصَبْتُ مِنْھَا مَادُوْنَ اَنْ اَمَسَّھَا فَاَنَا ھٰذَا فَاقْضِ فِیَّ مَا شِئْتَ فَقَالَ لَہٗ عُمَرُ لَقَدْ سَتَرَکَ اللّٰہُ لَوْ سَتَرْتَ عَلٰی نَفْسِکَ قَالَ وَلَمْ یَرُدَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَیْہِ شَیْئًا وَقَامَ الرَّجُلُ فَانْطَلَقَ فَاَتْبَعَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلًا فَدَعَاہُ وَتَلَا عَلَیْہِ ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّھَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّیْلِ اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّاٰتِ ذٰلِکَ ذِکْرٰی لِلذَّاکِرِیْنَ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ ھٰذَا لَہٗ خَاصَّۃً فَقَالَ بَلْ لِلنَّاسِ کَافَّۃً رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

تیسری فصل

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ مدینے کے (اس) سرے پر میں ایک (اجنبی) عورت سے ہم آغوش ہوا۔ اور صحبت کے علاوہ میں نے اس کے ساتھ (بوس و کنار) سب کچھ کیا۔ میں (اپنی خطا پر نادم ہو کر آیا ہوں اور) موجود ہوں (میرے بارہ میں) جو فیصلہ آپ چاہیں نافذ فرمائیے۔ اس سے حضرت عمرؓ نے کہا (بندۂ خدا) اللہ نے تیرا پردہ ڈھانپ لیا تھا، اچھا ہوتا اگر تو (بھی) اپنی پردہ پوشی کرتا۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اسکو) کوئی جواب نہیں دیا (اور وحی کا انتظار فرماتے رہے)، وہ شخص کھڑا ہوا اور چل دیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پیچھے بلوانے کے لئے آدمی دوڑایا اور بلا کر اس کے سامنے یہ آیت پڑھی کہ دن کے دونوں سروں پر اور رات کے کچھ حصے میں نماز قائم کرو، کہ بلاشبہ نیکیاں برائیوں کو میٹ دیتی ہیں۔ یہ نصیحت انہی لوگوں کے لئے ہے جو نصیحت قبول کرنے والے ہیں۔ تب جماعت میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا یہ آیت اسی شخص کے لئے مخصوص ہے۔ آپ نے فرمایا (نہیں) بلکہ تمام لوگوں کے لئے۔ مسلم۔

تشریح:۔ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ شاید اس قسم کا واقعہ دو آدمیوں کو پیش آیا۔ پہلی حدیث میں دوسرے شخص کا واقعہ گذرا ہے اور یہ آیت مکرر نازل ہوئی۔ لیکن محققین علماء کے نزدیک یہ توجیہ کچھ بہتر نہیں۔ اگر ایک شخص کے بجائے دو آدمیوں ہی کا قصہ ہو تب بھی یہ ضروری نہیں کہ ایک آیت کو دوبارہ نازل کیا گیا ہو۔ آیات قرآنی اگرچہ خاص واقعات و احوال کے تحت نازل ہوئی تھیں لیکن ان کا اطلاق عام ہوتا ہے، وہ اس واقعہ اور حادثے پر چسپاں ہوتی ہیں جو اس طرح کی فضا میں پیش آیا جس طرح کی فضا میں پیش آنے والے واقعات پر ابتداءً وہ آیتیں نازل ہوئی تھیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی آیت جو پہلے شخص کے بارہ میں نازل ہوئی تھی اس دوسرے شخص کے حق میں بھی پڑھ کر سنا دی۔

(٥٣١) وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَرَجَ زَمَنَ الشِّتَآءِ وَالْوَرَقُ یَتَھَافَتُ فَاَخَذَ بِغُصْنَیْنِ مِنْ شَجَرَۃٍ قَالَ فَجَعَلَ ذٰلِکَ الْوَرَقُ یَتَھَافَتُ قَالَ فَقَالَ یَا اَبَا ذَرٍّ قُلْتُ لَبَّیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اِنَّ الْعَبْدَ الْمُسْلِمَ لَیُصَلِّی الصَّلٰوۃَ یُرِیْدُ بِھَا وَجْہَ اللّٰہِ فَتَھَافَتُ عَنْہُ ذُنُوْبُہٗ کَمَا یَتَھَافَتُ ھٰذَا الْوَرَقُ عَنْ ھٰذِہِ الشَّجَرَۃِ رَوَاہُ اَحْمَدُ۔

ترجمہ:— حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاڑے کے زمانے میں جبکہ پت جھڑ کا موسم تھا (باہر) نکلے۔ آپ نے درخت کی دو ٹہنیاں پکڑیں۔ ابوذرؓ کہتے ہیں کہ پھر تو ان ٹہنیوں میں سے پتے جھڑنے لگے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوذر۔ میں نے عرض کیا میں حاضر ہوں یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا ایک مسلمان بندہ خالص اللہ (کی رضا) کے ارادے سے نماز پڑھتا ہے تو اس سے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح اس درخت کے پتے (اب جھڑ رہے ہیں)۔ احمد۔

اللہ کے نزدیک مقبول نماز

وہی ہے جس میں صرف اللہ کی رضا اور اطاعت پیش نظر ہو، اور اسی نماز سے انسان میں اخلاقی و روحانی ارتقاء ہوتا ہے۔ کہ ایسی نماز انسان کی معمولی غلطیوں کے ازالے کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ اور جو نماز ریاء اور نفاق کے تحت ادا کی جائے گی وہ کھوٹا سکہ ہے جس کے ظاہری نقوش سے عام لوگ دھوکہ کھا جاتے ہیں لیکن ٹکسال میں جس کی کوئی قیمت نہیں ہوتی دنیا میں بہت ممکن ہے ایسی نمائشی نمازوں کی بنا پر ایک مسلمان معاشرہ میں کسی فرد کو تا عمر وہ حقوق حاصل رہیں جو کسی مرد مومن کو شرعی لحاظ سے حاصل ہونے چاہئیں۔ مگر اللہ کے نزدیک جب کھوٹے اور کھرے کو پرکھا جائے گا تو وہاں ایسی نمازوں پر اجر کی بجائے زجر شدید ہوگا۔

(٥٣٢) وَعَنْ زَیْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُھَنِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی سَجْدَتَیْنِ لَا یَسْھُوْ فِیْھِمَا غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ رَوَاہُ اَحْمَدُ۔

ترجمہ:— حضرت زید بن خالد جہنیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے دو رکعتیں (اس طرح) پڑھیں کہ ان میں کوئی غفلت نہیں کی تو اللہ اس کے گزشتہ (صغیرہ) گناہ بخش دیتا ہے۔ احمد۔

(٥٣٣) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ ذَکَرَ الصَّلٰوۃَ یَوْمًا فَقَالَ مَنْ حَافَظَ عَلَیْھَا کَانَتْ لَہٗ نُوْرًا وَّبُرْھَانًا وَّنَجَاۃً یَّوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَمَنْ لَّمْ یُحَافِظْ عَلَیْھَا لَمْ تَکُنْ لَّہٗ نُوْرًا وَّلَا بُرْھَانًا وَّلَا نَجَاۃً وَّکَانَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ مَعَ قَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَھَامَانَ وَاُبَیِّ بْنِ خَلَفٍ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالدَّارِمِیُّ وَالْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ۔

ترجمہ:— حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ایک دن نماز (کے فضائل) کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جو شخص (اپنی) نماز کی حفاظت کرتا ہے وہ اس کے لئے قیامت میں نور (ایمان کی زیادتی کا سبب اور کمال ایمان کی) دلیل اور مغفرت کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ اور جو اس کی حفاظت نہیں کرتا وہ اس کے لئے قیامت میں نہ نور بنتی ہے نہ دلیل اور نہ ذریعہ مغفرت بلکہ قیامت میں وہ قارون، فرعون، ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔ احمد۔ دارمی۔ بیہقی۔

نماز کی حفاظت

یہ ہے کہ پابندی کے ساتھ اور اپنے ارکان و آداب کی پوری رعایت کے ساتھ ادا کی جائے اس پر تو مذکورہ ثواب ملیگا۔ اور اس کے ترک پر آدمی کا حشر ان قائدین کفر کے ساتھ ہوگا جو اللہ کے کھلے دشمن ہیں۔ ہامان، فرعون کا وزیر اور ابی بن خلف رسول اللہ کا سخت دشمن تھا جسے آپ نے خود اپنے ہاتھ سے جنگ احد میں قتل کیا۔ اور جسے امت کے بدترین لوگوں میں

Marfat.com

لوگوں میں شمار کیا گیا۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز کو صحیح طور پر پابندی کے ساتھ ادا کرنے والوں کا حشر قیامت میں انبیاء کرام، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ ہوگا۔

(۵۳۴) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ شَقِیْقٍ قَالَ کَانَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَرَوْنَ شَیْئًا مِّنَ الْاَعْمَالِ تَرْکُہٗ کُفْرٌ غَیْرَ الصَّلٰوۃِ۔ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ۔

ترجمہ: ۔ حضرت عبداللہ بن شقیق فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب (مسلمانوں کی جماعت میں) ترک صلوٰۃ کے سوا کسی اور عمل (کے ترک کرنے) کو کفر نہیں سمجھتے تھے۔

تشریح: ۔ مطلب یہ ہے کہ نماز کا چھوڑنا ان کے نزدیک گناہ عظیم سمجھا جاتا تھا جو گویا کفر کی علامت ہے۔

(۵۳۵) وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ اَوْصَانِیْ خَلِیْلِیْ اَنْ لَّا تُشْرِکْ بِاللّٰہِ شَیْئًا وَّاِنْ قُطِّعْتَ وَحُرِّقْتَ وَلَا تَتْرُکْ صَلٰوۃً مَّکْتُوْبَۃً مُّتَعَمِّدًا فَمَنْ تَرَکَہَا مُتَعَمِّدًا فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْہُ الذِّمَّۃُ وَلَا تَشْرَبِ الْخَمْرَ فَاِنَّہَا مِفْتَاحُ کُلِّ شَرٍّ۔ رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ۔

ترجمہ: ۔ حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے دوست (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ وصیت فرمائی کہ اللہ کے ساتھ تم کسی کو شریک مت کرو اگرچہ تمہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے یا (آگ میں) جلا دیا جائے۔ اور فرض نماز کو قصداً ترک نہ کرو جس نے اسے جان بوجھ کر چھوڑا اس سے (اسلام کا عہد) ذمہ ختم ہوا۔ اور شراب (ہرگز) نہ پیو کہ یہ برائی کی کنجی ہے۔ ابن ماجہ۔

قیمتی نصائح یہ عزیمت اور فضیلت کی بات ہے کہ آدمی سخت سے سخت مصائب میں بھی اللہ کے ساتھ شرک نہ کرے۔ ورنہ مجبوری کی حالت میں کلمات کفر زبان سے کہدینے کی اجازت ہے، بشرطیکہ دل میں ایمان ویقین کی کیفیت موجود ہو۔ اور کفر و شرک کے اس مجبورانہ اظہار پر ناگواری محسوس کرتا ہو۔ جو شخص نماز قصداً چھوڑ دے تو اس کو بطور تنبیہ یہ فرمایا کہ گویا وہ اسلام سے خارج ہو گیا۔ یا پھر ترک نماز کی بنا پر سزا کا مستحق ہو گیا اور اسلامی فرائض کی ادائیگی کی وجہ سے جو امن واطمینان حاصل تھا وہ باقی نہ رہا۔ شراب برائیوں کی جڑ ہے کہ اس کے پینے کے بعد آدمی عقل سے محروم ہو جاتا ہے اور پھر قبیح سے قبیح فعل کا اس سے سرزد ہونا کچھ مستبعد نہیں۔

بَابُ الْمَوَاقِیْتِ

اوقاتِ نماز کا بیان

نماز ۲۴ گھنٹے میں پانچ مرتبہ ادا کی جاتی ہے، اس لئے ان پانچوں وقتوں کی تعیین بھی ضروری تھی۔ یہاں ان اوقات کی ابتداء اور انتہا کے بارہ میں تفصیلات بیان کی جا رہی ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ قرآن کی بعض آیتوں سے ان پانچ وقت کا ثبوت ضرور مل جاتا ہے مگر ان اوقات کی صراحت اور ان کی ابتداء وانتہاء کی تفصیل تمام تر رسول اللہ کے عمل میں محفوظ ہے اور یہ عمل احادیث نبوی ہی سے معلوم ہو سکتا ہے گویا نماز جیسی بنیادی اور اہم عبادت کی ہدایت اگرچہ ہمیں قرآن سے ملتی ہے مگر اس عبادت کے طریقوں اور اوقات کی پوری تفصیلات احادیث سے معلوم ہوتی ہیں۔ جس سے ہر صاحب عقل وخرد پر اتنی بات ضرور واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام کی کتاب ہدایت قرآن مجید ہے تو اس ہدایت پر عمل کرنے کی صورت حدیث ہے، قرآن کا فہم اور اس پر عمل حدیث رسول کے بغیر ممکن ہی نہیں۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

(۵۳۶) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقْتُ الظُّهْرِ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ وَكَانَ ظِلُّ الرَّجُلِ كَطُوْلِهٖ مَا لَمْ يَحْضُرِ الْعَصْرُ وَوَقْتُ الْعَصْرِ مَا لَمْ تَصْفَرَّ الشَّمْسُ وَوَقْتُ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ مَا لَمْ يَغِبِ الشَّفَقُ وَوَقْتُ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ اِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ الْاَوْسَطِ وَوَقْتُ صَلٰوةِ الصُّبْحِ مِنْ طُلُوْعِ الْفَجْرِ مَا لَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ فَاِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَاَمْسِكْ عَنِ الصَّلٰوةِ فَاِنَّهَا تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيِ الشَّيْطَانِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

پہلی فصل

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ظہر کا وقت (جب ہوتا ہے) جب دوپہر ڈھل جائے۔ اور عصر کا وقت اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک آدمی کا سایہ اس کے قد کے برابر رہتا ہے۔ اور عصر کا وقت (اس وقت تک رہتا) ہے جب تک سورج زرد نہ ہو جائے۔ اور مغرب کی نماز کا وقت اس وقت تک رہتا ہے جب تک شفق غائب نہ ہو جائے اور عشاء کی نماز کا وقت ٹھیک آدھی رات تک (رہتا) ہے۔ اور صبح کی نماز کا وقت سپیدۂ سحر ظاہر ہونے سے سورج طلوع ہونے تک (رہتا) ہے۔ اور جب سورج طلوع ہو تو نماز نہ پڑھو کیونکہ بلاشبہ وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے۔ مسلم۔

ظہر کا وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جبرئیل علیہ السلام نے سب سے پہلے ظہر کی نماز سکھائی تھی اس لئے آپ نے سب سے پہلے اسی نماز کے وقت کی تفصیل فرمائی۔ اس کی ابتداء زوال کے بعد ہوتی ہے کہ جب سورج آسمان کے وسط سے ذرا مغرب کی طرف ڈھل آتا ہے۔ اس کی انتہاء یہ ہے کہ ایک شخص کا سایہ اس کے قد کے برابر ہو جائے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب آفتاب کے زوال کے وقت ہر چیز کا سایہ اس کے قدموں کے نیچے رہتا ہے، بالخصوص ان شہروں میں جہاں آفتاب بالکل درمیان سے نہیں گذرتا ہر چیز کا سایہ کچھ نہ کچھ پڑتا ہے اور ایسی آبادیاں بہت ہیں۔ ایسے مقامات پر زوال کے وقت کے سائے کو اصل سائے سے تعبیر کرتے ہیں۔ چنانچہ آدمی کا سایہ جب اتنا پھیل جائے کہ اس کے سایۂ اصلی کے علاوہ اس کے قد کی برابر زمین پر پڑنے لگے تو اس وقت ظہر کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔ تاکید کے لئے مزید یہ بھی کہدیا گیا کہ جب تک عصر کا وقت شروع نہ ہو ظہر کا وقت رہتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ ظہر کا وقت ختم ہوتے ہی عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے نہ کہ یہ وقت ظہر اور عصر دونوں کے لئے مشترک ہے جیسا کہ امام مالک کی رائے ہے، امام شافعی، مالک، احمد اور امام ابو یوسف، امام محمد ان حضرات کے نزدیک قد کی برابر سایہ رہنے تک (جسے ایک مثل سایہ کہا جاتا ہے) ظہر کا وقت رہتا ہے اور اس کے بعد عصر کا وقت شروع ہوتا ہے ان کی دلیل اس حدیث ۵۱۳ پر مبنی ہے۔ امام اعظمؒ کا ایک قول بھی یہی ہے، بلکہ در مختار وغیرہ میں تو اسی کو ترجیح دی گئی ہے لیکن امام اعظمؒ کا مشہور قول یہ ہے کہ ظہر کا وقت دو مثل تک یعنی سایہ قد سے دوگنا ہونے تک باقی رہتا ہے، اس کے مفصل دلائل ہدایہ وغیرہ میں بیان کئے گئے ہیں۔ علماء احناف نے امام صاحب اور صاحبین کے مسلک میں مطابقت پیدا کرنے کے لئے لکھا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ ظہر کی نماز ایک مثل سایہ رہنے تک پڑھ لی جائے اور عصر کی نماز دو مثل یعنی دوگنا سایہ ہونے تک پڑھی جائے۔

عصر کا وقت قد کی برابر سایہ ہو جانے کے بعد سے اس وقت تک رہتا ہے جب تک سورج کا رنگ بالکل زرد نہ ہو جائے۔ یہ وقت بلا کراہت عصر کا وقت ہے، لیکن اس کے بعد غروب کے وقت تک عصر کی نماز ادا کی جا سکتی ہے۔ آفتاب زرد ہونے

Marfat.com

کا مطلب کچھ لوگوں کے نزدیک یہ ہے کہ سورج کا رنگ اتنا بدل جائے کہ آنکھیں سورج کو دیکھنے میں چوندھیا نہ سکیں۔ کچھ حضرات کہتے ہیں کہ سورج کی کرنیں جو زمین پر پڑتی ہیں صرف ان کا رنگ بدل جائے۔

مغرب کی نماز کا وقت

سورج چھپنے کے بعد شروع ہوتا ہے اور جب تک افق پر شفق باقی رہتی ہے۔ اس وقت تک باقی رہتا ہے لغت کے اعتبار سے اور اکثر فقہاء کے نزدیک شفق اس لالی اور سرخی کا نام ہے جو آفتاب غروب ہونے کے بعد آسمان کے کناروں پر نظر آتی ہے۔ ایک قول امام اعظم کا بھی یہی ہے جیسا کہ صاحب شرح وقایہ نے اس پر فتوی بھی دیا ہے۔ لیکن امام صاحب کی معروف رائے یہ ہے کہ شفق سے مراد وہ سپیدی ہے جو سرخی کے بعد آسمان کے کناروں پر ظاہر ہوتی ہے و بعض دوسرے علماء کی بھی یہی رائے ہے۔ اس لئے احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ مغرب کی نماز سرخی زائل ہونے سے پہلے پڑھ لی جائے۔ اور عشاء کی نماز سفیدی ختم ہونے سے پہلے نہ پڑھی جائے۔

عشاء کی نماز کا وقت

شفق ختم ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے اور بلا کراہت نصف شب تک اور بطور جواز طلوع فجر تک ہے۔ یعنی جب سحر میں ابتدائی روشنی پھیلتی ہے اس وقت تک ادا کی جاسکتی ہے۔

فجر کی نماز کا وقت

صبح صادق ظاہر ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے اور آفتاب نکلنے تک باقی رہتا ہے۔ حدیث کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ فجر کا وقت ابتداء سے انتہا تک برابر ہے۔ جب چاہے نماز پڑھے۔ لیکن بعض علماء نے لکھا ہے کہ بہتر وقت اسفار کا ہے، یعنی جب صبح کی روشنی خوب اچھی طرح پھیل جاتی ہے اس کے بعد طلوع آفتاب تک۔ نماز ادا کی جاسکتی ہے۔ اگرچہ اول وقت اسفار ہی کا ہے۔ شوافع کے نزدیک بہتر وقت غلس کا ہے جب کہ صبح کی روشنی اچھی طرح پھیلنے نہیں پاتی اور ابھی کچھ اندھیرا باقی رہتا ہے متاخرین احناف نے مختلف احادیث کے پیش نظر مسلک اعتدال اختیار کیا ہے کہ غلس میں صبح کی نماز شروع کی جائے اور اسفار میں ختم کردی جائے۔

سورج اور شیطان

حدیث کے آخر میں یہ کہا گیا ہے کہ آفتاب شیطان کے دو سینگوں کے درمیان نکلتا ہے۔ یعنی طلوع وغروب شمس کے وقت شیطان یا شیطان کی ذریات سورج سے بالمقابل آجاتی ہے، چنانچہ دنیا کے وہم [illegible] اور شما پرست لوگ جو سورج کو طاقت و حرارت کا دیوتا مان کر اس کے نکلنے اور ڈوبنے کے وقت سر نیاز اس کے سامنے خم [illegible] یا شیطان دن کے آغاز کے وقت دنیا میں اپنی کارروائیوں کا آغاز اس طرح کرتا ہے کہ لوگوں کے دلوں میں خدا کی [illegible] کی عظمت و قدرت کا تصور پیدا ہونے کی بجائے کفر و شرک سے آلودہ عقائد ذہن نشین ہوں۔ اور لوگ بیدار ہونے کے بعد سب سے پہلے جو کام کریں وہ مشرکانہ ہو۔ اسکے بعد ان کی پوری دن بھر کی مشغولیتیں اس مشرکانہ آغاز کی بدولت شرک کی گندگی و خباثت سے پاک نہ رہ سکیں۔ حتی کہ اس حالت میں جب دن کا مرحلہ پورا اور سورج رات کی آغوش میں چھپ رہا ہو تو اس وقت پھر لوگ اسی ڈوبتے سورج کو پرنام کرتے اور اس کے آگے ہاتھ جوڑتے ہیں۔ یہ وقت بھی شیطان کے لئے بڑا اہم ہوتا ہے کہ وہ سورج کے سامنے وسط میں کھڑا ہو کر اس تمام علاقہ کا جائزہ لیتا ہے جس علاقہ میں اس نے اپنے دن کی کارروائی کا آغاز کیا تھا۔ ضروری نہیں کہ بنفس نفیس شیطان خود ہر آن سورج کے ساتھ گھومتا ہو کہ سورج کا طلوع وغروب دنیا کے کسی بھی خطے کے لئے مکانی نہیں بلکہ آنی ہے یعنی سورج کے نکلنے اور ڈوبنے کا فعل ہر مقام پر چند لمحوں میں پورا ہو جاتا ہے کیونکہ درحقیقت سورج نہ کہیں ڈوبتا ہے نہ کہیں سے نکلتا ہے بلکہ اس کائنات کی رفتار گردش سے سورج اور زمین کے مختلف حصے ایک دوسرے کے سامنے آتے رہتے ہیں اور ایک دوسرے کے آگے پیچھے دوڑتے رہتے ہیں، یہی سورج کا طلوع وغروب ہے اور یہی دن اور رات کا تماشہ ہے۔ اس تکوینی فعل کے ساتھ ساتھ نیکی اور بدی کی غیر مرئی قوتیں بھی اپنا اپنا فعل انجام دیتی ہیں۔ شیطان بھی ایک ایسی ہی غیر محسوس طاقت ہے جو ہر آن انسان کے خلاف برسرپیکار رہے

Marfat.com

اس کو جہاں کہیں موقع ملتا ہے کہ انسان کو اپنے جال میں پھانس سکے وہ اس سے چوکتا نہیں۔ یہ سورج کے طلوع وغروب کا وقت بھی وہم پرست انسانوں کے لئے ایک عجیب ماورائی حیثیت رکھتا ہے۔ وہ دن کی آمد اور اس کی رخصت کو خدا کی قدرت کا مظاہرہ تصور کرنے کی بجائے شرک پرستانہ ذہن کی بنا پر بالذات سورج کی کارفرمائی کا نتیجہ سمجھتے ہیں اور یہی تصور انھیں سورج جیسی بے اختیار قوت کے سامنے سجدہ ریز ہونے پر مجبور کرتا ہے۔ یہ نظارہ شیطان کے لئے بڑا من پسند اور دلچسپ ہوتا ہے۔ اس وقت انسانوں کا سورج کے سامنے اظہار عاجزی کرنا گویا شیطان کے سامنے بندگی کا سر جھکانا ہے۔ اس لئے خاص طور پر ان دو اوقات میں جبکہ سورج نکلتا اور ڈوبتا ہو خدا کی عبادت بھی ممنوع قرار دیدی گئی کہ بندگانِ خدا، بندگان شیطان سے ممتاز ہو جائیں اور کسی حیثیت سے ان میں اور شرک پرستوں میں کوئی مشابہت نہ پیدا ہو۔ ایک مسلمان کیلئے سورج کے طلوع وغروب میں کوئی عظمت نہیں، نہ اس میں کوئی نیا پن ہے۔ سوائے اس کے کہ وہ تخلیق باری کا ایک مظہر اور توحید خداوندی کا ایک نمونہ ہے اس میں کوئی اور بات ایسی نہیں ہے جس کی وجہ سے وہ انسان کے مقابلہ میں زیادہ قابل احترام قرار پائے۔ سورج اپنی تمام تر حرارت و توانائی کے ساتھ انسان کا خادم ہے، اور انسانی زندگی کی نشو ونما میں حکم ربّی کے تحت اپنا فریضہ ادا کر رہا ہے۔ اسلامی نقطۂ نظر سے انسان مخدوم ہے اور سورج اس تمام کائنات سمیت انسان کی خدمت میں مسلسل مصروف ہے انا سخرنا لکم الشمس، ہم نے سورج کو تمہارے تابع کر دیا۔

(۵۳۷) وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ إِنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ وَقْتِ الصَّلٰوةِ فَقَالَ لَهُ صَلِّ مَعَنَا هٰذَيْنِ يَعْنِي الْيَوْمَيْنِ فَلَمَّا زَالَتِ الشَّمْسُ أَمَرَ بِلَالًا فَأَذَّنَ ثُمَّ أَمَرَهُ فَأَقَامَ الظُّهْرَ ثُمَّ أَمَرَهُ فَأَقَامَ الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ بَيْضَاءُ نَقِيَّةٌ ثُمَّ أَمَرَهُ فَأَقَامَ الْمَغْرِبَ حِينَ غَابَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ أَمَرَهُ فَأَقَامَ الْعِشَاءَ حِينَ غَابَ الشَّفَقُ ثُمَّ أَمَرَهُ فَأَقَامَ الْفَجْرَ حِينَ طَلَعَ الْفَجْرُ فَلَمَّا أَنْ كَانَ الْيَوْمُ الثَّانِي أَمَرَهُ فَأَبْرِدْ بِالظُّهْرِ فَأَبْرَدَ بِهَا فَأَنْعَمَ أَنْ يُبْرِدَ بِهَا وَصَلَّى الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ أَخَّرَهَا فَوْقَ الَّذِي كَانَ وَصَلَّى الْمَغْرِبَ قَبْلَ أَنْ يَغِيبَ الشَّفَقُ وَصَلَّى الْعِشَاءَ بَعْدَمَا ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ وَصَلَّى الْفَجْرَ فَأَسْفَرَ بِهَا ثُمَّ قَالَ أَيْنَ السَّائِلُ عَنْ وَقْتِ الصَّلٰوةِ فَقَالَ الرَّجُلُ أَنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ وَقْتُ صَلٰوتِكُمْ بَيْنَ مَا رَأَيْتُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

ترجمہ: — حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کے اوقات کے بارہ میں دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ان دو دن میں ہمارے ساتھ نماز پڑھو۔ چنانچہ (وہ شخص ٹھیر گیا) جب سورج ڈھل گیا آپ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا (کہ اذان کہیں) انھوں نے اذان دی۔ پھر آپ نے ظہر کی نماز پڑھائی، اس کے بعد (کچھ دیر) بعد آپ نے بلالؓ کو حکم دیا (انھوں نے حسب معمول اذان کہی اور) آپ نے عصر کی نماز پڑھائی جبکہ سورج ابھی اونچا تھا اور سفید تھا (اس پر زردی نہیں آئی تھی) پھر جب سورج ڈوب گیا آپؐ نے بلالؓ کو (اذان کا) حکم دیا اور آپ نے مغرب کی نماز پڑھائی۔ جب شفق غائب ہوئی۔ آپؐ نے بلالؓ کو (اذان کا) حکم دیا اور آپؐ نے نماز عشاء پڑھائی۔ سویرا ہوا تو آپؐ نے بلالؓ کو (اذان کا) حکم دیا اور آپؐ نے فجر کی نماز پڑھائی — جب دوسرا دن ہوا، آپؐ نے بلالؓ کو حکم دیا کہ ظہر (کی نماز) میں تاخیر کریں، چنانچہ انھوں نے تاخیر کی بلکہ بہت زیادہ تاخیر کی اور عصر (اس وقت) پڑھی جب سورج بھی اونچا تھا (مگر) پہلے دن سے زیادہ (اس میں) تاخیر کی۔ اور مغرب کی نماز (میں اتنی تاخیر کی کہ) شفق ڈوبنے سے (کچھ) پہلے پڑھی۔ عشاء کی نماز تہائی رات گذرنے کے بعد پڑھی، اور فجر کی نماز صبح خوب روشن ہونے کے بعد پڑھی۔ پھر فرمایا کہ وہ نماز کے اوقات کے بارہ میں پوچھنے والا کہاں ہے۔ اس شخص نے عرض کیا میں (حاضر) ہوں یا رسول اللہ۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری نماز کا وقت انھیں اوقات کے درمیان ہے جو تم نے ان دو دنوں میں یہاں دیکھے ہیں۔ مسلم۔

Marfat.com

تشریح :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ابتدائی وقت میں اور دوسرے دن آخری وقت میں نماز پڑھ کر یہ واضح کر دیا کہ یہ نمازوں کے ابتدائی اور انتہائی اوقات ہیں۔ دوسرے دن ظہر کی نماز ایسے وقت پڑھی کہ گرمی کی شدت کم ہوگئی تھی۔ اور دوسرے دن عصر دو مثل سایہ ہونے کے بعد پڑھی۔ پہلے دن عصر کی نماز اپنے ابتدائی وقت میں پڑھی تھی جبکہ ظہر کو تھوڑی دیر گذری تھی۔ عشار کی نماز کا وقت طلوع صبح تک ہے مگر دوسرے دن آپ نے صرف اتنی تاخیر کی کہ تہائی رات گذر جانے دی۔ یہ اس لئے کہ طلوع فجر تک تاخیر کرنے میں لوگوں کو انتظار میں تکلیف ہوتی، یا پھر لوگ سو رہتے۔ جبکہ عشار سے قبل سونا مکروہ اور اسلامی آداب کے خلاف ہے۔ اس حدیث سے نماز کا ابتدائی درمیانی اور آخری وقت معلوم ہوجاتا ہے۔ لیکن آخری وقت میں کچھ گنجائش اور بھی ہے اس لئے آخری وقت سے یہاں وہ وقت مراد ہے جب نماز کا ادا کرنا اولیٰ ہے۔ ورنہ اس آخری وقت کے بعد بھی کچھ وقت نماز کے لئے بچ رہتا ہے جسمیں نماز کا افضل وقت تو باقی نہیں رہتا۔ مگر اس وقت تک نماز ادا ہوجاتی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

(۵۳۸) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَّنِیْ جِبْرَئِیْلُ عِنْدَ الْبَیْتِ مَرَّتَیْنِ فَصَلّٰی بِیَ الظُّھْرَ حِیْنَ زَالَتِ الشَّمْسُ وَکَانَتْ قَدْرَ الشِّرَاکِ وَصَلّٰی بِیَ الْعَصْرَ حِیْنَ صَارَ ظِلُّ کُلِّ شَیْءٍ مِثْلَہٗ وَصَلّٰی بِیَ الْمَغْرِبَ حِیْنَ اَفْطَرَ الصَّائِمُ وَصَلّٰی بِیَ الْعِشَاءَ حِیْنَ غَابَ الشَّفَقُ وَصَلّٰی بِیَ الْفَجْرَ حِیْنَ حَرُمَ الطَّعَامُ وَالشَّرَابُ عَلَی الصَّائِمِ فَلَمَّا کَانَ الْغَدُ صَلّٰی بِیَ الظُّھْرَ حِیْنَ کَانَ ظِلُّہٗ مِثْلَہٗ وَصَلّٰی بِیَ الْعَصْرَ حِیْنَ کَانَ ظِلُّہٗ مِثْلَیْہِ وَصَلّٰی بِیَ الْمَغْرِبَ حِیْنَ اَفْطَرَ الصَّائِمُ وَصَلّٰی بِیَ الْعِشَاءَ اِلٰی ثُلُثِ اللَّیْلِ وَصَلّٰی بِیَ الْفَجْرَ فَاَسْفَرَ ثُمَّ الْتَفَتَ اِلَیَّ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ ھٰذَا وَقْتُ الْاَنْبِیَاءِ مِنْ قَبْلِکَ وَالْوَقْتُ مَا بَیْنَ ھٰذَیْنِ الْوَقْتَیْنِ رَوَاہُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ۔

دوسری فصل

ترجمہ :- حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام نے بیت اللہ کے قریب میری امامت کی، چنانچہ ظہر کی نماز پڑھائی جب سورج ڈھل رہا تھا اور بقدر ایک تسمے کے (سایہ باقی) تھا۔ اور عصر کی نماز پڑھائی جب ہر شئے کا سایہ اس کی برابر تھا۔ اور مغرب کی نماز مجھے اس وقت پڑھائی جب روزہ دار روزہ افطار کرتا ہے۔ مجھے عشار کی نماز اس وقت پڑھائی جب شفق غائب ہوگئی۔ اور صبح کی نماز اس وقت پڑھائی جب (صبح صادق ہوتی ہے اور) روزہ دار پر کھانا پینا حرام ہوجاتا ہے۔ پھر جب دوسرا دن ہوا تو پھر مجھے جبرئیل نے ظہر کی نماز اس وقت پڑھائی جب سایہ ایک مثل ہوجاتا ہے اور عصر کی نماز اس وقت پڑھائی جب سایہ دو مثل ہوگیا۔ مغرب کی نماز اس وقت پڑھائی جب روزہ دار افطار کرتا ہے۔ اور عشار کی نماز تہائی رات گذرنے کے بعد پڑھائی۔ اور صبح کی نماز مجھے اس وقت پڑھائی جب خوب روشنی پھیل گئی۔ پھر میری طرف متوجہ ہوکر کہا، اے محمدؐ یہ وقت ان انبیاءؑ کی نمازوں کا ہے جو تم سے پہلے گذر چکے، اور (نمازوں کا) وقت انھی اوقات کے درمیان ہے (جن میں دو دن تک ہم نے نماز پڑھی) ابوداؤد۔ ترمذی۔

تشریح :- زوال کے وقت سورج روئے زمین کے مختلف حصوں پر مختلف زاویوں سے روشنی ڈالتا ہے۔ بعض مقامات میں

اور بعض اوقات میں جب سورج بالکل وسط سر پر ہوتا ہے کسی چیز کا اصل سایہ زمین پر نہیں پڑتا۔ خود مکہ معظمہ میں شمسی سال کے ماہ جون میں ۱۹ تاریخ کو سورج اتنا وسط سے گذرتا ہے کہ سایہ اصلی معدوم ہو جاتا ہے۔ اس حدیث میں سورج کے سائے کی دوپہر میں ایک تسمے کی چوڑائی کے بقدر تعبیر کی گئی ہے۔ یا اس وقت کے لحاظ سے ہے جس موسم میں نماز ادا کی گئی۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

(۵۳۹) عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ اَخَّرَ الْعَصْرَ شَيْئًا فَقَالَ لَهٗ عُرْوَةُ اَمَا اِنَّ جِبْرَئِيْلَ قَدْ نَزَلَ فَصَلّٰى اَمَامَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ اِعْلَمْ مَا تَقُوْلُ يَا عُرْوَةُ فَقَالَ سَمِعْتُ بَشِيْرَ بْنَ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَا مَسْعُوْدٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ نَزَلَ جِبْرَئِيْلُ فَاَمَّنِيْ فَصَلَّيْتُ مَعَهٗ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهٗ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهٗ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهٗ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهٗ يَحْسُبُ بِاَصَابِعِهٖ خَمْسَ صَلَوَاتٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

تیسری فصل

ترجمہ: حضرت ابن شہابؒ سے روایت ہے کہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے عصر (کی نماز) میں (افضل وقت سے) کچھ تاخیر کی تو عروہ بولے کہ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ جبرئیلؑ آئے اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نماز پڑھی۔ (یعنی آپ کی امامت کرائی اور پہلے اول وقت نماز پڑھی) اس پر عمر بن عبدالعزیزؒ نے ان سے کہا عروہ! (اچھی طرح) جان لو! جو کچھ تم کہہ رہے ہو، عروہ نے کہا بشیر بن ابی مسعود سے سنا، وہ کہتے تھے میں نے ابو مسعود سے سنا، وہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جبرئیل آئے، انھوں نے مجھے امامت کرائی، پھر میں نے ان کی ہمراہ نماز پڑھی، پھر میں نے (دوبارہ) ان کے ساتھ نماز پڑھی۔ پھر (سہ بارہ) ان کے ساتھ نماز پڑھی، پھر (چوتھی بار) ان کے ساتھ نماز پڑھی، پھر (پانچویں بار) ان کے ساتھ نماز ادا کی۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگلیوں پر پانچوں نمازوں کا حساب فرما رہے تھے۔ بخاری۔ مسلم۔

تشریح: حضرت عروہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو اس پر آگاہ کرنا چاہتے تھے کہ افضل وقت نماز کیوں نہ پڑھی جب کہ جبرئیل علیہ السلام نے رسول اللہؐ کو اس وقت نماز پڑھائی تھی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے حدیث کا مختصر سا حوالہ دینے پر حضرت عروہ کو باوجود ان کی عظمت کے خاص طور پر توجہ دلائی کہ جو حدیث رسول اللہؐ کی طرف منسوب کر رہے ہو اسے احتیاط سے سمجھ کر بیان کرو چنانچہ حضرت عروہ نے حدیث مع سند کے بیان کر دی۔ لیکن اس میں تفصیل بیان نہیں کی کہ وہ معلوم و مشہور تھی۔ چنانچہ دوسری روایتوں میں پوری تفصیل آچکی ہے۔

(۵۴۰) وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَنَّهٗ كَتَبَ اِلٰى عُمَّالِهٖ اِنَّ اَهَمَّ اُمُوْرِكُمْ عِنْدِيَ الصَّلٰوةُ مَنْ حَفِظَهَا وَحَافَظَ عَلَيْهَا حَفِظَ دِيْنَهٗ وَمَنْ ضَيَّعَهَا فَهُوَ لِمَا سِوَاهَا اَضْيَعُ ثُمَّ كَتَبَ اَنْ صَلُّوا الظُّهْرَ اِنْ كَانَ الْفَيْءُ ذِرَاعًا اِلٰى اَنْ يَّكُوْنَ ظِلُّ اَحَدِكُمْ مِثْلَهٗ وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ بَيْضَاءُ نَقِيَّةٌ قَدْرَ مَا يَسِيْرُ الرَّاكِبُ فَرْسَخَيْنِ اَوْ ثَلٰثَةً قَبْلَ مَغِيْبِ الشَّمْسِ وَالْمَغْرِبَ اِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ وَالْعِشَاءَ اِذَا غَابَ الشَّفَقُ اِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ فَمَنْ نَامَ فَلَا نَامَتْ عَيْنُهٗ وَمَنْ نَامَ فَلَا نَامَتْ عَيْنُهٗ وَمَنْ نَامَ فَلَا نَامَتْ عَيْنُهٗ وَالصُّبْحَ وَالنُّجُوْمُ بَادِيَةٌ مُشْتَبِكَةٌ رَوَاهُ مَالِكٌ

ترجمہ :- حضرت عمرؓ بن الخطاب سے روایت ہے کہ انھوں نے اپنے افسروں کے نام (یہ حکم نامہ) لکھا کہ میرے نزدیک تمہارا سب سے اہم کام نماز ہے، جس نے اس کی حفاظت کی کہ (اس کے شرائط کے ساتھ اسے ادا کیا) اور اس پر پابندی کی اس نے اپنے دین کو محفوظ کر لیا۔ اور جس نے نماز کو ضائع کر دیا تو وہ گویا نماز (کو ضائع کرنے) کے علاوہ ہر چیز کو بالکل ہی ضائع کرنے والا ہے۔ پھر لکھا کہ ظہر کی نماز پڑھو جب (زوال کے بعد سایۂ اصلی کے علاوہ) کسی چیز کا سایہ ایک ہاتھ کی لمبائی کے بقدر ہو جاوے۔ اور (ظہر کا وقت اس وقت تک ہے) جب تک تم میں سے کسی کا سایہ اس کے (قد کی) برابر ہو جائے۔ اور عصر پڑھو جب سورج اونچا اور سفید ہو (کہ اس پر زردی نہ آئی ہو) جب کہ سورج چھپنے سے پہلے ایک سوار سات میل یا دس میل جا سکتا ہو۔ اور مغرب پڑھو جب سورج ڈوب جائے۔ اور عشاء اس وقت پڑھو جب شفق زائل ہو جائے، تہائی رات تک (اس کا وقت ہے) جو (عشاء سے پہلے) سو جائے تو (خدا کرے) اس کی آنکھیں نہ سوئیں ـــ جو سو جائے اس کی آنکھیں نہ سوئیں۔ جو سو جائے خدا کرے اس کی آنکھیں نہ سوئیں۔ اور صبح (کی نماز) جب کہ ستارے (ابھی) گھنے معلوم ہوتے ہوں۔ مالک۔

تشریح :- نماز دین کا ستون ہے، جب یہ ستون قائم رہے گا تو دین بھی قائم رہ سکیگا۔ جس نے اس بنیادی عبادت کے واجبات و مستحبات کو یا سرے سے نماز ہی کو ترک کر دیا تو دوسرے واجبات و مستحبات کو بالکل ہی نظر انداز کر دے گا۔ حضرت عمرؓ نے سایۂ اصلی کے بعد ایک ہاتھ سایہ ہو جانے کو ظہر کے وقت کی ابتداء قرار دیا تو یہ مقام کے ساتھ مخصوص ہے، ورنہ ہر جگہ اور ہر موسم میں اس کو ظہر کے وقت کے لئے نقطۂ آغاز قرار نہیں دیا جا سکتا۔ آخر میں عشاء کی نماز سے قبل سونے والے کے حق میں بددعا کے الفاظ تین بار دہرائے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ چین و قرار کی نیند نہ سو سکے کیونکہ اس نے ایک فرض کی ادائیگی سے غفلت کی۔ ابن حجر نے شافعی نقطۂ نظر سے اس حدیث سے یہ ثابت کیا ہے کہ عشاء سے قبل سونا حرام ہے لیکن احناف نے اس [illegible] روش اختیار کی ہے کہ اگر عشاء کا وقت شروع ہونے کے بعد سوئے اور اپنے نفس پر بھروسہ بھی نہ ہو کہ وقت پر اٹھ سکے گا تو اس وقت سونا جائز نہیں۔ اور اگر اعتماد ہے کہ سونے کے بعد اٹھ جائے گا، تب سونے کی اجازت ہے۔ اگر عشاء کا وقت شروع ہونے سے پہلے سوتا ہے تو بعض کے نزدیک سونا مطلق جائز ہے کہ ابھی عشاء کا وقت نہ ہونے کی بنا پر وہ نماز کی ادائیگی کا مکلف نہیں۔ لیکن اس میں بھی پہلی صورت کے تحت سونا جائز و ناجائز ہوگا، اور یہی بات مسلک احناف کے مطابق ہے۔

(۵۴۱) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كَانَ قَدْرُ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ فِي الصَّيْفِ ثَلٰثَةَ اَقْدَامٍ اِلٰى خَمْسَةِ اَقْدَامٍ وَفِي الشِّتَاءِ خَمْسَةَ اَقْدَامٍ اِلٰى سَبْعَةِ اَقْدَامٍ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ۔

ترجمہ :- حضرت عبداللہؓ بن مسعود فرماتے ہیں کہ گرمیوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ظہر کا اندازہ تین قدم سے پانچ قدم تک اور سردیوں میں پانچ قدم سے سات تک تھا۔ ابوداؤد۔ نسائی۔

تشریح :- (سردی میں سورج زمین سے زیادہ فاصلہ پر رہتا ہے اس لئے اس زمانہ میں سایۂ اصلی بھی بڑھ جاتا ہے۔ اور گرمی میں سورج قریب ہوتا ہے اس لئے سایۂ اصلی بہت کم رہ جاتا ہے۔ خاص طور پر مکہ اور مدینہ منورہ میں ورنہ مقدار کے لحاظ سے سردی اور گرمی میں ظہر کا وقت برابر ہے۔ بہرحال حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ظہر کی نماز میں زوال کے وقت سے تاخیر کی اجازت ہے۔)

قدم سے مراد ہر شخص کے قد کا ساتواں حصہ ہے کہ آدمی کا قد بالعموم اس کے سات قدم کے برابر ہوتا ہے اس لئے ہر چیز کی لمبائی کا معیار سات قدم مقرر کیا گیا۔ صاحب مظاہر حق نے طلوع و غروب، شفق، زوال، ایک مثل اور دو مثل سایہ پر مشتمل ایک سالانہ نقشہ درج کیا ہے جو آج سے دو سو برس قبل دہلی کے ایک ریاضی داں اور ہیئت کے ماہر مرزا خیر اللہ نے دہلی کے افق کے مطابق مرتب کیا تھا جو شاہ ولی اللہ صاحب کا

مصدقہ بھی ہے۔ لیکن اس نقشہ سے ہر مقام پر کام لینا مشکل ہے، اسلئے کہ سورج کا فاصلہ ہر مقام سے یکساں نہیں ہے، ہر شہر اور آبادی اپنا طول البلد و عرض البلد رکھتی ہے۔ تاہم طلوع و غروب کی جنتریوں اور نقشوں میں عام طور پر ہندو پاک کے ان متعدد شہروں کے افق کا فرق واضح کر دیا گیا جو دہلی سے مختلف طول البلد اور عرض البلد پر واقع ہیں، اس کے حساب سے ہر جگہ کے لوگ کچھ نہ کچھ اندازہ کر سکتے ہیں۔ چنانچہ وہ نقشہ یہاں درج کیا جاتا ہے۔ اس نقشہ کو دیکھنے سے پہلے اس کے اصطلاحی الفاظ سمجھ لینے چاہئیں۔ ایک قدم۔ ساٹھ دقیقے کا۔ اور ایک دقیقہ ساٹھ آن کا ہوتا ہے۔ اُن کی مقدار یہ ہے کہ جتنی دیر میں گیارہ دفعہ اللہ کا لفظ کہہ سکیں وہ ایک آن ہے۔ ایک گھڑی ساٹھ پل کی اور ایک پل ساٹھ ریزے کا۔ اور ایک ریزہ ساٹھ ذرے کا ہوتا۔ ریزہ وقت کے اس حصہ کا نام ہے جس کے اندر دو حرف جیسے آن کہے جا سکیں۔ اور ذرہ اتنے قلیل وقت کی تعبیر ہے کہ اس میں ایک حرف بھی نہ کہا جا سکے۔ بعض ریاضی دانوں کے نزدیک پل اتنی دیر کا ہوتا ہے کہ اس میں لفظ اللہ اٹھارہ بار کہہ سکیں۔

نقشہ سالانہ اوقات نماز

شمسی عربی مہینے ہندی	طلوع و غروب اور طلوع فجر و غروب شفق کا فاصلہ	زوال کے وقت ہر چیز کا سایہ کی تعداد	اس کا وقت	امام شافعی کے نزدیک عصر کے وقت سایہ کی تعداد	اس کا وقت	احناف کے نزدیک عصر کے وقت سایہ کی تعداد	اس کا وقت
حمل	۳ گھڑی ۲۶ پل	۳ قدم	۱۵ گھڑی	۱۰ قدم	۶ گھڑی	۱۷ قدم	۴ گھڑی
چیت ۳۱	۳ گھڑی	۳۹ دقیقہ		۴۹ دقیقہ	۲۳ پل	۴۹ دقیقہ	۶ پل
	۲۶ پل	۲ قدم	۱۶ گھڑی	۹ قدم	۷ گھڑی	۱۶ قدم	۴ گھڑی
بیساکھ ۳۱	۳ گھڑی	۱۰ دقیقہ	۴ پل	۱۰ دقیقہ	۹ پل	۱۰ دقیقہ	۲۹ پل
جوزا	۵۵ پل	۱ قدم	۱۶ گھڑی	۸ قدم	۸ گھڑی	۱۵ قدم	۴ گھڑی
جیٹھ ۳۲	۴ گھڑی	۲ دقیقہ	۵۶ پل	۲ دقیقہ	۲ پل	۲ دقیقہ	۵۷ پل
سرطان	۶ پل	۳۸ دقیقہ	۱۷ گھڑی	۷ قدم	۸ گھڑی	۱۴ قدم	۵ گھڑی
اساڑھ ۳۱	۳ گھڑی		۱۷ پل	۳۸ دقیقہ	۲۸ پل	۳۸ دقیقہ	۱۱ پل
اسد	۵۵ پل	۱ قدم	۱۶ گھڑی	۸ قدم	۸ گھڑی	۱۵ قدم	۴ گھڑی
ساون ۳۱	۳ گھڑی	۲ دقیقہ	۵۱ پل	۲ دقیقہ	۲ پل	۲ دقیقہ	۵۷ پل
سنبلہ	۳۶ پل	۲ قدم	۱۶ گھڑی	۹ قدم	۷ گھڑی	۱۶ قدم	۴ گھڑی
بھادون ۳۱	۳ گھڑی	۱۰ دقیقہ	۴ پل	۱ دقیقہ	۹ پل	۱۰ دقیقہ	۲۹ پل
میزان	۲۶ پل	۳ قدم	۱۵ گھڑی	۱۰ قدم	۶ گھڑی	۱۷ قدم	۴ گھڑی
اسوج ۳۰	۳ گھڑی	۳۹ دقیقہ		۵۹ دقیقہ	۱۳ پل	۴۹ دقیقہ	۶ پل
عقرب	۲۷ پل	۵ قدم	۱۳ گھڑی	۱۲ قدم	۵ گھڑی	۹ قدم	۳ گھڑی
کاتک ۳۰	۳ گھڑی	۵۴ دقیقہ	۸۶ پل	۵۴ دقیقہ	۵۴ پل	۵۴ دقیقہ	۵۴ پل
قوس	۳۶ پل	۸ قدم	۱۳ گھڑی	۱۶ قدم	۵ گھڑی	۲۲ قدم	۳ گھڑی
منگسر ۲۹	۳ گھڑی	۱ دقیقہ	۴ پل	۱ دقیقہ	۴۰ پل	۱ دقیقہ	۵۱ پل
جدی	۴۰ پل	۹ قدم	۱۲ گھڑی	۱۷ قدم	۵ گھڑی	۱۳ قدم	۳ گھڑی
پوہ ۲۹	۳ گھڑی	۱ دقیقہ	۲ پل	۱ دقیقہ	۳۶ پل	۱ دقیقہ	۵۱ پل
دلو		۸ قدم	۱۳ گھڑی	۱۵ قدم	۵ گھڑی	۱۲ قدم	۳ گھڑی
ماہ ۳۰	۳۶ پل	۱ دقیقہ	۴ پل	۱ دقیقہ	۴ پل	۱ دقیقہ	۵۱ پل
حوت	۳ گھڑی	۵ قدم	۱۳ گھڑی	۱۲ قدم	۵ گھڑی	۱۹ قدم	۳ گھڑی
پھاگن	۲۷ پل	۵۴ دقیقہ	۵۷ پل	۵۴ دقیقہ	۵۴ پل	۵۴ دقیقہ	۵۴ پل

ہر مہینے میں نقشے کے خانہ ع۲ کے مطابق صبح، مغرب اور عشاء کی نماز کا وقت معلوم کیا جا سکتا ہے، خانہ ع۴ کے مطابق ظہر کا وقت۔ خانہ ع۶ کے مطابق امام شافعی کے نزدیک اور خانہ ع۸ کے مطابق احناف کے نزدیک عصر کا وقت معلوم کیا جا سکتا ہے۔ چونکہ یہ حساب قدیم طریق پر مشتمل ہے اس لئے اس کو دوامی جنتریوں کے سامنے رکھ کر سمجھنے کی کوشش کریں۔

بَابُ تَعْجِيلِ الصَّلٰوةِ

نماز شروع وقت میں پڑھنے کا بیان

(نماز سب سے بڑی عملی نیکی ہے اس لئے جب اس کا وقت آجائے تو اس کی ادائے گی میں عجلت کرنی چاہئے کہ قرآن میں آیا ہے فاستبقوا الخیرات بھلائی کی طرف سبقت کرو۔ وسارعوا الی مغفرۃ من ربکم۔ اپنے رب کی بخشش کی طرف دوڑو، اصولاً تو یہی بات ٹھیک ہے۔ مگر اسلام نے عبادت کے سلسلے میں بھی کوئی غیر معتدل روش اختیار نہیں کی۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل اور آپ کے متعدد ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ نمازوں کی ادائیگی میں انسانی ضروریات اور موسمی تغیرات کا بھی لحاظ ضروری ہے، اگرچہ امام شافعی کی نگاہ محض اصول پر ہی آ کے ٹکی انھوں نے ہر نماز کے لئے ہر موسم میں عجلت کو مستحب سمجھا ہے۔ مگر امام اعظمؒ نے اس اصول کے ساتھ ساتھ اسلام کے مخصوص مزاج کو کبھی نظر انداز نہیں کیا۔ ان کے نزدیک احادیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ گرمی میں ظہر ایسے وقت پڑھی جانے جب گرمی کی شدت کم ہو جائے۔ صبح کی نماز ہر موسم میں عام لوگوں کی سہولت کی بنا پر روشنی خوب پھیلنے کے بعد پڑھنی چاہئے۔ عشاء کی نماز میں بالعموم تاخیر کی جائے۔ عصر کی نماز بھی اتنی تاخیر سے پڑھی جائے کہ آفتاب کی رنگت اس وقت تک نہ بدلے۔ یہی اوقات احناف کے نزدیک مستحب ہیں۔ جلدی پڑھنے کی صورت یہ ہے کہ نماز کے وقت کا آدھے سے زیادہ حصہ نہ گذر جائے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

(۵۴۲) عَنْ سَيَّارِ بْنِ سَلَامَةَ قَالَ دَخَلْتُ اَنَا وَاَبِيْ عَلٰى اَبِيْ بَرْزَةَ الْاَسْلَمِيِّ فَقَالَ لَهُ اَبِيْ كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْمَكْتُوْبَةَ فَقَالَ كَانَ يُصَلِّي الْهَجِيْرَ الَّتِيْ تَدْعُوْنَهَا الْاُوْلٰى حِيْنَ تَدْحَضُ الشَّمْسُ وَيُصَلِّي الْعَصْرَ ثُمَّ يَرْجِعُ اَحَدُنَا اِلٰى رَحْلِهِ فِيْ اَقْصَى الْمَدِيْنَةِ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ وَنَسِيْتُ مَا قَالَ فِي الْمَغْرِبِ وَكَانَ يَسْتَحِبُّ اَنْ يُؤَخِّرَ الْعِشَاءَ الَّتِيْ تَدْعُوْنَهَا الْعَتَمَةَ وَكَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَالْحَدِيْثَ بَعْدَهَا وَكَانَ يَنْفَتِلُ مِنْ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ حِيْنَ يَعْرِفُ الرَّجُلُ جَلِيْسَهٗ وَيَقْرَاُ بِالسِّتِّيْنَ اِلَى الْمِائَةِ وَفِيْ رِوَايَةٍ وَلَا يُبَالِيْ بِتَاْخِيْرِ الْعِشَاءِ اِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ وَلَا يُحِبُّ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَالْحَدِيْثَ بَعْدَهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

ترجمہ: حضرت سیار بن سلامہ کہتے ہیں کہ میں اور میرے والد ابی برزہ اسلمیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان سے میرے والد نے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرض نماز کس طرح اور کس وقت پڑھتے تھے۔ انھوں نے فرمایا کہ ظہر کی نماز جسے تم پہلی نماز کہتے ہو اس وقت پڑھتے تھے جب دوپہر ڈھل جاتا (اس کے بعد) عصر کی نماز پڑھتے، پھر (اس سے فارغ ہو کر) ہم میں سے ایک شخص مدینے کے سرے پر جہاں اس کا مکان ہوتا لوٹ جاتا اور سورج ابھی چمکتا ہوا ہوتا۔ سیار کہتے ہیں کہ مغرب کی نماز کے متعلق ابو برزہؓ نے کیا کہا میں اسے بھول گیا (اس کے بعد ابو برزہ نے فرمایا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز دیر سے پڑھنا پسند کرتے تھے۔ جس نماز کو تم لوگ عتمہ کہتے ہو آپ عشاء سے قبل سو جانے اور اس کے بعد بات چیت کرنے کو ناپسند فرماتے تھے۔ صبح کی نماز آپؐ اس وقت پڑھتے کہ آدمی اپنے ساتھی کو پہچان لیتا۔ اور (دونوں رکعتوں) میں ساٹھ سے سو آیت تک پڑھا کرتے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ عشاء کی نماز میں تہائی رات تک تاخیر کرنے میں

کچھ حرج نہیں سمجھتے تھے۔ اور عشاء سے پہلے سونے اور بعد میں بات کرنے کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ بخاری۔ مسلم۔

تشریح:۔ عتمہ عرب کی عام بول چال میں عشاء کی نماز کے لئے مستعمل تھا جس کے استعمال سے آپؐ نے منع فرمایا۔ ویسے لغت میں عتمہ اس تاریکی کو کہتے ہیں جو شفق کے بعد پیدا ہوتی ہے۔ عشاء کی نماز میں تاخیر تہائی رات تک مستحب ہے) عشاء کے بعد متصلاً سو جانا بہتر ہے۔ اس وقت دنیوی امور پر بات چیت آپؐ کو ناپسند تھی کہ آدمی کا سونے سے پہلے آخری قول وفعل غیر دینی باتوں سے متعلق نہ ہو کہ نیند کی حیثیت بھی موت ہی کی ہے، اسے موت کی بہن کہا گیا۔ اس میں سوائے سانس کی آمد و رفت کے دنیا سے آدمی بالکل منقطع ہو جاتا ہے۔ شرح السنہ میں ہے کہ بہت سے علماء کے نزدیک عشاء سے پہلے سونا مکروہ ہے۔ بعض نے ماہ رمضان میں سونے کی اجازت دی ہے ابن عمرؓ کا معمول پہلے سونے کا تھا۔ نوویؒ کہتے ہیں کہ نیند کا غلبہ ہو اور نماز قضا ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو سونا مکروہ نہیں ــــ علماء کی جماعت کے نزدیک عشاء کے بعد بات چیت کرنا قطعاً مکروہ ہے۔ سعید بن مسیب کا قول ہے کہ مجھے عشاء کے بعد لغو بات کرنے کے مقابلہ میں یہ پسند ہے کہ میں عشا سے پہلے ایک نیند لے لوں۔ ملا علی قاریؒ کہتے ہیں کہ کچھ علماء نے علمی گفتگو اور ضروری بات چیت کی عشاء کے بعد اجازت دی ہے۔ شیخ عبدالحقؒ نے لکھا ہے کہ حالات اور ضرورت کے لحاظ سے دونوں ہی باتوں کی اجازت ہے۔ اگر عشاء کی نماز ادا کرنے کے لئے طبیعت میں تازگی اور نشاط پیدا کرنا اور سستی کا ازالہ مقصود ہو (خصوصاً رمضان میں) تو اس وقت سونے کی اجازت ہے۔ اور عشاء کے بعد اگر بات چیت ضروری ہو اور بے مصرف باتیں نہ ہوں تو اس کی بھی اجازت ہے ـــ علماء کے یہ مختلف اقوال اس بناء پر ہیں کہ اس سلسلہ میں مختلف روایات منقول ہیں۔ اور ان دونوں حکموں کا منشاء یہی ہے کہ رات کو دیر تک جاگ کر صبح کی نماز قضا نہ کرے۔

(۵۴۳) وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ سَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ صَلٰوةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ وَالْمَغْرِبَ إِذَا وَجَبَتْ وَالْعِشَاءَ إِذَا كَثُرَ النَّاسُ عَجَّلَ وَإِذَا قَلُّوْا أَخَّرَ وَالصُّبْحَ بِغَلَسٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

ترجمہ:۔ حضرت محمد بن عمرو بن الحسن بن علیؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت جابرؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارہ میں دریافت کیا تو فرمایا، کہ آپؐ ظہر کی نماز دوپہر ڈھلے پڑھتے اور عصر کی نماز (ایسے وقت) پڑھتے کہ سورج ابھی روشن ہوتا اور مغرب اس وقت جب سورج چھپ جاتا، اور عشاء کی نماز جب لوگ زیادہ ہوتے تو جلدی پڑھ لیتے اور کم ہوتے تو دیر سے پڑھتے اور صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھتے۔ بخاری۔ مسلم۔

نماز جلدی اور دیر سے پڑھنے کی مصلحت

معلوم ہوتی کہ کثرت جماعت کی خاطر اگر عشاء کی نماز دیر سے پڑھیں تو یہ مستحب ہے، امام اعظمؒ عشاء کی نماز اول وقت پڑھنا مستحب سمجھتے۔ مگر کثرت جماعت کی مصلحت بجائے خود ایک فضیلت رکھتی ہے اس لئے انھوں نے اول وقت کی فضیلت پر اس تاخیر کی فضیلت کو ترجیح دی ہے کہ کوئی خارجی بات بھی بعض اوقات قابل لحاظ اور اولیٰ ہوتی ہے۔ صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھنے کی وجہ بھی یہی تھی کہ صحابہ کی جماعت شب بیدار جماعت تھی۔ زیادہ سونا انھیں پسند نہیں تھا۔ منہ اندھیرے ہی مسجد میں حاضر ہو جاتے تھے۔ یہاں بھی جماعت کی کثرت پیش نظر تھی۔ اس حدیث سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ آپؐ ہمیشہ ہی اندھیرے میں نماز پڑھتے تھے۔ پھر اس عمل کے مقابلہ میں آپؐ نے یہ حکم دیا کہ روشنی پھیلنے کے بعد صبح کی نماز پڑھو۔ اور احناف کے نزدیک فعل پر قول کو ترجیح ہوتی ہے۔

(۵۴۴) وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالظَّهَائِرِ سَجَدْنَا عَلٰى ثِيَابِنَا اتِّقَاءَ الْحَرِّ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَلَفْظُهُ لِلْبُخَارِيِّ۔

ترجمہ:۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ظہر کی نماز پڑھتے تو گرمی (کی شدت) سے بچنے کے لئے اپنے کپڑوں پر سجدہ کرتے (بخاری۔ مسلم۔ روایت کے الفاظ بخاری کے ہیں)

کپڑوں پر سجدہ کرنے کی اجازت

حدیث سے ظاہر ہے۔ چنانچہ حنفیہ کے نزدیک پہنے ہوئے کپڑوں پر سجدہ کرنا جائز ہے۔ شافعیہ کہتے ہیں کہ الگ جا نماز کی طرح کپڑا بچھا لینا تو جائز ہے مگر خود اپنے پہنے ہوئے کپڑے پر سجدہ جائز نہیں جو کپڑا نمازی کی نقل وحرکت سے ادھر اُدھر ہوتا ہے اس پر سجدہ کرنا جائز ہے۔

(۵۴۵) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا بِالصَّلٰوةِ وَفِیْ رِوَایَةٍ لِلْبُخَارِیِّ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ بِالظُّهْرِ فَاِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَیْحِ جَهَنَّمَ وَاشْتَكَتِ النَّارُ اِلٰی رَبِّهَا فَقَالَتْ رَبِّ اَكَلَ بَعْضِیْ بَعْضًا فَاَذِنَ لَهَا بِنَفَسَیْنِ نَفَسٍ فِی الشِّتَاءِ وَنَفَسٍ فِی الصَّیْفِ اَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الْحَرِّ وَاَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الزَّمْهَرِیْرِ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَفِیْ رِوَایَةٍ لِلْبُخَارِیِّ فَاَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الْحَرِّ فَمِنْ سَمُوْمِهَا وَاَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الْبَرْدِ فَمِنْ زَمْهَرِیْرِهَا۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب گرمی سخت ہو تو ظہر (کی نماز) ٹھنڈے وقت پڑھو۔ اور بخاری میں ابوسعید کی روایت میں (صلوٰۃ کی بجائے) ظہر (کا لفظ) ہے (اور یہ مزید فرمایا کہ) گرمی کی شدت دوزخ کی بھاپ سے (پیدا ہوتی) ہے۔ دوزخ نے اللہ سے شکایت کی اور کہا کہ اے میرے رب! میرے بعض حصوں کو بعض حصوں نے کھا لیا اس لئے مجھے سانس لینے کی اجازت دیجئے، ایک گرمی میں اور ایک سانس سردی میں۔ تو تم لوگ (موسم گرما میں) جو گرمی کی شدت اور (موسم سرما میں) سردی کی زیادتی محسوس کرتے ہو (دوزخ کے انھیں دو سانسوں کی وجہ سے ہے) بخاری۔ مسلم۔ اور بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ گرمی کی شدت تم جو کچھ محسوس کرتے ہو وہ دوزخ کے اس گرم سانس کی وجہ سے ہے۔ اور سردی کی شدت جو کچھ محسوس کرتے ہو وہ دوزخ کے ٹھنڈے سانس کی وجہ سے ہے۔

دوزخ کے سانس لینے کی حقیقت

یہ ہے کہ اس میں اتنی شدت کی آگ بھڑکی ہوئی ہوتی ہے۔ آگ کی لپٹیں بری طرح اٹھ رہی ہیں اور شعلہ شعلے کو کھائے جا رہا ہے۔ اس لئے اس شدت کو دور کرنے کی غرض سے ایک سانس اندر لینے اور ایک سانس باہر نکالنے کی اجازت دی جائے کہ اس طرح کچھ گرمی اور حرارت خارج ہو سکے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے دوزخ کے لئے ایک موسم حرارت بندر کھنے کا مقرر فرما دیا، یہ اللہ تعالیٰ کے تکوینی امور ہیں جن کی حقیقت اس عالم میں ظاہر نہیں ہو سکتی۔ موسم گرم اور موسم سرما اگرچہ علم ہئیت کی رو سے گردش آفتاب کے اس مخصوص نظم پر موقوف ہے۔ لیکن کچھ بعید نہیں کہ موسموں کی ان تبدیلیوں میں جہنم کو بھی کچھ دخل ہو حدیث کے الفاظ سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ گرمی اور سردی فی نفسہ دوزخ کی گرمی اور سردی سے تعلق رکھتی ہیں۔ البتہ اتنی بات صاف ہے کہ جہنم کے سانس لینے کے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ یہ گرمی اور سردی کی شدت بھی انھی علامتوں میں سے ہے۔ یہ کائنات جس کے حقائق انسان کی نگاہوں سے ابھی تک پوشیدہ ہے۔ ایک بے کراں وسعت رکھتی ہے۔ یہ ایک سمٹی ہوئی شئے نہیں جس کے طول عرض کا کوئی اندازہ کیا جا سکتا ہو۔ اس کے اندر قدرت نے حرارت و توانائی کی جو بے پناہ طاقتیں مخفی رکھی ہیں اور طاقتوں کی جو پراسرار ترتیب و تنظیم کی ہے اس میں حرارت کے ایک عظیم ذخیرے کو اسلام نے ایک خاص اصطلاح دی ہے۔ حرارت کا یہ بے پناہ ذخیرہ اسلامی عقائد کی رو سے دوزخ کے نام سے موسوم ہے۔ لیکن یہ عالم غیب کی وہ حقیقت ہے جس کا انکشاف نگاہِ آدم پر اس عالم کے اندر ممکن نہیں۔ کائنات کی تشکیل خاص مصالح کے تحت ہوئی ہے اس کا نظم آپس میں ایک دوسرے سے مربوط ہے اور ہم آہنگ بھی۔ اس میں یہ آفتاب بھی ہے جو لاکھوں فارن ہائٹ ڈگری کی حرارت رکھتا ہے۔ یہ اگر اپنے

مستقر سے زمین کی جانب تین کروڑ میل کا فاصلہ کم کر کے چند لاکھ میل اور قریب آجائے تو اس کے التہاب سے یہ کرۂ ارض جل بھن کر خاکستر بن سکتا ہے جدید علم الافلاک کی رو سے خدا جانے کتنے آفتاب اس کائنات کی سطح پر تیرتے پھر رہے ہیں۔ ذرا تصور کیجئے ان گنت آفتابوں میں کتنی عظیم الشان اور ہولناک بھٹیاں بھڑک رہی ہیں، ان کا منبع و مخرج کیا ہے، اس کا آج تک کوئی اندازہ نہیں کر سکا۔ فیثا غورث کے عہد سے لیکر آئنسٹائن کے دور تک ہزاروں برس کے عرصے میں انسان کی نگاہ تجسس پر یہ راز کھل نہیں سکا۔ قیاسی گھوڑے ہیں جو علم و سائنس کے نام پر نظریات کے میدان میں انسان دوڑاتا رہا ہے۔ حدیث کی رو سے کیا عجب ہے کہ آگ کا یہ بے پناہ لاوا جو سینکڑوں نظام ہائے شمسی میں بھڑک رہا ہے، وہ رب کائنات کے اس عظیم القدر ذخیرۂ حرارت کے التہاب سے روشن و سوزاں ہوں جسے دوزخ کہا جاتا ہے۔ اس طرح سردی کی شدت بھی اس دوزخ کے طبقۂ زمہریر سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ وہ طبقہ ہے جس میں ایک خاص موسم میں دوزخ کی حرارت نہیں پہنچتی اور شدت برودت سے وہ حصہ زمہریری فضا میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اب رہی یہ بات کہ دوزخ کے سانس لینے کی کیفیت کیا ہے تو بلا شبہ ہم اس کیفیت کا اندازہ کرنے سے معذور ہیں۔ رسول امین کی جس طرح دوسری باتوں کو ہم تسلیم کرتے چلے آئے ہیں اسی طرح یہ خبر بھی ہمارے لئے واجب التسلیم ہے۔

(اس حدیث سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ جس طرح گرمی کے سبب ظہر میں تاخیر کرنے کا حکم ہے اسی طرح سردی کی بنا پر صبح کی نماز میں بھی تاخیر ہونی چاہئے، کیونکہ صبح کی نماز کا وقت اتنی گنجائش ہی نہیں رکھتا کہ اس میں کچھ اور تاخیر کی جائے۔ پھر جبکہ صبح کی نماز درحقیقت نئے دن کے لئے ایک افتتاحی عمل کی حیثیت رکھتی ہے اور دن طلوع فجر سے شروع ہو جاتا ہے اور طلوع آفتاب سے پہلے فجر کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ظہر کی نماز گرمی میں تاخیر سے پڑھنا مستحب ہے۔ اس کے علاوہ صحابہ کا عمل بھی منقول ہے کہ وہ ٹھنڈے وقت نماز پڑھتے تھے جب کہ ٹیلوں کے سائے زمین پر پڑنے لگتے تھے، اور یہ ظاہر ہے کہ ٹیلہ پھیلی ہوئی چیز ہے جس کا سایہ زمین پر کافی دیر سے پڑنا شروع ہوتا ہے۔ کچھ روایات میں ہے کہ صحابہ دیواروں کے سایوں میں ظہر کی نماز کے لئے جایا کرتے تھے اور اس وقت دیواریں بھی سات ہاتھ سے اونچی نہ ہوتی تھیں۔ بعض علماء نے نصف وقت تک تاخیر کرنے کی اجازت دی ہے۔ شافعیہ کا یہ سمجھنا کہ یہاں تاخیر کے حکم سے منشا یہ ہے کہ زوال کا وقت گذار کر نماز ادا کرو تو یہ بات حدیث پر چسپاں نہیں ہوتی۔ کیونکہ خطِ استوا میں جس پر عرب واقع ہے سخت گرمی عین زوال کے وقت نہیں پڑتی بلکہ زوال کے بعد سے شروع ہوتی ہے اور اس وقت تک رہتی ہے جب تک دوپہر بالکل ڈھل نہیں جاتا۔ اور اس وقت سایہ ایک مثل ہو جاتا ہے۔ گویا حدیث کے حکم کا مفہوم یہ ہے کہ ایک مثل سے بھی تاخیر کرو تاکہ وقت میں نسبتاً ٹھنڈک پیدا ہو جائے اور لوگ اطمینان کے ساتھ گھروں سے چل کر مسجد تک پہونچ سکیں۔ متعدد حدیثیں تاخیر ظہر سے متعلق وارد ہوئی ہیں اس لئے اس حکم کو امام اعظمؒ نے اختیار فرمایا ہے۔ البتہ حضرت خباب کی حدیث میں یہ جو آیا ہے کہ ہم نے رسول اللہ سے (ظہر کی تاخیر کے لئے) سخت گرمی کی شکایت کی مگر آپ نے ہماری درخواست قبول نہیں فرمائی۔ تو وہاں حضرت خباب کا منشا یہ تھا کہ ظہر کا پورا وقت مؤخر کر دیا جائے۔ اور یہ بات ہو نہیں سکتی تھی۔

ابراد والی احادیث میں امام شافعی یہ تاویل فرماتے ہیں کہ ظہر کی تاخیر کی ان لوگوں کو اجازت ہے جو جماعت میں شرکت کے لئے مسجد میں جاتے ہیں اور تکلیف اٹھاتے ہیں۔ تنہا نماز پڑھنے والے کو تاخیر کی اجازت نہیں۔ یہ تاویل حدیث کے مضمون سے کچھ مطابقت نہیں رکھتی کہ اس میں حکم عام ہے اور محض رخصت کے درجے میں نہیں ہے۔ ترمذی نے ایک حدیث ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں بھی سب لوگوں کے یکجا ہونے کے باوجود تاخیر سے ظہر پڑھنے کا حکم دیتے تھے۔ اس پر امام ترمذی کہتے ہیں کہ اس شخص کا قول جو سخت گرمی میں ظہر کی تاخیر پسند کرتا ہے اختیار کرنا زیادہ بہتر ہے۔)

Marfat.com

(۵۴٦) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ حَيَّةٌ فَيَذْهَبُ الذَّاهِبُ اِلَى الْعَوَالِي فَيَاْتِيْهِمْ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ وَبَعْضُ الْعَوَالِي مِنَ الْمَدِيْنَةِ عَلٰى اَرْبَعَةِ اَمْيَالٍ اَوْ نَحْوِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

ترجمہ:۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر (کی نماز) اس وقت پڑھتے تھے جب سورج اونچا اور روشن ہوتا۔ (اور اس سے فارغ ہونے کے بعد) جانے والا عوالی مدینے کی طرف جاتا جبکہ وہاں پہونچکر (بھی) سورج اونچا ہوتا۔ اور بعض عوالی (کے حصے) مدینے سے چار میل کے فاصلے پر یا اس کے قریب قریب تھے۔ بخاری۔ مسلم۔

تشریح:۔ عوالی۔ عالیہ کی جمع ہے۔ مدینۂ منورہ کے متصل جو بلند حصۂ آبادی ہے اس کو عوالی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

(۵۴۷) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ صَلٰوةُ الْمُنَافِقِ يَجْلِسُ يَرْقُبُ الشَّمْسَ حَتّٰى اِذَا اصْفَرَّتْ وَكَانَتْ بَيْنَ قَرْنَيِ الشَّيْطٰنِ قَامَ فَنَقَرَ اَرْبَعًا لَا يَذْكُرُ اللّٰهَ فِيْهَا اِلَّا قَلِيْلًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ

ترجمہ:۔ حضرت انسؓ ہی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ عصر کی نماز (تاخیر سے اور جلدی جلدی پڑھ ڈالنے والے) منافق کی نماز ہے کہ سورج (ڈھلنے) کے انتظار میں بیٹھا رہتا ہے حتی کہ جب وہ زرد ہو جاتا ہے۔ اور شیطان کے دو سینگوں کے درمیان آجاتا ہے تو وہ شخص کھڑا ہوتا ہے اور چار ٹھونگیں (سجدہ کی شکل میں) مارتا ہے جس میں اللہ کو برائے نام یاد کرتا ہے۔ مسلم۔

تشریح:۔ اطمینان وسکون اور خشوع وخضوع کے بغیر عصر کی چار رکعتیں اس طرح برائے نام جس طرح جانور زمین سے دانہ چگنے کے لئے ٹھونگیں مارا کرتا ہے کہ عصر کے آٹھ سجدے عجلت کی بنا پر چار ہی نظر آتے ہیں، اس لئے چار ٹھونگوں سے تعبیر کیا۔ یا یہ کہ ایک رکعت کے دونوں سجدوں کو ایک رکن قرار دیا۔ چونکہ عصر کی نماز کی بہت تاکید آئی ہے اور اسے صلوٰۃ وسطیٰ کہا گیا ہے، دوسری نمازوں کی بہ نسبت اس سے غفلت کرنا سخت گناہ کی بات ہے۔ اس لئے خاص طور پر عصر کی نماز کا ذکر کیا گیا ہے۔ مظہر کہتے ہیں کہ منافق کی مثال یہاں اس لئے بیان کی کہ جو شخص تاخیر کر کے عصر کی نماز اس وقت پڑھتا ہے جب سورج کی رنگت بالکل زرد ہو جائے وہ منافق کے مشابہ ہے کہ منافق نماز کا حق ادا کرنے کے لئے نماز نہیں پڑھتا بلکہ محض سزا کے خوف اور سوسائٹی کے دباؤ سے نماز پڑھتا ہے۔ اسے نہ ثواب کی خواہش ہوتی ہے نہ اس کی صحت کی۔ اس لئے ایک مسلمان کو چاہئے کہ اپنی نمازوں میں منافقوں جیسی روش اختیار نہ کرے۔

(۵۴۸) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَّذِيْ تَفُوْتُهٗ صَلٰوةُ الْعَصْرِ فَكَاَنَّمَا وُتِرَ اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کی عصر کی نماز فوت ہو جائے تو گویا اس کا گھر بار لٹ گیا۔ بخاری۔ مسلم۔

عصر کی نماز کی اہمیت

اس حدیث میں واضح کی گئی ہے کہ جس کی نماز عصر چھوٹ گئی اس کے گھر والے لٹ گئے اور اس کا مال اور اسباب تھوڑا رہ گیا۔ اس لئے جس طرح گھر بار کی حفاظت کا اہتمام کیا جاتا ہے اسی طرح عصر کی نماز کو بھی ہرگز فوت نہ ہونے دو کہ اس نماز کو دوسری نمازوں پر خصوصی فوقیت دی گئی ہے۔

(۵۴۹) وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَكَ صَلٰوةَ الْعَصْرِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ

Marfat.com

رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ۔

ترجمہ:۔ حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص سے عصر کی نماز ترک کی بلا شبہ اس کے اعمال (حسنہ) بے کار گئے۔ بخاری۔

تشریح:۔ یہ تنبیہ و تشدید ہے کہ عصر کا چھوٹ جانا ایک بڑے ثواب کا ختم ہو جانا ہے۔ حاصل یہ کہ اس دن کے سب نیک اعمال ناقص ہو گئے۔ ورنہ حقیقتاً پچھلے تمام نیک عملوں کا باطل ہونا اسی وقت ممکن ہے جب نعوذ باللہ کوئی شخص اسلام سے پھر جائے اور اسی حالت میں مرجائے۔ حنفیہ کے نزدیک محض مرتد ہو جانے ہی سے گذشتہ اعمال ختم ہو جاتے ہیں۔ اب اسے حج وغیرہ دوبارہ کرنا چاہئے حنفیہ کے نزدیک ارتداد کی حالت میں مرنا شرط نہیں۔ معتزلہ البتہ اس کے قائل ہیں کہ کبیرہ گناہوں کے ارتکاب سے بھی گذشتہ عمل باطل ہو جاتے ہیں۔

(۵۵۰) وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي الْمَغْرِبَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَنْصَرِفُ أَحَدُنَا وَإِنَّهُ لَيُبْصِرُ مَوَاقِعَ نَبْلِهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

ترجمہ:۔ حضرت رافع بن خدیج فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز (اول وقت) پڑھتے کہ ہم میں سے ایک شخص نماز سے فارغ ہو کر اپنے تیر کے نشانے کی جگہ کو (بخوبی) دیکھ سکتا تھا۔

مغرب کی نماز اول وقت پڑھی جاتی تھی کہ ابھی اتنی روشنی ہوتی کہ آدمی فاصلے سے اپنے تیر کے نشانے کو دیکھ سکتا تھا ابتدائی وقت میں مغرب پڑھنا سب کے نزدیک مستحب ہے۔

(۵۵۱) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانُوْا يُصَلُّوْنَ الْعَتَمَةَ فِيْمَا بَيْنَ أَنْ يَغِيْبَ الشَّفَقُ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ الْأَوَّلِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

ترجمہ:۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ لوگ عشاء کی نماز شفق غائب ہونے اور تہائی رات ہونے کے درمیان (کے حصے میں) پڑھا کرتے تھے۔ بخاری۔ مسلم۔

عشاء کی نماز کا مناسب وقت تہائی رات تک تاخیر کرنا بہتر ہے۔ اور طلوع فجر تک ادائیگی کی اجازت ہے۔ عشاء کو عتمہ کہنے کی ممانعت کی گئی۔ مگر حضرت عائشہؓ کو اس وقت شاید اس ممانعت کا علم نہ ہوا ہو، اسلئے عتمہ کے لفظ سے عشاء کو تعبیر کر دیا۔

(۵۵۲) وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُصَلِّي الصُّبْحَ فَتَنْصَرِفُ النِّسَاءُ مُتَلَفِّعَاتٍ بِمُرُوْطِهِنَّ مَا يُعْرَفْنَ مِنَ الْغَلَسِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

ترجمہ:۔ حضرت عائشہؓ ہی فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھتے تھے تو (نماز کے بعد) عورتیں اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی واپس ہوتی تھیں اور اندھیرے کی وجہ سے پہچانی نہیں جاتی تھیں۔

(۵۵۳) وَعَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَزَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ تَسَحَّرَا فَلَمَّا فَرَغَا مِنْ سُحُوْرِهِمَا قَامَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الصَّلٰوةِ فَصَلّٰى قُلْنَا لِأَنَسٍ كَمْ كَانَ بَيْنَ فَرَاغِهِمَا مِنْ سُحُوْرِهِمَا وَدُخُوْلِهِمَا فِي الصَّلٰوةِ قَالَ قَدْرُ مَا يَقْرَأُ الرَّجُلُ خَمْسِيْنَ آيَةً رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ۔

Marfat.com

ترجمہ :۔ حضرت قتادہ حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور زید بن ثابتؓ دونوں نے سحری کھائی جب اس سے فارغ ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے کھڑے ہوگئے اور آپ نے نماز پڑھی (قتادہ کہتے ہیں کہ) ہم نے حضرت انسؓ سے کہا کہ ان دونوں حضرات کی سحری سے فارغ ہونے اور نماز شروع کرنے میں کتنا فرق تھا۔ انھوں نے فرمایا ایک شخص کے پچاس آیتیں پڑھنے کی بقدر۔ بخاری۔

تشریح :۔ اس حدیث کے سلسلہ میں تورپشتی کہتے ہیں کہ یہ مخصوص انداز صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھا۔ عام لوگ یہ صلاحیت نہیں رکھتے کہ اس وقفے کی صحیح رعایت کر سکیں۔ رسول اللہ کو ان چیزوں کا علم بذریعہ وحی ہوجاتا تھا اور آپ معصوم تھے آپ سے دینی امور میں کوئی خطا نہیں ہو سکتی تھی، عام لوگ اس میں غلطی کھا جائیں گے۔

(۵۵۴) وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَیْفَ اَنْتَ اِذَا کَانَتْ عَلَیْکَ اُمَرَاءُ یُمِیْتُوْنَ الصَّلٰوۃَ اَوْ یُؤَخِّرُوْنَ عَنْ وَقْتِھَا قُلْتُ فَمَا تَاْمُرُنِیْ قَالَ صَلِّ الصَّلٰوۃَ لِوَقْتِھَا فَاِنْ اَدْرَکْتَھَا مَعَھُمْ فَصَلِّ فَاِنَّھَا لَکَ نَافِلَۃٌ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

ترجمہ :۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا کیا حال ہوگا جب تم پر ایسے حکام مسلط ہوں گے جو نمازوں کی ادائیگی میں تاخیر کریں گے، ان کے (افضل) وقت سے مؤخر کرکے پڑھیں گے۔ میں نے عرض کیا پھر آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تمہیں نماز اپنے (صحیح) وقت پر پڑھنی چاہئے اگر (اس کے بعد) اس نماز کو تمہیں ان کے ساتھ پڑھنے کا موقعہ ہے تو (ان کے ساتھ بھی) پڑھ لو کہ یہ (بعد کی نماز) تمہارے لئے نفل ہوجائے گی۔ مسلم۔

تشریح :۔ یمیتون یا یؤخرون کے لفظ سے راوی کو شک ہوا ہے۔ آپ کے ارشاد کا منشا یہ تھا کہ جب ایسا وقت آجائے کہ ظالم اور بے عمل حکام نمازیں تاخیر سے پڑھنے لگیں اور ان کے تسلط اور غلبہ کی وجہ سے ان کی مخالفت بھی ممکن نہ ہو تو پھر نماز کو فوت ہونے دو، اس کو اپنے مستحب وقت پر پڑھ لو، مستحب وقت کی فضیلت زیادہ ہے اور وقت مستحب کی رعایت کے بعد اگر جماعت کی فضیلت حاصل کرنے کا موقع ہو تو دوبارہ جماعت کے ساتھ بھی پڑھ لو۔ مگر یہ حکم صرف ظہر اور عشاء کی نماز میں دیا گیا ہے کیونکہ عصر اور صبح کی نماز کے بعد نفل پڑھنا مکروہ ہے۔ مغرب کی تین رکعت ہیں جو نفل نہیں ہو سکتیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ امام اگر جماعت وقت سے تاخیر کرکے پڑھے اور مقتدی اسے متنبہ اور متوجہ کرنے سے معذور ہوں تو انھیں وقت مستحب پر نماز پڑھ لینی چاہئے۔ اسکے بعد جماعت کے ثواب کی خاطر دوبارہ امام کے ساتھ بھی پڑھ لیں۔

رسول اللہ کے حکم کا منشا یہ تھا کہ مسلمانوں میں باہمی اختلاف سے کوئی فتنہ نہ پیدا ہو۔ والفتنۃ اشد من القتل فتنہ انگیزی قتل سے بھی زیادہ سخت چیز ہے۔ ایک مکروہ چیز کو اختیار کرنے میں کچھ حرج نہیں جب کہ اس کے مقابلہ میں کوئی عمدہ پہلو اختیار کرنے میں کسی فساد کا اندیشہ ہو۔ اسلامی فرائض و سنن کی ادائیگی میں ہر جگہ اس بات کی رعایت کی گئی ہے کہ ایک بڑی خرابی سے بچنے کے لئے کمتر درجے کی بات قبول کر لینا چاہئے۔ اسلامی قوانین کے دوامی اور ہمہ گیر ہونے کی یہ بھی ایک بنیادی وجہ ہے کہ اسلامی طرز زندگی کے اندر تشدد اور صلابت نہیں، وسعت اور لچک ہے۔ وہ جہاں سختی کے ساتھ اسلامی اصولوں کی گرفت پر زور دیتا ہے وہاں زندگی کے عام معاملات میں انسانی ضرورتوں، معاشرتی اور سماجی بھلائیوں، سیاسی اور اجتماعی نزاکتوں کا پورا لحاظ رکھتا ہے انسانی فطرت میں جو جو کمزوریاں ہیں اسلامی قوانین کے نفاذ میں ان کمزوریوں کی رعایت رکھی گئی ہے۔ اسی طرح اس سے یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ اسلام کسی طرح فتنہ فساد کو پسند نہیں کرتا، وہ امن و سلامتی کا داعی ہے اور اسی پر عمل کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ اس کے

Marfat.com

اس کے پیروں میں اگرکہیں فتنہ انگیزی کے جراثیم نظر آئیں گے تو اس کا ذمے دار اسلام کو قرار نہیں دیا جا سکتا۔ یہ خود ان افراد کی اپنی ذاتی کوتاہی ان کے اپنے مزاج کی ناشائستگی اور ان کے اپنے ذہن کی کجی ہے کہ وہ اسلام سے وابستہ ہو کر بھی اسلام کے مزاج کو اپنا نہیں سکے اور اسلام کے طرز تربیت سے نا آشنا رہے۔ حضرت انسؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پیغمبر کی حیثیت سے آئندہ آنیوالے بنوامیہ کے ظالم حکمرانوں کے طرزِ عمل سے پیشگی ہی آگاہ فرما دیا تھا۔ چنانچہ آپ کا یہ فرمان بنوامیہ کے عہد میں پورا ہو کر رہا۔

(۵۵۵) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الصُّبْحِ قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَقَدْ اَدْرَكَ الصُّبْحَ وَمَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الْعَصْرِ قَبْلَ اَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقَدْ اَدْرَكَ الْعَصْرَ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو طلوع شمس سے پہلے صبح کی ایک رکعت مل گئی تو اس نے بے شک صبح (کی نماز) پالی، اور جس کو غروب شمس سے پہلے عصر کی ایک رکعت مل گئی تو اس نے بلاشبہ عصر (کی نماز) پالی (اس کو باقی رکعت پڑھ کر نماز پوری کر لینی چاہئے) بخاری ۔ مسلم۔

طلوع وغروب شمس کی دعا عصر و فجر کا وقت

اس حدیث کے مضمون کے مطابق اکثر علماء کا مسلک یہی ہے کہ صبح یا عصر کی نماز پڑھتے ہوئے جبکہ ایک رکعت پڑھ لی گئی ہو سورج طلوع یا غروب ہو گیا تو نماز باطل نہیں ہو گی وہ صحیح ہو جائے گی اور پڑھنے والے کو چاہئے کہ وہ اپنی نماز مکمل کر لے امام ابوحنیفہ اور ان کے متبع علماء کے نزدیک چونکہ دوسری احادیث میں طلوع وغروب کے وقت نماز پڑھنے کی ممانعت کی گئی ہے اس لئے ایسی حالت میں صبح کی نماز درست نہ ہو گی البتہ عصر کی صحیح ہو جائے گی۔ احناف نے اصول فقہ کے قاعدے کے مطابق عمل کیا ہے کہ دو آیتیں اپنے ظاہری مضمون کے لحاظ سے باہم متعارض ہوں تو حدیث سے رجوع کیا جائے۔ اور دو حدیثوں میں تعارض ہو تو پھر عقل و قیاس سے کام لیا جائے، چنانچہ تمام مختلف و متعارض احادیث پر غور کرنے کے بعد یہی بات قیاس کی رو سے درست معلوم ہوئی کہ یہ حکم صرف صبح کی نماز کے ساتھ مخصوص ہے اس لئے کہ صبح کی نماز کا وقت ابتداء سے آخر تک کامل وقت ہے۔ طلوع فجر سے لیکر طلوع شمس تک وقت کا کوئی حصہ ایسا نہیں جس میں صبح کی نماز پڑھنا مکروہ ہو۔ چنانچہ جب طلوع شمس شروع ہو گیا تو فجر کا وقت بھی باقی نہ رہا، یہ نماز اپنے کامل وقت کی وجہ سے اس بات کی مستحق ہے کہ اسے اس صفت کمال کے ساتھ ادا کیا جائے۔ جب سورج نکل آیا تو اب اگر نماز ادا کی جائے گی تو گویا ناقص وقت میں اس کی ادائیگی ہو گی، حالانکہ یہ کامل وقت میں واجب ہوئی تھی۔ اس بنا پر اس وقت یہ نماز ادا نہ ہو سکیگی۔ اس کے برعکس عصر کی نماز کا صحیح اور کامل وقت اس وقت تک رہتا ہے جب تک سورج کی ٹکیہ زرد نہ ہو جائے۔ سورج کے زرد ہو جانے کے بعد نماز عصر کا وقت مکروہ باقی رہتا ہے۔ تو گویا عصر کی نماز کا وجوب ناقص وقت میں بھی باقی رہتا ہے اس لئے اگر اس ناقص وقت میں نماز شروع کی گئی اور سورج چھپ گیا تو چونکہ اس کا وجوب بھی ناقص تھا اور غروب شمس سے بہت سے بہت اس نقص میں کچھ اضافہ ہو گیا۔ اس بنا پر جیسی ناقص نماز واجب ہوئی تھی ویسی ہی ناقص ادائیگی بھی ہو جائے گی، یعنی غروب شمس سے عصر کی نماز فاسد نہیں ہو گی۔ جن حدیثوں میں طلوع وغروب شمس کے وقت عبادت سے روکا گیا ہے شافعیہ ان کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ ان کا تعلق عبادت کی ادائیگی سے تعلق ہے اور فرائض ہر وقت ادا کئے جا سکتے ہیں۔

لیکن واقعہ یہ ہے کہ جن احادیث میں ممانعت کی گئی ہے وہ مطلق ہیں ان میں فرض و نفل کی کوئی تخصیص نہیں۔ اس کے علاوہ جب دو ایسی روایتوں میں تعارض ہو جن میں ایک محرّم اور ایک مبیح ہو، ایک سے جواز اور دوسری سے عدم جواز معلوم ہوتا ہو تو عدم جواز والی روایت کو ترجیح دی جاتی ہے کہ اصولاً اباحت اور جواز کو ہر شئے میں دخل ہے۔ عدم جواز کسی شئے کے لئے بعد ہی میں ثابت ہوتا ہے۔ اس بنا پر

Marfat.com

عدم جواز پر جواز کو فوقیت ہوگی۔ پھر اس حدیث کو نوافل کے ساتھ مخصوص کرنا بھی صحیح نہیں عمران بن حصین کی روایت بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک غزوہ میں صبح کی نماز فوت ہوگئی تو آپ نے صبح کی نماز سورج بلند ہونے کے بعد پڑھی۔ اس روایت سے بھی حنفیہ کے مسلک کی تائید ہوتی ہے۔

امام طحاوی اور ابن ملک نے اس حدیث کا ایک بہت عمدہ مطلب بیان کیا ہے کہ جو شخص طلوع و غروب شمس سے اتنی دیر پہلے نماز کا مکلف ہوگیا کہ ایک رکعت ادا کرسکے اس پر اس نماز کی قضا کرنا واجب ہے۔ ایک نابالغ اس وقت بالغ ہوگیا، یا ایک غیر مسلم مسلمان ہوا تو اگر انہیں ایک رکعت کی ادائیگی کا وقت مل گیا ہے تو ان پر پہلا اسلامی فرض یہی عائد ہوگا کہ اس نماز کو قضا کریں۔ حدیث کے اس مفہوم کے بعد پھر ممانعت کی حدیثوں سے کوئی تعارض باقی نہیں رہتا۔

(۵۵۶) **وَعَنْهُ** قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَدْرَكَ اَحَدُكُمْ سَجْدَةً مِّنْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ قَبْلَ اَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَلْیُتِمَّ صَلٰوتَهٗ وَاِذَا اَدْرَكَ سَجْدَةً مِّنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَلْیُتِمَّ صَلٰوتَهٗ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص سورج چھپنے سے پہلے عصر کی نماز کا ایک سجدہ پالے تو اسے چاہئے کہ اپنی نماز پوری کرلے۔ اور جب سورج نکلنے سے پہلے فجر کی نماز کا ایک سجدہ پالے تو اسے اپنی نماز پوری کرلینی چاہئے۔ بخاری۔

تشریح:۔ حنفیہ اپنے مسلک کے مطابق اس کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ بعد میں اس نماز کو قضا کرے۔ اور شافعیہ کے نزدیک اسی وقت اسے پوری کرلینی چاہئے۔

(۵۵۷) **وَعَنْ** اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ نَّسِیَ صَلٰوةً اَوْ نَامَ عَنْهَا فَكَفَّارَتُهَا اَنْ یُّصَلِّیَهَا اِذَا ذَكَرَهَا وَفِیْ رِوَایَةٍ لَا كَفَّارَةَ لَهَا اِلَّا ذٰلِكَ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

ترجمہ:۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص نماز کو بھول جائے یا اس سے (غافل ہوکر) سوجائے، اس کا کفارہ یہ ہے کہ جب نماز یاد آجاوے اسے پڑھ لے۔ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ اس کا کفارہ اس کے سوا کچھ نہیں۔ بخاری، مسلم۔

تشریح:۔ بھول سے یا سوجانے کی وجہ سے کوئی نماز چھوٹ جائے تو کفارہ کے لئے صدقہ دینا یا روزہ رکھنا یا کئی نمازیں پڑھنا ضروری نہیں ہے، جس طرح فرض روزے بغیر کسی مجبوری کے نہ رکھے تو اس کا صدقہ وغیرہ دینا لازم ہے۔ ابن ملک کہتے ہیں کہ حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر یاد ہو تو ترک شدہ نماز کی ادائیگی میں تاخیر نہ کی جائے۔

(۵۵۸) **وَعَنْ** اَبِیْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ فِی النَّوْمِ تَفْرِیْطٌ اِنَّمَا التَّفْرِیْطُ فِی الْیَقْظَةِ فَاِذَا نَسِیَ اَحَدُكُمْ صَلٰوةً اَوْ نَامَ عَنْهَا فَلْیُصَلِّهَا اِذَا ذَكَرَهَا فَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَالَ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوقتادہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سوجانے میں کوئی قصور نہیں ہے قصور جو کچھ ہے جاگنے میں ہے۔ اس لئے جب تم میں سے کوئی شخص نماز (ادا کرنا) بھول جائے یا اس سے (غافل ہوکر) سو رہے تو اسے چاہئے کہ جب بھی اسے یاد آئے اس نماز کو ادا کرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے یاد کرنے کے وقت نماز قائم کرو۔ مسلم۔

Marfat.com

تشریح :- نیند کی حالت میں آدمی بے اختیار ہوتا ہے اس لئے اس وقت نماز کا مکلف نہیں ہے اس بنا پر فرمایا کہ سونے میں کوئی قصور نہیں۔ قصور تو اس میں ہے کہ اتنی دیر تک بیدار کیوں رہے کہ بے وقت نیند آئی۔ ایسے کام کیوں کئے جن کی بنا پر نماز سے فراموشی ہوگئی۔ جیسے مختلف قسم کے کھیل شطرنج بازی وغیرہ۔ نماز کو قائم کرو۔ یعنی نماز اُٹھائے تو نماز اذکر دجو یاد الٰہی کا ذریعہ ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

(۵۵۹) عَنْ عَلِیٍّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَا عَلِیُّ ثَلٰثٌ لَا تُؤَخِّرْھَا الصَّلٰوۃُ اِذَا اٰنَتْ وَالْجَنَازَۃُ اِذَا حَضَرَتْ وَالْاَیِّمُ اِذَا وَجَدْتَ لَھَا كُفْوًا رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ۔

دوسری فصل

ترجمہ :- حضرت علیؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ اے علیؓ تین کام میں دیر نہ کرنا، ایک نماز جب اس کا وقت آجائے (دوسرے) جنازہ جب تیار ہو جائے (تیسرے) بغیر شوہر کی عورت جب اس کے لئے جوڑ (کا خاوند) مل جائے۔ ترمذی۔

تشریح :- طیبی نے اشرف سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ مکروہ وقت میں بھی جنازہ کی نماز مکروہ نہیں یہ شافعیہ کا مسلک ہے۔ حنفیہ کے نزدیک اس میں تفصیل ہے کہ اگر جنازہ طلوع وغروب اور عین زوال کے وقت آئے تو اس وقت نماز مکروہ نہ ہوگی اور اگر جنازہ پہلے سے تیار ہے پھر دیر کر کے ان اوقات مکروہہ میں نماز پڑھینگے تو نماز مکروہ ہوگی، یہی حکم سجدہ تلاوت کا ہے، نماز فجر سے پہلے یا بعد اور عصر کے بعد سجدۂ تلاوت اور نماز جنازہ کی ادائیگی میں کوئی کراہت نہیں۔

نکاح بیوگان کی تاکید ایّم عربی میں اس عورت کو کہتے ہیں جس کا خاوند نہ ہو۔ خواہ وہ شادی شدہ ہو یا ابھی دوشیزہ ہو طیبی نے اس لفظ کا اطلاق اسی طرح مرد پر بھی کیا ہے کہ جو مرد غیر شادی شدہ ہو یا شادی کے بعد بیوی سے محروم ہو گیا ہو وہ بھی ایّم کہلاتا ہے۔ کفو کا اسلامی اصطلاح میں مطلب یہ ہے کہ مرد عورت سے اسلام میں آزاد ہونے میں نیکی اور نسب و حسب میں برابر ہو۔ کفو کی شرط اسی لئے رکھی گئی ہے کہ مرد عورت اگر ہر حیثیت سے ایک ہی سطح کے ہوں گے تو ان کے تعلقات خوشگوار رہیں گے نکاح بیوگان اگرچہ سنت ہے مگر اس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف احادیث میں تاکید فرمائی ہے۔ جو لوگ مسلمان ہو کر اس سنت کی پرواہ نہ کرتے ہوں انھیں شرم آنی چاہئے کہ وہ کس منہ سے دعوئی اسلام کرتے ہیں۔ ایک معمولی سی سنت کو اگر آدمی حقیر سمجھے یا اس کا انکار کر دے تو وہ اسلام سے نکل کر کفر میں پہونچ جاتا ہے۔ اس لئے جو اسلام کا طریقہ اور رسول کی سنت ہے اس کو بلا جھجک قبول کرنا چاہئے اس کے علاوہ یہ ایک ایسی سنت ہے کہ خود انسانی فطرت جس کا تقاضا کرتی ہے۔ جہاں کہیں لوگ نکاح بیوگان سے غافل ہیں وہاں اس کے نتیجے میں بداخلاقیاں اور معاشرتی الجھنیں پیدا ہوئے بغیر نہ رہ سکیں۔

(۵۶۰) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْوَقْتُ الْاَوَّلُ مِنَ الصَّلٰوۃِ رِضْوَانُ اللّٰہِ وَالْوَقْتُ الْاٰخِرُ عَفْوُ اللّٰہِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ۔

ترجمہ :- حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز کا ابتدائی وقت اللہ کی خوشنودی (کا سبب) ہے اور آخری وقت اللہ کی معافی (کا سبب) ہے۔ ترمذی۔

Marfat.com

نماز اللہ کی رضا بھی ہے اور اس کی مغفرت بھی

یہاں اول وقت سے وقت مستحب مراد ہے کہ حنفیہ کے نزدیک صبح کی نماز میں ہمیشہ اور ظہر میں صرف گرمیوں میں تاخیر مستحب ہے ان دونوں نمازوں کا یہی وقت وقت اول سمجھا جائے گا، اور آخری وقت سے وقت کراہت جیسے عصر کا وقت یا عشاء کا آدھی رات کے بعد۔ ان اوقات میں نماز پڑھنے سے ادا ہو جائے گی اور گرفت نہیں ہوگی۔

(۵۶۱) وَعَنْ اُمِّ فَرْوَةَ قَالَتْ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ قَالَ الصَّلٰوةُ لِاَوَّلِ وَقْتِهَا رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ لَا يُرْوَى الْحَدِيْثُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ الْعُمَرِيِّ وَهُوَ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِيْثِ ـ

ترجمہ:۔ حضرت ام فروہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ سے دریافت کیا گیا کہ کونسا عمل بہتر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ نماز اپنے اول (یعنی مستحب) وقت میں۔ احمد، ترمذی، ابوداؤد۔ ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث عبداللہ بن عمر العمری کے سوا کسی سے روایت نہیں کی گئی اور یہ شخص محدثین کے نزدیک قوی نہیں۔

تشریح:۔ کونسا عمل سب سے افضل ہے اس سلسلے میں پہلے تفصیل گذر چکی۔ ہر عمل اپنے مخصوص پہلوؤں کے اعتبار سے دوسرے عمل پر فضیلت رکھتا ہے، یہ اضافی فضیلت ہے۔ البتہ ایمان کے بعد جملہ اعمال میں نماز سب اعمال پر فضیلت رکھتی ہے اگر جماعت کے ساتھ مستحب وقت میں پڑھی جائے۔

حدیث کے راوی عبداللہ کے باپ عمر ہیں۔ وہ حفص کے بیٹے ہیں۔ حفص عاصم کے اور عاصم حضرت عمرؓ کے صاحبزادے ہیں اس لئے انھیں عمری کہا جاتا ہے۔ ابن الملک کہتے ہیں کہ ترمذی کے مقابلہ میں دوسرے محدثین نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

(۵۶۲) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةً لِوَقْتِهَا الْاٰخِرِ مَرَّتَيْنِ حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ـ

ترجمہ:۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی نماز آخر وقت میں دوبارہ نہیں پڑھی، حتی کہ اللہ نے آپ کی روح کو قبض کر لیا۔ ترمذی۔

تشریح:۔ رسول اللہ کا معمول مستحب وقت میں نمازیں پڑھنے کا تھا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ نے صرف ایک بار بیان جواز کے لئے آخری وقت میں دو بار نماز پڑھی ہے۔ حضرت عائشہؓ نے جبریل والی حدیث کو اور ایک سائل والی نماز کو شمار نہیں کیا کہ وہ نماز کے ابتدائی اور انتہائی اوقات کی محض تعلیم تھی۔ ان دو مرتبہ کے علاوہ آپ نے ایک بار آخر وقت میں نماز ادا کر کے لوگوں پر عملاً یہ واضح کر دیا کہ اس وقت تک نماز ادا کی جا سکتی ہے۔ اگرچہ مستحب وقت وہی ہے جو آپؐ کا ہمیشہ معمول رہا۔ حضرت عائشہ نے اسی ایک واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے اور باقی دو واقعات کو شمار نہیں کیا۔

(۵۶۳) وَعَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ اُمَّتِيْ بِخَيْرٍ اَوْ قَالَ عَلَى الْفِطْرَةِ مَا لَمْ يُؤَخِّرُوا الْمَغْرِبَ اِلٰى اَنْ تَشْتَبِكَ النُّجُوْمُ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَرَوَاهُ الدَّارِمِيُّ عَنِ الْعَبَّاسِ

ترجمہ:۔ حضرت ابو ایوبؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت ہمیشہ بھلائی پر یا یہ فرمایا کہ فطرۃ پر قائم رہے گی جب تک کہ وہ لوگ مغرب کی نمازیں ستاروں کے چمک اٹھنے تک دیر نہ کریں گے۔

مغرب کی نماز میں تاخیر ہرگز مناسب نہیں

مغرب کا وقت سورج غروب ہوتے ہی شروع ہو جاتا ہے، اس میں جتنی دیر کی جائے گی مکروہ وقت ہوتا جائے گا۔ اتنی تاخیر کہ جس میں اکا دکا ستارے نظر آنے لگیں جائز ہے لیکن اتنی دیر جائز نہیں کہ ستارے گھنے ہو جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ جو تاخیر فرمائی تو وہ جائز وقت کی حد ظاہر کرنے کیلئے تھی۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ جو لوگ کتاب اللہ اور سنت رسول مقررہ حدود سے تجاوز کرتے ہیں وہ اسلام کے اصل طریقہ سے دور اور بھلائی کی راہ سے بھٹک جاتے ہیں۔

(۵۶۴) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ لَاَمَرْتُهُمْ اَنْ یُؤَخِّرُوا الْعِشَاءَ اِلٰی ثُلُثِ اللَّیْلِ اَوْ نِصْفِهٖ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ۔

ترجمہ :۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں اپنی امت پر یہ بات دشوار نہ جانتا تو انھیں اس بات کا حکم دیتا کہ تہائی یا نصف رات تک عشاء کی نماز کو مؤخر کریں۔ احمد، ترمذی، ابن ماجہ۔

(۵۶۵) وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَعْتِمُوْا بِهٰذِهِ الصَّلٰوةِ فَاِنَّكُمْ قَدْ فُضِّلْتُمْ بِهَا عَلٰی سَائِرِ الْاُمَمِ وَلَمْ تُصَلِّهَا اُمَّةٌ قَبْلَكُمْ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ۔

ترجمہ :۔ حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ کو خطاب کر کے) ارشاد فرمایا کہ تم اس نماز عشاء کو دیر سے پڑھا کرو، اس کی بدولت تمہیں دوسری امتوں پر اعزاز بخشا گیا ہے۔ تم سے پہلے یہ نماز کسی امت نے نہیں پڑھی (کہ ان پر یہ فرض نہیں کی گئی تھی) ابوداؤد۔

عشاء کی نماز میں تاخیر مستحب ہے

حدیث جبریل میں گذر چکا ہے کہ جب آپ نے جبریل کے پیچھے پانچ وقت کی نماز پڑھی تو انھوں نے آپ سے یہ کہا کہ جن اوقات میں میں نے تمہیں نماز پڑھائی ہے یہ پچھلے انبیاء کی نماز کا وقت ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عشاء کی نماز پچھلی امتوں پر فرض نہیں تھی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ پانچوں نمازیں گذشتہ انبیاء پر واجب تھیں ان کی امت پر واجب نہ تھیں۔ جس طرح بعض احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے اور بعض علماء کا بھی یہی فتویٰ ہے کہ تہجد کی نماز محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب تھی امت پر واجب نہیں لہذا اس امت کو عشاء کی نماز کی بدولت جو فضیلت بخشی گئی ہے وہ پچھلے انبیاء پر نہیں بلکہ پچھلی امتوں پر ہے۔ یا پھر جبریل والی حدیث میں حضرت جبریل کا مقولہ کہ یہ انبیاء کا وقت ہے صرف صبح کی نماز کے متعلق ہے جو انھوں نے خوب روشنی پھیل جانے کے بعد پڑھائی تھی۔ گویا اس حدیث میں ہذا کے لفظ سے فجر کی نماز میں اسفار کی طرف اشارہ ہے کہ صبح خوب روشن ہو جانے کے بعد پچھلے انبیاء اور ان کی امتیں فجر کی نماز پڑھتے تھے، اس کے علاوہ دوسرے اوقات کی نمازوں سے اس بات کا کوئی تعلق نہ تھا یہ طیبی کی توجیہ ہے۔

(۵۶۶) وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ قَالَ اَنَا اَعْلَمُ بِوَقْتِ هٰذِهِ الصَّلٰوةِ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ الْاٰخِرَةِ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْهَا لِسُقُوْطِ الْقَمَرِ لِثَالِثَةٍ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالدَّارِمِیُّ۔

ترجمہ :۔ حضرت نعمان بن بشیر فرماتے ہیں کہ اس دوسری نماز عشاء کے وقت کو خوب اچھی جانتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس نماز کو تیسری تاریخ کا چاند ڈوبنے تک کے وقت پڑھتے تھے۔ ابوداؤد۔ دارمی۔

تشریح :۔ تیسری رات کا چاند اتنی دیر باقی رہتا ہے کہ رات کا تقریباً پانچواں حصہ گذر جاتا ہے۔ اس سے عشاء کی تاخیر ظاہر ہوتی ہے اس کو آخری یا دوسری عشاء اس لئے کہا کہ کبھی مغرب کی نماز کو بھی عشاء کہدیا جاتا ہے۔

(۵۶۷) وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِیْجٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَسْفِرُوْا بِالْفَجْرِ فَاِنَّهٗ اَعْظَمُ لِلْاَجْرِ

Marfat.com

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْدَاوُدَ وَالدَّارِمِيُّ وَلَيْسَ عِنْدَ النَّسَائِيِّ فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ۔

ترجمہ :۔ حضرت رافع بن خدیج فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صبح کی نماز خوب روشنی میں پڑھو کہ یہ وقت (حصولِ) ثواب کے لئے بہت عظمت رکھتا ہے۔ ترمذی، ابوداؤد۔ دارمی اور نسائی ہیں۔ فانہ اعظم الاجر (کے الفاظ) نہیں ہیں۔

صبح کی نماز سحر خوب روشن ہو جانے پر پڑھنے کی ہدایت

حدیث کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ احناف کے نزدیک یہ حدیث صبح کے مستحب وقت کی دلیل ہے۔ اس لئے صبح کی نماز خوب روشنی میں شروع کرنی چاہئے کہ اس کا افتتاح واختتام دونوں روشن ہوں۔ لیکن امام طحاوی رح جو احناف میں مجتہد فی المذہب کا درجہ رکھتے ہیں مختلف احادیث کے پیش نظر اوران میں مطابقت پیدا کرنے کے لئے۔ یہ فرماتے ہیں کہ غلس یعنی اندھیرے میں نماز شروع کرنی چاہئے اور طویل قرأت کے ساتھ اسفار یعنی صبح کی روشنی جب اچھی طرح پھیل جائے۔ اس وقت ختم کر دی جائے۔ اس میں شک نہیں کہ غلس اور اسفار دونوں پر عمل کرنے کے لئے یہ بہترین توجیہ و تاویل ہے۔ اس کے علاوہ سب احادیث پر عمل کرنے کے لئے ایک اور صورت بھی ہے وہ یہ کہ اندھیرے اور روشنی کا فرق موسم کے اعتبار سے ہے۔ جاڑے میں غلس میں نماز پڑھنا بہتر ہے اور گرمی میں اسفار کے وقت چنانچہ شرح السنہ میں اس مضمون کی حدیث بھی روایت کی گئی ہے۔ قَالَ مُعَاذٌ بَعَثَنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ إِذَا كَانَ فِي الشِّتَاءِ فَغَلِّسْ بِالْفَجْرِ وَأَطِلِ الْقِرَاءَةَ قَدْرَ مَا يُطِيقُ النَّاسُ وَلَا تُمِلَّهُمْ وَإِذَا كَانَ فِي الصَّيْفِ فَأَسْفِرْ بِالْفَجْرِ فَإِنَّ اللَّيْلَ قَصِيرٌ وَالنَّاسُ يَنَامُ فَأَمْهِلْهُمْ حَتَّى يُدْرِكُوا يَعْنِي الصَّلٰوةَ۔ معاذ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن کی جانب (حاکم بنا کر) بھیجا (تو مختلف دوسری ہدایتوں کے ساتھ یہ بھی) ارشاد فرمایا کہ جب سردی کا زمانہ آئے تو فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھو اور قرأت طویل کرو جس کی لوگ طاقت رکھتے ہوں۔ اور انہیں کبیدہ خاطر نہ کرو۔ جب گرمی کا زمانہ آئے تو فجر خوب روشنی میں پڑھو کیونکہ (اس موسم میں) رات چھوٹی ہوتی ہے اور لوگ سوتے ہیں تو انہیں مہلت دو کہ (نیند پوری کر کے اٹھیں اور) وہ جماعت میں شریک ہو سکیں۔ احناف کے نزدیک اسفار کا وقت اتنا ہوتا ہے کہ اس میں چالیس سے ساٹھ آیات تک ترتیل کے ساتھ جس طرح قرآن اطمینان کے ساتھ پڑھا جاتا ہے پڑھی جا سکیں اور نماز سے فارغ ہو کر اگر کسی وجہ سے دوبارہ نماز دہرانے کی ضرورت معلوم ہو تو طلوع آفتاب سے پہلے وضو کر کے دوبارہ نماز کا اعادہ کرنے کا وقت رہ جائے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

(۵۶۸) عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي الْعَصْرَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ تُنْحَرُ الْجَزُوْرُ فَتُقْسَمُ عَشْرَ قِسَمٍ ثُمَّ تُطْبَخُ فَنَأْكُلُ لَحْمًا نَضِيْجًا قَبْلَ مَغِيْبِ الشَّمْسِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

تیسری فصل

ترجمہ :۔ حضرت رافع بن خدیج فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمراہ ہم عصر کی نماز پڑھا کرتے تھے، پھر اونٹ ذبح کیا جاتا اور دس حصوں میں تقسیم کر کے اسے پکایا جاتا پھر ہم پکا ہوا گوشت غروب شمس سے پہلے کھاتے۔ بخاری۔ مسلم۔

تشریح :۔ یہ حدیث ائمہ ثلاثہ اور امام ابو یوسف رح امام محمد کے مسلک کی تائید کرتی ہے کہ ان کے نزدیک عصر کی نماز میں ایک مثل

ایک مثل سایہ کے وقت یا اس کے کچھ دیر بعد پڑھنا مستحب ہے۔ اور ایک قول امام اعظمؒ کا بھی یہی ہے۔ اور بعض نے فتویٰ بھی اسی پر دیا ہے۔ مگر امام اعظمؒ کی مشہور رائے ہے کہ عصر کا وقت دو مثل سایہ ہو جانے کے بعد پڑھنی چاہئے، ان کے نزدیک اس حدیث پر غالباً موسم گرما میں عمل ہوتا ہوگا اس وقت دن بڑا ہوتا ہے۔ ابن ہمام فتح القدیر میں لکھتے ہیں کہ عصر کی نماز اگر سورج پر زردی آجانے سے قبل پڑھی جائے غروب تک کے وقفے میں اتنا موقع مل سکتا ہے کہ حدیث کے مضمون کے مطابق اونٹ ذبح ہو کر تقسیم ہو اور گوشت پک کر پھر کھایا بھی جا سکے۔

(۵۶۹) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَؓ قَالَ مَکَثْنَا ذَاتَ لَیْلَۃٍ نَنْتَظِرُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلٰوۃَ الْعِشَآءِ الْاٰخِرَۃِ فَخَرَجَ اِلَیْنَا حِیْنَ ذَھَبَ ثُلُثُ اللَّیْلِ اَوْ بَعْدَہٗ فَلَا نَدْرِیْ اَشَیْءٌ شَغَلَہٗ فِیْ اَھْلِہٖ اَوْ غَیْرُ ذٰلِکَ فَقَالَ حِیْنَ خَرَجَ اِنَّکُمْ لَتَنْتَظِرُوْنَ صَلٰوۃً مَّا یَنْتَظِرُھَا اَھْلُ دِیْنٍ غَیْرُکُمْ وَلَوْلَا اَنْ یَّثْقُلَ عَلٰی اُمَّتِیْ لَصَلَّیْتُ بِھِمْ ھٰذِہِ السَّاعَۃَ ثُمَّ اَمَرَ الْمُؤَذِّنَ فَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَصَلّٰی رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رات کے وقت دوسری نماز عشاء میں رسول اللہؐ کا انتظار کر رہے تھے۔ جب آپؐ تشریف لائے تو تہائی رات گذر چکی تھی بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ ہمیں پتہ نہیں تھا کہ آپ کو گھر میں کسی چیز نے روک رکھا تھا۔ یا اس کے علاوہ کوئی اور بات تھی۔ چنانچہ جب باہر نکلے تو آپ نے فرمایا کہ تم (ایسی) نماز کا انتظار کر رہے ہو جس کا تمہارے سوا کوئی اہل مذہب انتظار نہیں کرتا۔ اور اگر میری امت پر یہ بات بھاری نہ ہوتی تو میں ہمیشہ اپنے ان امتیوں کے ساتھ اسی وقت نماز پڑھتا۔ پھر آپ نے مؤذن کو حکم دیا تو (اس نے) اقامت کہی اور آپ نے نماز پڑھی۔ مسلم۔

عشاء کی نماز امت محمدیہ کے لئے مخصوص ہے

اس لئے یہ فرمایا کہ یہود اور نصاریٰ میں سے کوئی بھی اس نماز کا انتظار نہیں کرتا اس لئے جتنا انتظار کرو گے اتنا ہی ثواب پاؤ گے۔ یہ آرام کا وقت ہے اس میں مشقت اٹھانا اللہ کی رضا کا موجب ہے۔ اس حدیث سے امام اعظمؒ کے مسلک کی تائید ہوتی ہے ہاں کبھی آپ نے صحابہ کی کثرت جماعت کے پیش نظر اول وقت بھی نماز پڑھائی ہے کہ ایک حدیث میں آیا ہے جب صحابہ اول وقت جمع ہوتے آپؐ اول وقت نماز پڑھتے اور جب دیر میں جمع ہوتے تو دیر میں نماز پڑھتے۔ امام احمد کا مسلک یہی ہے۔

(۵۷۰) وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَۃَ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّی الصَّلَوٰتِ نَحْوًا مِّنْ صَلٰوتِکُمْ وَکَانَ یُؤَخِّرُ الْعَتَمَۃَ بَعْدَ صَلٰوتِکُمْ شَیْئًا وَّکَانَ یُخِفُّ الصَّلٰوۃَ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

ترجمہ:- حضرت جابر بن سمرۃ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نمازیں تمہاری نمازوں کے قریب قریب پڑھتے تھے اور عشاء کی نماز تمہاری عشاء سے کچھ تاخیر کر کے پڑھتے، اور آپ ہلکی نماز پڑھا کرتے تھے۔ مسلم۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز

اس وقت بالعموم ضروری قرأت اور مناسب قیام وجلوس کے ساتھ ہوتی جب آپ امامت فرماتے کہ اس میں ضعیف مقتدیوں کی رعایت مقصود ہوتی۔ ابن حجر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر چھوٹی سورتیں پڑھتے مگر کبھی کبھی طویل سورتیں بھی پڑھی ہیں جیسے مغرب کی نماز میں سورہ اعراف بھی پڑھی صاحب مظاہر حق کا کہنا ہے کہ لوگوں پر رسول اللہ کی یہ طویل قرأۃ بھی گراں نہ تھی کہ شدت شوق کی وجہ سے آپ کی قرأت میں ایک کیف آتا تھا اور مقتدی مزید قرأۃ سننے کے مشتاق رہتے تھے۔ لیکن رسول اللہ کے علاوہ اوروں کی نماز میں یہ بات حاصل ہونی مشکل ہے

Marfat.com

اس بنا پر ایک حدیث میں صاف صاف اس بات کا حکم دیا گیا کہ نماز میں لمبی قرأت نہ پڑھا کرو۔ اس حدیث سے بھی عشاء کی نماز میں تاخیر ظاہر ہوتی ہے۔ حضرت جابرؓ نے عشاء کی نماز کو عتمہ شاید اس لئے کہدیا کہ اس وقت تک عشاء کے لئے عتمہ کا لفظ استعمال کرنے کی ممانعت نہیں ہوئی تھی۔

(۵۷۱) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ صَلَّیْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلٰوۃَ الْعَتَمَۃِ فَلَمْ یَخْرُجْ حَتّٰی مَضٰی نَحْوٌ مِّنْ شَطْرِ اللَّیْلِ فَقَالَ خُذُوْا مَقَاعِدَکُمْ فَاَخَذْنَا مَقَاعِدَنَا فَقَالَ اِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا وَاَخَذُوْا مَضَاجِعَھُمْ وَاِنَّکُمْ لَنْ تَزَالُوْا فِیْ صَلٰوۃٍ مَّا انْتَظَرْتُمُ الصَّلٰوۃَ وَلَوْلَا ضَعْفُ الضَّعِیْفِ وَسَقَمُ السَّقِیْمِ لَاَخَّرْتُ ھٰذِہِ الصَّلٰوۃَ اِلٰی شَطْرِ اللَّیْلِ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ وَالنَّسَائِیُّ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی تو آپ (نماز پڑھانے کے لئے) اس وقت تک (باہر مسجد میں) تشریف نہیں لائے جب تک کہ آدھی رات کے قریب نہ گذر گئی۔ چنانچہ (نماز سے فارغ ہونے کے بعد) آپ نے فرمایا کہ اپنی جگہ بیٹھے رہو۔ ہم اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہے۔ تب ارشاد فرمایا کہ دوسرے لوگ عشاء کی نماز پڑھ کر اپنے بستروں میں جا چکے تم اُس وقت تک نماز ہی میں ہو جب تک نماز کا انتظار کر رہے ہو۔ اور اگر ضعیف آدمی کا ضعف اور بیمار آدمی کا مرض پیش نظر نہ ہوتا تو بلاشبہ میں اس نماز کو آدھی رات تک مؤخر کرتا۔ ابوداؤد۔ نسائی۔

تشریح:۔ حدیث سے معلوم ہوا کہ عشاء میں آدھی رات تک تاخیر نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے کہ اس میں جفاکشی زیادہ ہے۔ مدینے کے دوسرے محلوں کے لوگ عشاء کی نماز جلدی پڑھ کر سو رہے اور مسجد نبوی میں لوگ آدھی رات نماز کا انتظار کر رہے ہیں تو ان کی حالت انتظار بھی حالت نماز ہے جس کا ثواب نماز ہی کی طرح انھیں ملیگا۔ اگرچہ جملہ حدیث ان الناس قد صلوا کی لوگوں نے دوسری توجیہ بھی کی ہے مگر اس کی یہی توجیہ موزوں ہے جو یہاں بیان کی گئی

(۵۷۲) وَعَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَشَدَّ تَعْجِیْلًا لِّلظُّھْرِ مِنْکُمْ وَاَنْتُمْ اَشَدُّ تَعْجِیْلًا لِّلْعَصْرِ مِنْہُ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ۔

ترجمہ:۔ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (موسم گرما کے علاوہ) تم سے زیادہ ظہر کی نماز میں عجلت فرمایا کرتے تھے اور تم عصر کی نماز میں رسول اللہ سے زیادہ عجلت کرتے ہو۔ احمد۔ ترمذی۔

تشریح:۔ اس حدیث سے بھی امام اعظم کا مسلک تاخیر عصر ثابت ہوتا ہے۔ حضرت ام سلمہ کے انداز گفتگو سے ظاہر ہے کہ وہ اتباع سنت کی رغبت دلانا چاہتی ہیں۔

(۵۷۳) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانَ الْحَرُّ اَبْرَدَ بِالصَّلٰوۃِ وَاِذَا کَانَ الْبَرْدُ عَجَّلَ رَوَاہُ النَّسَائِیُّ۔

ترجمہ:۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گرمی کا موسم ہوتا تو ٹھنڈے وقت (دیر کر کے) اور سردی کے موسم میں جلدی نماز پڑھتے۔ نسائی۔

تشریح:۔ اس حدیث سے ان احادیث میں مطابقت ہو جاتی ہے جن میں سے بعض میں ظہر کی نماز جلدی پڑھنے کی کیفیت مذکور ہے۔

(۵۷۴) وَعَنْ عُبَادَۃَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّھَا سَتَکُوْنُ عَلَیْکُمْ

Marfat.com

بَعْدِیْ اُمَرَاءُ یَشْغَلُهُمْ اَشْیَاءُ عَنِ الصَّلٰوۃِ لِوَقْتِهَا حَتّٰی یَذْهَبَ وَقْتُهَا فَصَلُّوا الصَّلٰوۃَ لِوَقْتِهَا فَقَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُصَلِّیْ مَعَهُمْ قَالَ نَعَمْ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ۔

ترجمہ :۔ حضرت عبادہؓ بن الصامت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد تمہارے اوپر (ایسے) حکام مسلط ہوں گے جنھیں (ان کے بیہودہ مشاغل اور لغو) چیزیں نماز کو اپنے مستحب وقت پر پڑھنے سے روک دیں گی حتی کہ نماز کا (مستحب) وقت جاتا رہے گا (اور مکروہ وقت آجائے گا) تو تم نماز اپنے مستحب وقت پر ادا کر لو (اگرچہ تم تنہا ہو، اور بشرطیکہ اسمیں کوئی فتنہ نہ پیدا ہو) اس پر ایک شخص نے دریافت کیا یا رسول اللہ کیا (مکروہ وقت میں) ان کے ساتھ (بھی) نماز پڑھ لوں (کہ مزید ثواب ہے اور فتنہ دب جائے) آپ نے فرمایا ہاں پڑھ لینا (مگر صرف ان ہی نمازوں کے وقت جن کے بعد نفل پڑھنا مکروہ نہیں) ابوداؤد۔

(۵۷۵) وَعَنْ قَبِیْصَةَ بْنِ وَقَّاصٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَكُوْنُ عَلَیْكُمْ اُمَرَاءُ مِنْ بَعْدِیْ یُؤَخِّرُوْنَ الصَّلٰوۃَ فَهِیَ لَكُمْ وَهِیَ عَلَیْهِمْ فَصَلُّوْا مَعَهُمْ مَا صَلَّوُا الْقِبْلَةَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ۔

ترجمہ :۔ حضرت قبیصہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد تمہارے اوپر ایسے حکام مسلط ہوں گے جو نماز کو (وقت مستحب سے) تاخیر کرکے پڑھیں گے، تو وہ فائدہ (کہ تم وقت مستحب پر نماز پڑھ لو) تمہارے لئے ہے۔ اور یہ وبال (تاخیر نماز کا) ان کے سر ہے تم ان کے ساتھ (مکروہ وقت میں بھی) اس وقت تک نماز پڑھو جب تک وہ قبلے کی طرف نماز پڑھتے رہیں۔ ابوداؤد۔

تشریح :۔ اگر وقت مستحب پر نماز پڑھ کر دوبارہ دفع مضرت کے لئے ان ظالم حکام کے ساتھ نماز پڑھ لی تو یہ نفل ہو جائیگی جس کا ثواب ملیگا۔ اگر پہلے نہ پڑھی اور بعد میں ان ہی کے ساتھ فتنے سے بچنے کے لئے غیر مستحب وقت میں پڑھی تب بھی کچھ حرج نہیں ——— اور نماز میں اتنی تاخیر بغیر کسی عذر کے یہ ان حکام کا فعل ہے جس کا وبال آخرت میں ان پر پڑے گا اور قبلہ کی طرف نماز پڑھنا چونکہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ شخص اسلام کی بنیادوں سے منحرف نہیں ہوا۔ اسلام کے رشتے میں پرونے کے لئے قبلہ بھی ایک نمایاں کردار ادا کرتا ہے۔ جب تک کوئی شخص اسلام کے اس مرکز سے منھ نہ موڑے اس وقت تک اسے مسلمان تصور کرکے مسلمان معاشرے میں تفرقہ و اختلاف پیدا کرنے سے گریز کرنا چاہئے۔ اپنی جگہ یہ ایک مستقل بحث ہے کہ وہ بنیادی چیزیں کیا کیا ہیں جن کے رد و قبول پر کسی کے مسلمان و نامسلمان ہونیکا فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ بحث انشاءاللہ کسی مناسب مقام پر آئے گی۔

(۵۷۶) وَعَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ عَدِیِّ بْنِ الْخِیَارِ اَنَّهٗ دَخَلَ عَلٰی عُثْمَانَؓ وَهُوَ مَحْصُوْرٌ فَقَالَ اِنَّكَ اِمَامُ عَامَّةٍ وَنَزَلَ بِكَ مَا نَرٰی وَیُصَلِّیْ لَنَا اِمَامُ فِتْنَةٍ وَنَتَحَرَّجُ فَقَالَ الصَّلٰوۃُ اَحْسَنُ مَا یَعْمَلُ النَّاسُ فَاِذَا اَحْسَنَ النَّاسُ فَاَحْسِنْ مَعَهُمْ وَاِذَا اَسَاءُوْا فَاجْتَنِبْ اِسَاءَتَهُمْ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

ترجمہ :۔ حضرت عبیداللہ فرماتے ہیں کہ وہ حضرت عثمانؓ کے پاس (اس وقت) حاضر ہوئے جب وہ (فتنہ انگیز باغیوں کے) گھیرے میں گھرے ہوئے تھے، تو انھوں نے آکر عرض کیا کہ (اے عثمان) آپ عام مسلمانوں کے (پیشوا اور) امام ہیں۔ اور جس مصیبت میں آپ مبتلا ہیں اسے (بخوبی) جانتے ہیں۔ حال یہ ہے کہ ہمیں باغیوں کا سردار نماز پڑھاتا ہے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا ہمارے نزدیک کھلا ہوا گناہ ہے (تو آپ بتلائیے کہ ہم کیا کریں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ لوگ جتنے کام انجام دیتے ہیں نماز ان سب میں عمدہ کام ہے تو جب لوگ اچھے کام کریں تم ان کے ساتھ نیکی (میں تعاون) کرو۔ اور جب برے کام کریں تو ان کی بدکاری سے الگ رہو۔ بخاری۔

ہر مسلمان کے پیچھے نماز درست ہے　جیسا کہ حضرت عثمانؓ کے جواب سے ظاہر ہے اور اہل سنت کا مذہب بھی یہی ہے لیکن نماز کا ادا ہو جانا اور بات ہے اور امامت کی خصوصی صفات کا پایا جانا الگ چیز ہے۔ حضرت عثمان کے آخری دور میں جو فتنہ اٹھا تھا یہاں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ باغیوں نے مدینہ کی پوری فضا کو اس طرح سہما دیا تھا کہ کاروبارِ خلافت بالکل معطل ہو کر رہ گیا تھا۔ خلیفۂ وقت چونکہ مسلمانوں کی امامت کا فرض بھی ادا کرتا تھا اور حضرت عثمان گھر میں محصور ہونے کی وجہ سے امامت کے لئے مسجد میں نہیں جا سکتے تھے۔ اسی بنا پر باغی سردار کنانہ بن بشر ہی امامت کا فریضہ انجام دیتا تھا لوگوں کو اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں اشکال ہوا تو آکر حضرت عثمان سے دریافت کیا، آپ نے وہ جواب دیا جو ایک پیکر دیانت و امانت کا جواب تھا۔ ایسا مثالی انصاف اور ایسا اعتدال کہ اپنے مخالف کے مقابلہ میں بھی منصفانہ بات کہی جائے۔ اسلامی معاشرے کے ایسے ہی بلند کردار لوگ دے سکتے تھے جنہوں نے ایک طرف تو جس بات کو حق سمجھا اس کے لئے سر کٹانا منظور کیا مگر اپنے موقف سے ہٹے نہیں۔ اور دوسری طرف مسلمانوں میں کسی افتراق و انتشار کو گوارا نہیں کیا۔ بغاوت کرنے والوں کو مسلمان سمجھتے ہوئے ان پر تلوار اٹھانا مناسب نہیں سمجھا۔ اسی کے ساتھ امامت کا منصب اپنی صحیح شکل میں سامنے آتا ہے۔ اس منصب کا اعزاز و اکرام اس سے ظاہر ہے کہ خلیفۂ وقت ہی نماز پڑھانے کے لئے مصلے پر کھڑا ہو سکتا تھا۔ اور آج امامت کے بارے میں پست ترین خیالات قائم کر لئے گئے ہیں۔ ذرا تصور کیجئے ایک طرف خلیفۂ وقت کی امامت اور ایک طرف یہ "دو رکعت کی امامت" ہے کہ جس کی عظمت نہ نماز پڑھنے والوں کے دل میں رہی اور نہ نماز پڑھانے والوں کے۔

باب تتمة فضائل الصّلوٰة واوقاته

نماز اور اوقات نماز کے مزید فضائل

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

(۵۷۷) وَعَنْ عُمَارَةَ بْنِ رُوَيْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَنْ يَّلِجَ النَّارَ اَحَدٌ صَلّٰى قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ غُرُوْبِهَا يَعْنِي الْفَجْرَ وَالْعَصْرَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

پہلی فصل

ترجمہ:- حضرت عمارہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص (پابندی کے ساتھ) طلوع شمس اور غروب شمس سے پہلے نماز پڑھے وہ جہنم کی آگ میں داخل نہیں ہوگا۔ فجر اور عصر کی نماز مراد ہے۔ مسلم

تشریح:- یہ مطلب سمجھنا درست نہیں کہ ان نمازوں کے علاوہ اور نمازیں نہ بھی پڑھے یا اور کتنے ہی گناہ کرے تب بھی وہ سزا سے محفوظ رہے گا جمہور علماء کے نزدیک نمازیں صغیرہ گناہوں کو دور کرتی ہیں کبیرہ کو نہیں کرتیں۔ اسی کے پیش نظر طیبی نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ صبح کو بستر چھوڑ اور شام کو اپنی مشغولیت اور کاروبار ترک کر کے ان دو رکعت کی نمازیں پابندی سے پڑھنے والا دوسرے اعمال کا بھی پابند ہوگا۔ اور چونکہ نماز بے حیائی اور بدکاری سے روکتی ہے اس لئے توقع ہے کہ نمازوں کی پابندی سے اسکی زندگی سنور جائے گی اور دوزخ میں جانے سے محفوظ ہو جائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہاں دو نمازوں کی اہمیت اور فضیلت خاص طور پر بیان کی گئی ہے۔ ورنہ اللہ کو اختیار ہے، وہ ہر عمل پر جزا دیتا ہے۔ اگر چاہے ان دونوں نمازوں کو پابندی سے پڑھنے والے کے بقیہ گناہ بخش دے۔

(۵۷۸) وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى الْبَرْدَيْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

Marfat.com

ترجمہ :- حضرت ابوموسیٰ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے دو ٹھنڈی نمازیں پڑھیں وہ جنت میں جائیگا۔ بخاری
تشریح :- ٹھنڈے وقت کی نماز مراد ہے صبح کی یا عصر کی، یا صبح کی اور عشاء کی۔ یہاں بھی ان نمازوں کی مخصوص فضیلت ظاہر کی گئی ہے۔

(۵۷۹) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَعَاقَبُوْنَ فِيْكُمْ مَلٰٓئِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَمَلٰئِكَةٌ بِالنَّهَارِ وَيَجْتَمِعُوْنَ فِيْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَصَلٰوةِ الْعَصْرِ ثُمَّ يَعْرُجُ الَّذِيْنَ بَاتُوْا فِيْكُمْ فَيَسْاَلُهُمْ رَبُّهُمْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِهِمْ كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِيْ فَيَقُوْلُوْنَ تَرَكْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ وَاَتَيْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

ترجمہ :- حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی طرف سے تمہارے پیچھے فرشتے دن کو بھی اور رات کو بھی آتے (رہتے) ہیں۔ وہ صبح کی اور عصر کی نماز میں اکٹھے ہوتے ہیں۔ پھر وہ فرشتے جو تمہارے درمیان تھے (اللہ کی طرف) پرواز کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے (بندوں کے احوال) دریافت کرتا ہے۔ حالانکہ وہ ان سے زیادہ اپنے بندوں (کے احوال) سے واقف ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم انہیں نماز پڑھتے چھوڑ کر آرہے ہیں اور جب ہم گئے تھے تب بھی وہ نماز میں مشغول تھے۔ بخاری

دن اور رات کے فرشتے

دن اور رات کے فرشتے الگ الگ ہیں جو بندوں کے احوال لکھتے ہیں۔ رات کے فرشتے فجر تک رہتے اور دن کے فرشتے فجر میں آجاتے ہیں۔ چنانچہ رات کے فرشتے صبح کی نماز کے بعد چلے جاتے ہیں اور دن کے فرشتے ان کے اعمال درج کرتے ہیں وہ عصر کی نماز تک رہتے ہیں۔ عصر کی نماز میں رات کے فرشتے آجاتے ہیں اور دن کے فرشتے رخصت ہو جاتے ہیں تب اللہ تعالیٰ اپنے ان کارپردازوں پر اپنے نیک بندوں کی عبادت واطاعت پر فخر کرنے کیلئے ان سے اپنے بندوں کے حالات دریافت کرتے ہیں حالانکہ وہ خود ان حالات سے واقف ہیں۔ اس اظہار فخر کا منشا یہ ہے کہ تخلیق آدم کے وقت فرشتوں نے آدم پر یہ اعتراض کیا تھا کہ مخلوق زمین میں فساد پھیلائے گی اور ہم ہر دم تیرے ثناخواں ہیں۔ حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ عبادت الٰہی کا خصوصی اہتمام کرنا چاہئے کہ اللہ کے دربار میں ہمارے اعمال بھلائی کے ساتھ پیش کئے جائیں۔

(۵۸۰) وَعَنْ جُنْدَبٍ الْقَسْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى صَلٰوةَ الصُّبْحِ فَهُوَ فِيْ ذِمَّةِ اللّٰهِ فَلَا يَطْلُبَنَّكُمُ اللّٰهُ مِنْ ذِمَّتِهٖ بِشَيْءٍ فَاِنَّهٗ مَنْ يَطْلُبْهُ مِنْ ذِمَّتِهٖ بِشَيْءٍ يُدْرِكْهُ ثُمَّ يَكُبُّهٗ عَلٰى وَجْهِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِيْ بَعْضِ نُسَخِ الْمَصَابِيْحِ الْقُشَيْرِيُّ بَدَلَ الْقَسْرِيِّ۔

ترجمہ :- حضرت جندب القسریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص صبح کی نماز پڑھے وہ (دنیا اور آخرت میں) اللہ کے عہد وامان میں ہے تو (دیکھو کہیں ایسا نہ ہو کر) تم سے اللہ اپنے عہد کے بارہ میں کچھ مواخذہ نہ کرلے۔ اسلئے کہ اللہ اپنے جس عہد کے بارہ میں کسی سے کچھ مواخذہ کریگا اسے پکڑ کر منہ کے بل دوزخ میں ڈال دیگا۔ مسلم۔ اور مصابیح کے بعض نسخوں میں صحابی کی نسبت قسری کی بجائے قشیری ہے۔

بندے اور رب کے درمیان عہد

صبح کی نماز کا آغاز گویا اللہ کی رحمتوں اور برکتوں کا آغاز ہے۔ دن شروع ہوتے ہی جب اللہ کا ایک بندہ اپنا فرض ادا کر دیتا ہے تو پھر اس کا پورا دن اللہ کی حفاظت وامان میں گزرتا ہے۔ صبح کی نماز کی حیثیت اللہ کے ایک عہد کی سی ہے جو بندے اور اس کے رب کے درمیان ہوتا ہے۔ اب جو شخص اس مرد مومن کو کوئی جانی مالی یا روحانی تکلیف پہنچانے کی کوشش کرتا ہے تو وہ اللہ کے عہد میں خلل انداز ہوتا ہے اور اللہ کا عہد کوئی معمولی عہد نہیں ہے وہ ہر اس شخص سے جو اللہ کے اس عہد کو توڑنے کی سعی کرتا ہے مواخذہ کرے گا۔ اور جس سے اللہ مواخذہ کرلے پھر اس کا چھٹکارا نہیں۔

(۵۸۱) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْاَوَّلِ ثُمَّ لَمْ يَجِدُوْا اِلَّا اَنْ يَّسْتَهِمُوْا عَلَيْهِ لَاسْتَهَمُوْا وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي التَّهْجِيْرِ لَاسْتَبَقُوْا اِلَيْهِ وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي الْعَتَمَةِ

Marfat.com

صُّبۡحِ لَاَتَوۡهُمَا وَلَوۡ حَبۡوًا مُتَّفَقٌ عَلَيۡهِ۔

جمہ :۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اذان میں اور پہلی صف (کھڑے ہونے کا) کیا ثواب ہے تو پھر قرعہ اندازی کے علاوہ انہیں کوئی راہ نہ ملے۔ بلاشبہ وہ (اس فضیلت کے حصول کے لئے) اندازی کریں۔ اور اگر وہ جان لیں کہ ظہر کی نماز کے لئے سویرے نکلنے میں کیا اجر ہے تو یقیناً وہ اس کی طرف سبقت کریں اور اگر وہ جان لیں کہ عشاء کی میں کیا کچھ ثواب ہے تو یقیناً ان نمازوں (کو ادا کرنے کے لئے مسجد) میں آئیں اگرچہ سرین کے بل چلنا پڑے۔ بخاری، مسلم۔

تشریح :۔ تہجیر کے معنی ہیں کہ گرمی کے علاوہ دوسرے موسم میں جلدی نماز پڑھی جائے۔ اس لئے گرمی میں ٹھنڈے وقت نماز پڑھنا مستحب ہے۔ یا اس سے مراد یہ ہے کہ اطاعت و عبادت کے اہتمام میں عجلت کی جائے۔ بعض نے تہجیر کے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ جمعہ کی نماز کے لئے دوپہر کو نکلنا اگرچہ جاڑوں میں چلنے کی قوت نہ ہو اور چوتڑوں کے بل گھٹ گھسٹ کر پہونچیں۔ جوتڑوں

(۵۸۲) وَعَنۡهُ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ لَيۡسَ صَلٰوةٌ اَثۡقَلَ عَلَى الۡمُنَافِقِيۡنَ مِنَ الۡفَجۡرِ وَالۡعِشَاءِ وَلَوۡ يَعۡلَمُوۡنَ مَا فِيۡهِمَا لَاَتَوۡهُمَا وَلَوۡ حَبۡوًا مُتَّفَقٌ عَلَيۡهِ۔

جمہ :۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ منافقین پر عشاء اور فجر سے زیادہ کوئی نماز گراں نہیں ہے اور اگر وہ (یقین کے ساتھ اور عقیدۂ صحیح کے ساتھ) جان لیں کہ ان نمازوں میں کیا کچھ (ثواب) ہے تو بلاشبہ ان نمازوں میں آئیں اگرچہ چوتڑوں کے بل گھسٹ گھسٹ کر آنا پڑے۔ بخاری، مسلم۔

عشاء اور فجر میں سستی کرنا نفاق کی علامت ہے

کہ منافقین نماز محض نمائش کے لئے پڑھتے ہیں اور نمازوں کے یہ وقت آرام کے ہوتے ہیں۔ ان میں ٹھنڈ بھی ہوتی ہے اور اندھیرا بھی ہوتا ہے اور اس وقت نماز نمائش بھی بے کار ہے کہ اندھیرے میں آدمی کا پہچاننا بھی مشکل ہوتا ہے۔ نماز کی ادائیگی ان اوقات میں ایسے شخص پر یقیناً بہت گراں گی جو رضاء الٰہی کی خاطر نماز نہ پڑھتا ہو۔ اس لئے نفاق کی اس خصلت سے مومنوں کو بچنا چاہئے کہیں منافقین کے ساتھ مشابہت نہ ہو جائے

(۵۸۳) وَعَنۡ عُثۡمَانَ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ مَنۡ صَلَّى الۡعِشَاءَ فِيۡ جَمَاعَةٍ فَكَاَنَّمَا قَامَ نِصۡفَ اللَّيۡلِ وَمَنۡ صَلَّى الصُّبۡحَ فِيۡ جَمَاعَةٍ فَكَاَنَّمَا صَلَّى اللَّيۡلَ كُلَّهٗ رَوَاهُ مُسۡلِمٌ۔

جمہ :۔ حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھی گویا کہ اس نے آدھی رات (نماز کے لئے) قیام کیا، اور جس شخص نے صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی اس نے گویا ساری رات (نماز کے لئے) قیام کیا۔ مسلم۔

عشاء اور صبح کی نماز کا ثواب

اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے یا تو صبح کی نماز کا ثواب عشاء سے دوگنا ہے یا برابر ہے۔ لیکن ثواب کی یہ نوعیت جماعت کے ساتھ ہے۔

(۵۸۴) وَعَنِ ابۡنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ لَا يَغۡلِبَنَّكُمُ الۡاَعۡرَابُ عَلَى اسۡمِ صَلٰوتِكُمُ الۡمَغۡرِبِ قَالَ وَيَقُوۡلُ الۡاَعۡرَابُ هِيَ الۡعِشَاءُ وَلَا يَغۡلِبَنَّكُمُ الۡاَعۡرَابُ عَلَى اسۡمِ صَلٰوتِكُمُ الۡعِشَاءِ فَاِنَّهَا فِيۡ كِتَابِ اللّٰهِ الۡعِشَاءُ فَاِنَّهَا تُعۡتِمُ بِحِلَابِ الۡاِبِلِ رَوَاهُ مُسۡلِمٌ۔

جمہ :۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (کہ اس بات کا خیال رکھو) کہ مغرب کی نماز کا نام لینے میں یہ گنوار تم پر غالب آجائیں۔ راوی کہتے ہیں کہ گنوار مغرب کی نماز کو عشاء کہا کرتے تھے۔ اور آپ نے (یہ بھی) فرمایا کہ عشاء کی نماز کا نام لینے میں گنوار تم پر غالب نہ آجائیں کیونکہ اللہ کی کتاب میں وہ عشاء ہی کے نام سے ہے، دیہاتی اونٹنیوں کا دودھ دوہنے کی وجہ سے اسے عتمہ کہتے تھے (اور عشاء میں تاخیر سے آتے تھے)۔ مسلم۔

Marfat.com

دیہات کے لوگ مغرب کی نماز کو عشاء اور عشاء کی نماز کو عتمہ کہتے تھے۔ آپ کے منع فرمانے کا منشاء یہ تھا کہ مسلمانوں کی زبانوں پر غیر شرعی اصطلاحیں جاری نہ ہو جائیں اور مسلمان کتاب و سنت کے مقرر کردہ اسماء و القاب کی بجائے غیر اسلامی تہذیب و معاشرت کے غلبہ سے متاثر ہو کر اسی زبان میں بات کرنے لگیں چونکہ عام مسلمان بھی ابتداء میں عتمہ کا لفظ استعمال کرتے تھے اس لئے بعض احادیث میں بھی عشاء کو عتمہ کہا گیا۔ یہ اسوقت کی بات ہے جب تک اس لفظ کے استعمال کی ممانعت نہیں کی گئی تھی۔ اگرچہ حدیث کے ظاہری الفاظ سے یہ حکم اعراب کے لئے معلوم ہوتا ہے مگر چونکہ وہ اسلام لانے سے قبل فروعی احکام کے مکلف نہیں اس لئے حقیقت میں یہ حکم مسلمانوں ہی کو دیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کا نام عتمہ رکھنے کی وجہ بھی زیادی کہ کا نفظ عتمہ بحلاب الابل تقتم کا لفظ حدیث صحیح میں صیغہ معروف کے ساتھ ہے۔ عتمہ تاریکی کو کہتے ہیں۔ چونکہ غروب شفق کے بعد اونٹنیوں کا دودھ نکال کر لوگ عشاء کی نماز پڑھتے تھے اس لئے عتمہ کہا جانے لگا۔ اور ایک روایت میں) تُعْتِمُ صیغہ مجہول ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جس وقت اسلام میں عشاء کی نماز فرض ہوئی اس وقت کا نام عام بول چال میں عتمہ تھا اور اونٹنیوں کا دودھ دوہنے کی وجہ سے عشاء کے وقت اچھی خاصی تاریکی ہو جاتی تھی۔ اس بنا پر لوگ عشاء کی نماز کو عتمہ کہنے لگے بعد میں اس لفظ کا استعمال مکروہ قرار پایا۔

(۵۸۵) وَعَنْ عَلِيٍّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ حَبَسُوْنَا عَنْ صَلٰوةِ الْوُسْطٰى صَلٰوةِ الْعَصْرِ مَلَأَ اللّٰهُ بُيُوْتَهُمْ وَقُبُوْرَهُمْ نَارًا۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

ترجمہ:۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (جنگ احزاب میں) خندق والے دن فرمایا کہ (ان کمبخت) کافروں نے ہمیں صلوٰۃ وسطیٰ سے جو عصر کی نماز ہے باز رکھا۔ خدا ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔ بخاری، مسلم۔

صلوٰۃ وسطیٰ سے مراد عصر کی نماز ہے اس لڑائی کو خندق والے دن سے اس لئے تعبیر کیا کہ اس جنگ میں مدینہ کے گرد حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی رائے سے خندق کھودی گئی تھی۔ اس خندق کی کھدائی میں خود رسول اللہ بھی شریک تھے یہ ۴ھ یا ۵ھ کا واقعہ ہے۔ اس میں صحابہ نے اور رسول اللہ نے بھوک، سردی اور محنت کی بڑی بڑی تکلیفیں برداشت کیں۔ اسمیں چونکہ کفار مسلسل تیر اندازی کر رہے تھے انکی مدافعت ضروری تھی۔ اس بنا پر مسلمانوں کی چار نمازیں جنمیں عصر بھی تھی قضا ہو گئیں۔ عصر کی نماز کی فضیلت زیادہ تھی اس لئے خاص طور پر اسی کے متعلق فرمایا۔ حدیث میں جو بددعاء کے الفاظ ہیں ان سے مراد دنیا اور آخرت کا عذاب مراد ہے۔ رسول اللہ کی عادت بددعاء کی نہ تھی چنانچہ جنگ احد میں شدید تکلیف اٹھانیکے باوجود کفار کے حق میں بددعاء نہ فرمائی۔ اسکی ایک خاص وجہ یہ ہے کہ وہاں خاص آپکی ذات کو تکلیف پہونچی وہاں آپ نے بددعاء نہیں کی اور چونکہ یہاں اللہ کا ایک فرض اور اس کا حق فوت ہوا اس لئے آپ نے بددعا فرمائی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صلوٰۃ وسطیٰ نماز عصر کو کہتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ امام احمد اور اکثر علماء تابعین اور فقہاء صحابہ کا یہی خیال ہے۔ قرآن کی آیت سے اسکی تائید ہوتی ہے حافظوا علی الصلوٰت والصلوٰۃ الوسطیٰ میں وسطیٰ کے معنی عصر ہی کے قرار دیئے گئے۔ اکثر صحابہ کا جو اس آیت کی تفسیر میں اختلاف واقع ہوا وہ اس حدیث کی سماعت سے قبل تھا۔ اس حدیث سے وسطیٰ کے معنی عصر کے معین ہو گئے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

(۵۸۶) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَسَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ الْوُسْطٰى صَلٰوةُ الْعَصْرِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ۔

دوسری فصل

ترجمہ:۔ حضرت ابن مسعود اور سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز وسطیٰ (جس کا ذکر قرآن میں ہے) نماز عصر ہے (کہ یہ دن کی دو نمازوں اور رات کی دو نمازوں کے درمیان واقع ہوتی ہے) ترمذی۔

(۵۸۷) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا قَالَ تَشْهَدُهٗ مَلٰٓئِكَةُ اللَّيْلِ وَمَلٰٓئِكَةُ النَّهَارِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کی آیت کے بارہ میں (جس میں کہا گیا ہے) کہ صبح کی نماز (فرشتوں کی) حاضری کا وقت ہے۔ یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ فجر کا قرآن سننے کے لئے دن اور رات کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ ترمذی۔

Marfat.com

تشریح :۔ فجر کی نماز کی قراءۃ سننے کے لئے اعمال لکھنے والے فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ مشہود سے مراد فرشتے ہیں۔ فجر کے قرآن سے مراد فجر کی نماز کی قراءۃ ہے۔ اس کو قرآن اس لئے کہا کہ قراءۃ نماز کا ایک رکن ہے جس طرح سجدہ یا رکوع کو بعض جگہ نماز سے تعبیر کر دیا گیا اسی طرح قراءۃ سے بھی نماز فجر مراد لگئی

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

(۵۸۸) عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَعَائِشَةَ قَالَا الصَّلٰوةُ الْوُسْطٰى صَلٰوةُ الظُّهْرِ رَوَاهُ مَالِكٌ عَنْ زَيْدٍ وَالتِّرْمِذِيُّ عَنْهُمَا تَعْلِيقًا۔

تیسری فصل :۔ **ترجمہ** ۔ حضرت زید بن ثابت رضؓ اور حضرت عائشہ رضؓ (دونوں) فرماتے ہیں کہ صلوٰۃ وسطیٰ (سے مراد) ظہر کی نماز ہے (کہ یہ دن کے وسط میں ہے) مالک نے اس روایت کو زید سے اور ترمذی نے حضرت زید اور حضرت عائشہ رضؓ سے بغیر سند کے روایت کیا ہے۔

تشریح :۔ ان حضرات کی یہ رائے حدیث ۵۸۵ سے پہلے تھی گویا اپنے اجتہاد سے انھوں نے وسطیٰ کا مطلب ظہر کی نماز سمجھا تھا۔

(۵۸۹) وَعَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ وَلَمْ يَكُنْ يُصَلِّي صَلٰوةً اَشَدَّ عَلٰى اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا فَنَزَلَتْ حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقَالَ اِنَّ قَبْلَهَا صَلَاتَيْنِ وَبَعْدَهَا صَلَاتَيْنِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤُدَ۔

ترجمہ :۔ حضرت زید بن ثابت رضؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز (سویرا) دوپہر میں پڑھتے چنانچہ ظہر کی نماز سے زیادہ کوئی نماز رسول اللہ کے صحابہ پر سخت نہیں تھی، تب یہ آیت اتری کہ (سب) نمازوں کی پابندی کرو اور درمیان والی نماز کی (خاص طور پر) زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ ظہر کی نماز سے پہلے اور بعد میں دو دو نمازیں ہیں (اس لئے یہ درمیان والی نماز ہے) احمد۔ ابوداؤد۔

تشریح :۔ آخری جملے سے ظاہر ہے کہ صلوٰۃ وسطیٰ کے معنی حضرت زید نے اپنے اجتہاد سے بتلائے ہیں۔ رسول اللہ کے الفاظ نہیں۔ اور یہاں بھی سویرا پڑھنے سے مراد یہ ہے کہ گرمیوں کے علاوہ دوسرے موسم میں آپ نماز سویرا پڑھتے۔

(۵۹۰) وَعَنْ مَالِكٍ بَلَغَهُ اَنَّ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ كَانَا يَقُوْلَانِ الصَّلٰوةُ الْوُسْطٰى صَلٰوةُ الصُّبْحِ رَوَاهُ فِي الْمُوَطَّا وَرَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَابْنِ عُمَرَ تَعْلِيقًا۔

ترجمہ :۔ حضرت مالک کو یہ روایت پہونچی کہ حضرت علی اور ابن عباس کہا کرتے تھے کہ صلوٰۃ وسطیٰ صبح کی نماز ہے۔ مؤطا اور ترمذی نے ابن عمر اور ابن عباس سے یہ روایت بغیر سند کے ذکر کی ہے۔

تشریح :۔ یہ بھی صحابہ کا ذاتی اجتہاد ہے کہ رسول اللہ کا ارشاد ان کے علم میں نہ ہوگا۔ امام مالک اور شافعی کی رائے اسی حدیث کے مطابق ہے۔ ماوردی جو اونچے درجے کے شافعی ہیں۔ لکھتے ہیں کہ امام شافعی نے صبح کی نماز کو صراحت کے ساتھ صلوٰۃ وسطیٰ کہا ہے۔ البتہ نووی نے جو خود شافعی ہیں ان حدیثوں کو صحیح قرار دیا ہے جنہیں عصر کی نماز کو صلوٰۃ وسطیٰ کہا گیا ہے ہوسکتا ہے کہ امام شافعی کو وہ صحیح حدیثیں نہ پہنچی ہوں ورنہ انکے اصول کے مطابق ان کا مسلک بھی یہی ہونا چاہئے جو حنفیہ کا ہے امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر میرا کوئی قول کسی صحیح حدیث کیخلاف پاؤ تو اس قول کو دیوار پر دے مارو کہ میرا مسلک صحیح حدیث پر عمل کرنا ہے

(۵۹۱) وَعَنْ سَلْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ غَدَا اِلٰى صَلٰوةِ الصُّبْحِ غَدَا بِرَايَةِ الْاِيْمَانِ وَمَنْ غَدَا اِلَى السُّوْقِ غَدَا بِرَايَةِ اِبْلِيْسَ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ۔

ترجمہ :۔ حضرت سلمان رضؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص صبح کی نماز کے لئے گھر سے مسجد کی طرف جاتا ہے وہ ایمان کا پرچم اٹھا کر لیجاتا ہے اور جو (نماز کی بجائے) بازار (وغیرہ یعنی دنیوی امور) کی طرف جاتا ہے وہ شیطان کا پرچم اٹھا کر لیجاتا ہے (ابن ماجہ)

صبح کا نمازی لشکر ایمان کا علمبردار ہے

طیبی کہتے ہیں کہ تمثیل کے طور پر یہ بات کہی گئی ہے کہ صبح کو نماز کیلئے جانے والے مومن کی مثال اس شخص کی سی ہے جو اللہ کے لشکر کا سپاہی بنکر شیطان سے جنگ کرنیکے لئے پرچم اٹھا کر سب سے آگے

Marfat.com

چلتا ہے۔ اور جو شخص نماز کے بجائے صبح ہی صبح بازار کیطرف چلا جائے وہ شیطان کے لشکر کا علمبردار ہے جو شیطان کی شوکت بڑھاتا اور دین کی عظمت گھٹاتا ہے۔
بازار سے مراد یہ ہے کہ نماز کا فریضہ اول ادا کرنے کی بجائے دنیا کے دوسرے مشاغل میں لگ جائے بازار چونکہ ایسی جگہ ہے جہاں بیشتر دنیوی مصروفیات رہتی ہیں جو دین کو فراموش کرا دیتی ہیں اس لئے بازار کا خاص طور پر ذکر کیا۔ اللہ کا فریضہ ادا کرنے کے بعد اپنے کاروبار رزقِ حلال کی طلب اور بال بچوں کی ضروریات فراہم کرنے کے لئے بازار میں جانا اور بیٹھنا حرام نہیں بلکہ صحیح نیت کے ساتھ یہ کاروبار بھی عبادت ہی میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور ایسا شخص اللہ ہی کے لشکر کا سپاہی ہے۔

مراجع المشکوٰۃ جزء ششم ۶

حدیث ۴۳۸۔ بخاری۔ کتاب الوضو۔ باب البول فی الماء الدائم۔ مسلم۔ کتاب الطہارۃ۔ باب النہی عن البول فی الماء الراکد۔ حدیث ۴۳۹۔ مسلم۔ کتاب الطہارۃ۔ باب النہی عن البول فی الماء الراکد۔ حدیث ۴۴۰۔ بخاری۔ کتاب الوضوء۔ باب استعمال فضل وضوء الناس۔ کتاب المناقب۔ باب صفۃ النبی۔ باب خاتم النبوۃ۔ کتاب المرضیٰ۔ باب من ذہب بالصبی المریض کتاب الدعوات۔ باب الدعاء للصبیان بالبرکۃ۔ مسلم۔ کتاب الفضائل اثبات خاتم النبوت۔ حدیث ۴۴۱۔ ابوداؤد۔ کتاب الطہارۃ۔ باب ما ینجس الماء۔ ترمذی ابواب الطہارۃ۔ باب ماجاء ان الماء لا ینجسہ شیء نسائی۔ کتاب الطہارۃ۔ باب التوقیت فی الماء۔ کتاب الطہارۃ۔ باب التوقیت فی الماء۔ دارمی۔ کتاب الوضو۔ باب قدر الماء الذی لا ینجس مسند احمد۔ مطبوعہ مصر قدیم ص $\frac{12}{2ج}$ و ص ۳۸ حدیث ۴۴۲۔ ترمذی۔ ابواب الطہارۃ۔ باب ماجاء ان الماء لا ینجسہ شیء۔ ابوداؤد کتاب الطہارۃ۔ باب ماجاء فی بیر بضاعۃ۔ نسائی۔ کتاب الطہارۃ۔ باب ذکر بیر بضاعۃ۔ مسند احمد۔ مطبوعہ مصر قدیم ص $\frac{31}{1ج}$ حدیث ۴۴۳۔ مالک۔ العمل فی الوضوء۔ الطہور للوضوء۔ ترمذی۔ ابواب الطہارۃ۔ باب فی ماء البحر انہ طہور۔ نسائی۔ کتاب الطہارۃ باب الوضوء بماء البحر۔ ابن ماجہ۔ ابواب الطہارۃ وسننہا۔ باب الوضوء بماء البحر دارمی۔ کتاب الوضوء۔ باب الوضوء من ماء البحر۔ ابوداؤد۔ کتاب الطہارۃ باب الوضوء بماء البحر۔ حدیث ۴۴۴۔ ابوداؤد۔ کتاب الطہارۃ۔ باب الوضوء بالنبیذ۔ احمد۔ مطبوعہ مصر قدیم ص $\frac{402}{1ج}$۔ ترمذی۔ ابواب الطہارۃ۔ باب الوضوء بالنبیذ۔ حدیث ۴۴۵۔ مالک۔ الطہور للوضوء۔ احمد۔ مطبوعہ مصر قدیم ص $\frac{303}{5ج}$۔ ترمذی۔ ابواب الطہارۃ باب ماجاء فی سور الہرۃ۔ ابوداؤد۔ کتاب الطہارۃ۔ باب سور الہرۃ۔ نسائی۔ کتاب الطہارۃ۔ باب سور الہرۃ۔ ابن ماجہ۔ ابواب الطہارۃ وسننہا۔ باب الوضوء بسور الہرۃ۔ دارمی۔ کتاب الوضوء باب الہرۃ اذا ولغت فی الاناء۔ حدیث ۴۴۶۔ ابوداؤد۔ کتاب الطہارۃ باب سؤر ... حدیث ۴۴۷۔ شرح السنۃ۔ حدیث ۴۴۸ نسائی۔ کتاب الطہارۃ۔ باب ذکر الاغتسال فی القصعۃ التی یعجن فیہا۔ ابن ماجہ ابواب الطہارۃ وسننہا۔ باب الرجل والمرأۃ یغتسلان من اناء واحد۔ حدیث ۴۴۹۔ مالک۔ الطہور للوضوء۔ رزین۔ حدیث ۴۵۰ ابن ماجہ۔ ابواب الطہارۃ وسننہا۔ باب الحیاض۔ حدیث ۴۵۱۔ دارقطنی۔ کتاب الطہارۃ۔ باب الماء المسخن۔ حدیث ۴۵۲ بخاری۔ کتاب الوضوء۔ باب اذا شرب الکلب فی اناء۔ مسلم۔ کتاب الطہارۃ۔ باب حکم ولوغ الکلب۔ حدیث ۴۵۳۔ بخاری کتاب الوضوء باب صب الماء علی البول فی المسجد۔ کتاب الادب۔ باب قول النبی یسروا ولا تعسروا حدیث ۴۵۴ بخاری۔ کتاب الوضوء باب ترک النبی والناس الاعرابی حتی فرغ من بولہ۔ باب صب الماء علی البول۔ کتاب الادب۔ باب الرفق فی الامر کلہ۔ مسلم۔ کتاب الطہارۃ باب وجوب غسل البول وغیرہ من النجاسات حدیث ۴۵۵ بخاری۔ کتاب الوضوء۔ باب غسل الدم۔ کتاب الحیض۔ باب غسل دم الحیض مسلم۔ کتاب الطہارت۔ باب نجاست الدم وکیفیۃ غسلہ حدیث ۴۵۶۔ بخاری۔ کتاب الوضوء۔ باب غسل المنی۔ باب اذا غسل الجنابۃ مسلم۔ کتاب الطہارت۔ باب حکم المنی۔ حدیث ۴۵۷۔ مسلم۔ کتاب الطہارۃ باب حکم المنی۔ حدیث ۴۵۸۔ مسلم۔ کتاب الطہارۃ

Marfat.com

ب حکم المنی حدیث ۴۵۸۔ مسلم۔ کتاب الطہارۃ۔ باب حکم المنی۔ حدیث ۴۵۸۔ بخاری۔ کتاب الوضوء۔ باب بول الصبیان۔ کتاب
ب۔ باب السعوط بالقسط الہندی۔ مسلم۔ کتاب الطہارۃ۔ باب حکم بول الطفل الرضیع۔ حدیث ۴۵۹۔ مسلم۔ کتاب الحیض۔ باب طہارۃ
د المیتۃ بالدباغ۔ حدیث ۴۶۰۔ بخاری۔ کتاب الزکوٰۃ۔ باب ما یذکر فی الصدقۃ۔ کتاب البیوع۔ باب جلود المیتۃ قبل ان تدبغ کتاب
ید۔ باب جلود المیتۃ۔ مسلم۔ کتاب الحیض۔ باب طہارۃ جلود المیتۃ بالدباغ۔ حدیث ۴۶۱۔ بخاری۔ حدیث ۴۶۲
حمد۔ مطبوعہ مصر قدیم ص ۳۴۲/۶ج۔ ابوداؤد۔ کتاب الطہارۃ۔ باب بول الصبی یصیب الثوب۔ ابن ماجہ۔ ابواب الطہارۃ وسننہا۔ باب
اء فی بول الصبی الذی لم یطعم۔ حدیث ۴۶۳۔ ابوداؤد۔ کتاب الطہارۃ باب فی الاذی یصیب النعل۔ ابن ماجہ۔ حدیث ۴۶۴
مد۔ مطبوعہ مصر قدیم ص ۲۹۰/۶ج۔ مالک۔ ترمذی۔ ابواب الطہارۃ باب ما جاء فی الوضوء من الموطی۔ ابوداؤد۔ کتاب الطہارۃ۔ باب
الاذی یصیب الذیل۔ دارمی۔ کتاب الوضوء۔ باب الارض یطہر بعضہ بعضاً۔ حدیث ۴۶۵۔ ابوداؤد۔ کتاب اللباس۔ باب فی جلود النمور
سائی۔ کتاب الفرع والعتیرہ۔ باب النہی عن الانتفاع بجلود السباع ۴ ترمذی۔ کتاب اللباس باب ما جاء فی النہی عن جلود السباع۔
رمی۔ کتاب الاضاحی۔ باب النہی عن جلود السباع۔ حدیث ۴۶۷۔ ترمذی۔ حدیث ۴۶۸۔ ترمذی۔ کتاب اللباس
ب ما جاء فی جلود المیتۃ۔ ابوداؤد۔ کتاب اللباس۔ باب من روی ان لا یستنفع باہاب المیتۃ۔ نسائی۔ کتاب الفرع والعتیرہ۔ باب
دبغ بہ جلود المیتۃ۔ ابن ماجہ۔ حدیث ۴۶۹۔ مالک۔ کتاب الصید۔ باب ما جاء فی جلود المیتۃ۔ ابوداؤد۔ کتاب اللباس
ب فی اہب المیتۃ۔ حدیث ۴۷۰۔ احمد۔ مطبوعہ مصر قدیم ص ۳۳۹/۶ج۔ ابوداؤد۔ کتاب اللباس۔ باب فی اہب المیتۃ۔ حدیث ۴۷۱
مد۔ مطبوعہ مصر قدیم ص ۴۷۶/۳ج۔ ابوداؤد۔ کتاب اللباس۔ باب فی اہب المیتۃ۔ حدیث ۴۷۲۔ ابوداؤد۔ کتاب الطہارۃ۔ باب
اذی یصیب الذیل۔ حدیث ۴۷۳۔ ترمذی۔ ابواب الطہارۃ۔ باب ما جاء فی الوضوء من الموطی۔ حدیث ۴۷۴۔ بخاری
ب الوضوء۔ باب اذا شرب الکلب فی الاناء۔ حدیث ۴۷۵۔ احمد۔ دارقطنی۔ کتاب الطہارۃ۔ باب نجاسۃ البول۔ حدیث ۴۷۶
لم۔ کتاب الطہارۃ۔ باب التوقیت فی المسح علی الخفین۔ حدیث ۴۷۷۔ مسلم۔ کتاب الصلوٰۃ۔ باب تقدیم الجماعۃ من یصلی بہم
یث ۴۷۸۔ دارقطنی۔ کتاب التیمم۔ باب المسح علی الخفین۔ منتقی لابن تیمیہ کتاب التیمم۔ باب المسح علی الخفین۔ حدیث ۴۷۹
مذی۔ ابواب الطہارۃ۔ باب المسح علی الخفین للمسافر والمقیم۔ نسائی۔ کتاب الطہارۃ۔ باب التوقیت فی المسح علی الخفین للمسافر۔۔۔۔۔۔
۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حدیث ۴۸۰۔ ابوداؤد۔ کتاب الطہارۃ۔ باب کیف المسح۔ ترمذی۔ ابواب
رۃ۔ باب فی المسح علی الخفین اعلاہ واسفلہ۔ ابن ماجہ۔ ابواب الطہارۃ وسننہا۔ باب فی المسح اعلی الخف واسفلہ۔ حدیث ۴۸۱۔ ترمذی
ب الطہارۃ۔ باب فی المسح علی الخفین ظاہرہما۔ ابوداؤد۔ کتاب الطہارۃ۔ باب کیف المسح۔ حدیث ۴۸۲۔ احمد۔ ترمذی۔
ب الطہارۃ۔ باب فی المسح علی الجوربین والنعلین۔ ابن ماجہ۔ ابواب الطہارۃ وسننہا۔ باب المسح علی الجوربین والنعلین۔ ابوداؤد۔ کتاب الطہارۃ
ح علی الجوربین۔ حدیث ۴۸۳۔ احمد۔ ابوداؤد۔ کتاب الطہارۃ۔ باب المسح علی الخفین۔ حدیث ۴۸۴۔ ابوداؤد۔ کتاب الطہارۃ
ح علی الجوربین۔ دارمی۔ کتاب الصلوٰۃ۔ باب المسح علی النعلین۔ حدیث ۴۸۵۔ مسلم۔ کتاب المساجد۔ باب مواضع الصلوٰۃ
ث ۴۸۶۔ بخاری۔ کتاب الغسل۔ باب الصعید الطیب وضوء المسلم یکفیہ من الماء۔ کتاب التیمم۔ باب بعد باب التیمم ضربۃ۔ کتاب المناقب
مات النبوۃ۔ مسلم۔ حدیث ۴۸۷۔ بخاری۔ کتاب التیمم۔ باب ہل ینفخ فی یدیہ بعد ما یضرب بہما الصعید للتیمم۔ مسلم۔
یض۔ باب التیمم۔ حدیث ۴۸۸۔ شرح السنۃ۔ حدیث ۴۸۹۔ احمد۔ ترمذی۔ ابواب الطہارۃ وسننہا۔ باب التیمم
اذا لم یجد الماء۔ ابوداؤد۔ کتاب الطہارۃ۔ باب الجنب تیمم۔ نسائی۔ کتاب الطہارۃ۔ باب الصلوٰۃ بتیمم واحد۔ حدیث ۴۹۰۔

۴ حدیث ۴۶۶ احمد مطبوعہ مصر قدیم ص ... ابوداؤد کتاب اللباس باب فی جلود النمور نسائی کتاب الفرع والعتیرہ۔

Marfat.com

ابوداؤد۔ کتاب الطہارۃ۔ باب فی المجروح یتیمم۔ ابن ماجہ۔ ابواب الطہارۃ وسننہا۔ باب فی المجروح تصیبہ الجنابۃ حدیث ۴۹۱۔ ابوداؤد۔ کتاب الطہارۃ
باب فی المتیمم یجد الماء بعد ما یصلی فی الوقت۔ حدیث ۴۹۲۔ بخاری۔ کتاب التیمم باب التیمم فی الحضر اذا لم یجد الماء۔ مسلم۔ کتاب الحیض۔ باب التیمم۔ حدیث ۴۹۳۔ ابوداؤد
کتاب الطہارۃ۔ باب التیمم فی الحضر۔ حدیث ۴۹۴۔ بخاری۔ کتاب الجمعہ۔ باب فضل غسل یوم الجمعۃ باب ہل علی من لا یشہد الجمعۃ غسل۔ باب الخطبۃ علی المنبر۔ مسلم۔ کتاب
الجمعہ۔ فصل استحباب الغسل والسواک۔ حدیث ۴۹۵۔ بخاری۔ کتاب الاذان۔ باب وضوء الصبیان ومن یجب علیہم الغسل کتاب الجمعہ۔ باب فضل الغسل۔ یوم الجمعۃ
باب ہل علی من لا یشہد الجمعۃ الغسل۔ کتاب الشہادات۔ باب بلوغ الصبیان وشہادتہم۔ مسلم۔ کتاب الجمعہ۔ فصل فی استحباب الغسل والسواک حدیث ۴۹۶۔ بخاری
کتاب الجمعہ۔ باب فضل علی من لا یشہد الجمعۃ غسل، کتاب المناقب باب الاول۔ مسلم۔ کتاب الجمعہ۔ باب فضل فی استحباب الغسل والسواک۔ حدیث ۴۹۷۔ احمد
مطبوعہ مصر قدیم ص۱۵ ج۶۔ ابوداؤد۔ کتاب الطہارت۔ باب فی الرخصۃ فی ترک الغسل۔ ترمذی۔ ابواب الجمعۃ۔ باب فی الوضوء یوم الجمعۃ۔ نسائی۔ کتاب الطہارۃ۔ باب فی ترک الغسل
یوم الجمعۃ۔ حدیث ۴۹۸۔ ابن ماجہ۔ ابواب الجنائز۔ باب ماجاء فی غسل المیت۔ احمد۔ ترمذی۔ ابواب الجنائز۔ باب ماجاء فی غسل عن غسل المیت۔ ابوداؤد۔ کتاب الجنائز
باب فی الغسل من غسل المیت حدیث ۴۹۹۔ ابوداؤد۔ کتاب الجنائز۔ باب فی الغسل من غسل المیت حدیث ۵۰۰۔ ترمذی۔ ابوداؤد۔ کتاب الطہارۃ۔ باب فی الرجل یسلم
فیؤمر بالغسل۔ نسائی۔ کتاب الطہارۃ۔ باب غسل الکافر اذا اسلم۔ حدیث ۵۰۱۔ ابوداؤد۔ کتاب الطہارۃ۔ باب فی الرخصۃ ترک الغسل یوم الجمعۃ حدیث ۵۰۲۔ مسلم۔ کتاب الحیض
باب جواز غسل الحائض حدیث ۵۰۳۔ بخاری۔ کتاب الحیض۔ باب مباشرۃ الحائض۔ کتاب الصوم باب غسل المعتکف۔ کتاب اللباس۔ باب ترجیل الحائض زوجہا۔ مسلم۔ کتاب الحیض۔ باب
جواز غسل الحائض رأس زوجہا حدیث ۵۰۴۔ مسلم۔ کتاب الحیض۔ باب جواز غسل الحائض رأس زوجہا۔ حدیث ۵۰۵۔ بخاری۔ کتاب الحیض باب قراءۃ الرجل فی حجر امرأتہ
کتاب التوحید۔ باب قول النبی الماہر بالقرآن مع السفرۃ الکرام۔ مسلم۔ کتاب الحیض۔ باب جواز غسل الحائض حدیث ۵۰۶۔ مسلم۔ کتاب الحیض۔ باب جواز غسل الحائض رأس زوجہا حدیث
۵۰۷۔ بخاری۔ کتاب الحیض۔ باب۔ باب الصلوٰۃ عن النفساء۔ کتاب الصلوٰۃ۔ باب اذا اصاب ثوب المصلی امرأتہ باب اذا صلی الی فراش فیہ حائض۔ مسلم حدیث ۵۰۸۔ ترمذی
ابواب الطہارۃ باب ماجاء فی کراہیۃ اتیان الحائض۔ ابن ماجہ۔ ابواب الطہارۃ وسننہا۔ باب النہی عن اتیان الحائض۔ دارمی۔ کتاب الوضوء۔ باب من اتی امرأتہ فی دبرہا حدیث ۵۰۹
ترمذی۔ ابواب الطہارۃ۔ باب ماجاء فی الکفارۃ فی ذلک۔ ابوداؤد۔ کتاب الطہارۃ۔ باب فی اتیان الحائض۔ نسائی۔ کتاب الطہارۃ۔ باب ما یجب علی من اتی حلیلتہ۔ ابن ماجہ حدیث ۵۱۰
ابواب الطہارۃ وسننہا۔ باب فی کفارۃ من اتی حائضاً۔ دارمی۔ کتاب الوضوء۔ باب من قال علیہ الکفارۃ۔ حدیث ۵۱۱۔ ترمذی۔ ابواب الطہارۃ۔ باب ماجاء فی الکفارۃ فی ذلک
حدیث ۵۱۲۔ مالک۔ العمل فی التیمم۔ باب ما یحل للرجل من امرأتہ وہی حائض۔ دارمی۔ کتاب الوضوء باب مباشرۃ الحائض۔ حدیث ۵۱۳۔ ابوداؤد۔ کتاب الطہارۃ۔ باب فی الرجل
یصیب من الحیض ما دون الجماع۔ حدیث ۵۱۴۔ بخاری۔ کتاب الوضوء۔ باب غسل الدم۔ کتاب الحیض۔ باب الاستحاضۃ۔ باب اقبال الحیض۔ باب اذا حاضت فی شہر ثلث حیض۔ مسلم
کتاب الحیض۔ باب المستحاضۃ وغسلہا وصلوٰتہا۔ حدیث ۵۱۵۔ ابوداؤد۔ کتاب الطہارۃ۔ باب فی المرأۃ تستحاض۔ نسائی۔ کتاب الطہارۃ۔ باب المرأۃ تکون لہا ایام معلومۃ
حدیث ۵۱۶۔ مالک۔ ماجاء فی المستحاضۃ۔ ابوداؤد۔ کتاب الطہارۃ، باب فی المرأۃ تستحاض۔ نسائی۔ کتاب الطہارۃ۔ باب المرأۃ تکون لہا ایام معلومۃ۔ دارمی۔ کتاب الوضوء
باب فی غسل المستحاضۃ حدیث ۵۱۷۔ ترمذی۔ ابواب الطہارۃ۔ باب ماجاء فی المستحاضۃ تتوضأ لکل صلوٰۃ۔ ابوداؤد۔ کتاب الطہارۃ۔ باب من قال تغتسل من طہر الی طہر۔۔۔
حدیث ۵۱۸۔ احمد۔ ابوداؤد۔ کتاب الطہارۃ۔ باب من قال اذا اقبلت الحیضۃ تدع الصلوٰۃ۔ ترمذی۔ ابواب الطہارۃ۔ باب فی المستحاضۃ انہا تجمع بین الصلوٰتین بغسل واحد
حدیث ۵۱۹۔ ابوداؤد۔ کتاب الطہارۃ۔ باب من قال تجمع بین الصلوٰتین وتغتسل لہما غسلاً واحداً۔ حدیث ۵۲۰۔ مسلم۔ کتاب الطہارۃ۔ باب فضل الوضوء والصلوٰۃ عقبہ حدیث
۵۲۱۔ بخاری۔ کتاب مواقیت الصلوٰۃ۔ باب الصلوٰۃ الخمس کفارۃ۔ مسلم۔ کتاب المساجد باب فضل الصلوٰۃ المکتوبۃ حدیث ۵۲۲۔ بخاری۔ کتاب مواقیت الصلوٰۃ۔ باب الصلوٰۃ
کفارۃ۔ مسلم۔ کتاب التوبہ۔ باب قولہ تعالیٰ ان الحسنات یذہبن السیئات حدیث ۵۲۳۔ بخاری۔ کتاب المحاربین اذا اقر بالحد ولم یبین۔ مسلم۔ کتاب التوبہ۔ باب قولہ تعالیٰ ان الحسنات
یذہبن السیئات حدیث ۵۲۴۔ بخاری۔ کتاب مواقیت الصلوٰۃ۔ باب فضل الصلوٰۃ لوقتہا۔ کتاب الجہاد۔ باب فضل الجہاد۔ کتاب الادب۔ باب قولہ تعالیٰ ووصینا الانسان۔ کتاب التوحید باب
وسمی النبی الصلوٰۃ عملاً۔ مسلم۔ کتاب الایمان۔ باب بیان کون الایمان باللہ افضل الاعمال۔ حدیث ۵۲۵۔ مسلم۔ کتاب الایمان۔ باب بیان اطلاق اسم الکفر۔ حدیث ۵۲۶
احمد۔ مطبوعہ مصر قدیم ص۳۱ ج۵۔ ابوداؤد۔ مالک۔ نسائی۔ کتاب الصلوٰۃ۔ باب المحافظۃ علی الصلوٰۃ الخمس حدیث ۵۲۷۔ احمد۔ مطبوعہ مصر قدیم ص۲۵۱ ج۵۔ ترمذی۔ کتاب
باب ما ذکر فی فضل الصلوٰۃ حدیث ۵۲۸۔ ابوداؤد۔ کتاب الصلوٰۃ۔ باب متی یؤمر الغلام بالصلوٰۃ حدیث ۵۲۹۔ احمد۔ مطبوعہ مصر قدیم ص۳۴۶ ج۵۔ ترمذی۔ ابواب الایمان

بقیہ حوالہ جات صفحہ

معارف المشکوٰۃ

مولانا سید عبدالرؤف عالی
مرتب مخطوطات دارالعلوم دیوبند

ارشاداتِ نبوی کا حسین گلدستہ
مشکوٰۃ المصابیح

عام فہم اردو ترجمہ اور دل نشین تشریح کے ساتھ
جسمیں قدیم معانی و مطالب اور جدید تشریحات و معارف
کے قیمتی پھول بہت سلیقے سے سجائے گئے ہیں۔
اور مشکوٰۃ کی مقبولِ عام شرح **مظاہر حق**
کو پہلی بار زبان و بیان کے نفیس ترین سانچے
میں ڈھالا گیا ہے

ناشر:- اشاعت منزل دیوبند یوپی